UNIVERSAL LIBRARY

OU_224946

UNIVERSAL LIBRARY

ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

[illegible] سے کرنا تغیر ہے تو یہ ہے
خاک آپ کو سمجھنا اکسیر ہے تو یہ ہے

الاکسیر فی اثبات التقدیر

ترجمہ اردو

التنویر فی اسقاط التدبیر

سب کام اپنے کرنا تقدیر کے حوالے
نزدیک عاقلوں کے تدبیر ہے تو یہ ہے

[illegible]

[illegible]

حسب فرمائش محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا در انتظار حمد ما نیست | محمد چشم بر راہ ثنا نیست
خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس | محمد حامد حمد خدا بس
مناجاتے اگر خواہے بیان کرد | بہ بیتے ہم قناعت میتوان کرد
محمد از تو میخواہم خدا را | الٰہی از تو حب مصطفےٰ را

امابعد عرض کرتا ہے یہ احقر خدام آستانہ فیض کاشانہ امام العارفین مقدام الراسخین سراج الاولیا تاج الکبراء زبدۃ الواصلین قدوۃ الکاملین شیخ المشائخ سید السادات جنید الزمان بایزید الدوران سیدی وسندی ومعتمدی ومستندی ذخیرۃ یومی وغدی مکان الروح من جسدی حضرت مرشدنا ومولانا الحافظ الحاج **الشاہ محمد امداد اللہ** المہاجر التھانوی مولداً والمکی موردًا الفاروقی نسبًا ومحتداً الحنفی مذہبًا الصوفی مشربًا ادامہ اللہ تعالیٰ کاسمہ الشریف امدادًا من اللہ علی العباد + وافاضۃ علی طالبی الرشاد + کہ ہمارے زمانے میں اور ہمارے ملک میں اکثر لوگ تحصیل دنیا پر اسقدر گرے ہیں کہ حلال وحرام میں بھی تمیز نہیں کرتے اور اوامر ونواہی کی خبر نہیں رکھتے کارروائی پر نظر ہے نہ حساب کی خبر نہ عقاب کا خطرہ ہے منشا اس انہماک و استغراق کا یہی ہے کہ تقدیر پر اعتماد نہیں پھر انمیں بعض لوگ تو ایسے ہیں کہ مسئلہ تقدیر کو عقیدۂ حق جانتے ہیں مگر پست ہمتی سے ظاہر کو باطن کے موافق نہیں کر سکتے اور بعض ایسے ہیں کہ اس مسئلہ تقدیر ہی کو فسانہ بیمعنی سمجھتے ہیں اور ایسے اعتقاد والوں پر ہنستے ہیں یہ خیال باطل مدعیان تہذیب وروشنی جدید کا جمایا ہوا ہے جنھوں نے اسکے علاوہ دین میں اور بھی بہت سا فتور مچایا ہے

ایک روز حضور پُرنور ممدوح الذکر دام ظلہم کی محفل قدس و مجلس اُنس میں کہ منبع فیوض و انوار و معدن برکات و اسرار ہے منجملہ افادات اِس مضمون کا بھی تذکرہ ہوا از انجا کہ مقبولان الٰہی مظہر اتم صفت رحمت کے ہوتے ہیں حضور ممدوح دام ظلہم کو براہِ شفقت و دلسوزی خیال ہوا کہ ان غریقان بحر غفلت کو ساحل ہدایت پر لانے کی کوئی صورت نکالی جاوے ارشاد فرمایا کہ کتاب **تنویر فی اسقاط التدبیر** تصنیف حجۃ الاولیا ابن عطا صاحب حِکَم قدس سرہٗ اس مبحث میں خوب ہے جسکا ہر مضمون مدلّل بدلائل عقلیہ و نقلیہ و کشفیہ ہونیکے سبب سے مقبول و مرغوب ہے اگر اُردو زبان میں اسکا ترجمہ ہوجاوے تو نفع اُسکا عام و رفیض اسکا تام ہو اور عجب نہیں کہ مدعیان مذکور بھی بشرط فہم و انصاف و ترک تعصب و اعتساف راہِ راست پر آویں ورنہ اور سادے مسلمان تو اِس اعتقاد فاسد اور خیال کاسد سے محفوظ رہینگے اور کسی کے دام میں نہ پھنسینگے اور نیز اِس سے طلبا کو علم اور علما کو عمل اور عابدوں کو معرفت اور عارفوں کو حال اور اہل حال کو مقام اور اہل مقام کو کمال اور اہل کمال کو دولت بے زوال نصیب ہوگی اور اس نادان ناکارہ کو جو خاص واسطے استفادۂ معانی و برکات کے حضور میں ہند سے چند ماہ کا آیا ہوا تھا اور اُس وقت حاضر محفل فیض منزل تھا ترجمے کے لئے فرمان ہوا جسمیں باوجود اپنی نااہلیت کے امتثالاً للامر مستعد بدل و جان ہوا روزانہ تھوڑا تھوڑا لکھتا اور حضور میں سنا دیتا یہانتک بہت تھوڑی مدت میں بحمد اللہ اتمام کو پہونچا اور **اکسیر فی اثبات التقدیر** نام رکھا گیا میری بد استعدادی و کاہلی پر اِس امر کا سر انجام ہونا محض حضور دام ظلہم کا فیضان ہے کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقان ؎ مصلحت را تہمتے بر آہوئے چین بستہ اند کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل ؎ نسیمِ صبح تیری مہربانی ؎ بعض مواقع پر تفصیل اجمال یا توضیح اغلاق کے لئے ترجمے سے زائد متن میں کچھ بڑھایا گیا اُسکے شروع پر حرف **ف** اور اُسکے ختم پر حرف **ت** لکھدیا گیا اور کہیں کہیں حاشیے پر حضور دام ظلہم کے بعض ارشادات جو وقت استماع ترجمہ فرماتے جاتے تھے لکھکر ختم پر لفظ **ملفوظ** لکھدیا اور بعض جگہ جو از خود کچھ لکھا اُسکے بعد **مترجم** لکھدیا اور اِس ترجمے میں حضرات اخوان الطریقت و خلّان الحقیقت جناب مولوی محب الدین صاحب پشاوری و جناب مولوی سیّد حمزہ صاحب دہلوی و جناب مولوی ابو احمد صاحب بھوپالی و جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب

سنبھلی سلمہم اللہ تعالیٰ وکرمہم ونعمہم سے بہت مدد ملی خصوص جناب مولوی سید حمزہ صاحب نے سب سے زیادہ مدد فرمائی جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء پھر یہ ترجمہ حضرت تاج الادباء سراج الفضلاء مولانا ذوالفقار علی صاحب رئیس دیوبند ضلع سہارنپور مدظلہ العالی کی خدمت میں بغرض اصلاح بھیجدیا گیا مولانا ممدوح کے نظر فرمانے کے بعد اب یہ ترجمہ انشاء اللہ تعالیٰ قابل اطمینان ہی پھر بھی اگر کہیں کوئی لغزش پائی جاوے وہ اس نادان کی طرف منسوب سمجھنا چاہیئے اور ناظرین سے امید ہے کہ جب اسکو مطالعہ فرماویں تو بزرگان مسبوق الذکر کو اور اس احقر کو دعائے خیر سے یاد فرماویں یا الٰہی اس ترجمے کو مقبول فرماکر ذریعہ ہدایت بنا اور ہمکو بھی توفیق عطا فرما آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وعترتہ واولیاء امتہ اجمعین ابد الآبدین ودھر الداہرین ط

عرض ضروری چونکہ تفصیل بعد الاجمال خوب دلنشین اور ذہن میں جاگزین ہوتی ہے۔ اسلیئے کتاب ہذا کا خلاصہ مضمون اجمالاً اول لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل فہم تکرار سے محظوظ ہونگے اور کم فہم غلط فہمی سے محفوظ رہینگے وھو ھذا۔ جاننا چاہیئے کہ تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چلتی مگر پھر بھی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں سے کہ بعض اُن میں متعلق باسرار وحقائق ہیں تدبیر مشروع ہوئی مگر چند شرائط کے ساتھ مشروط کی گئی کہ اصول انکے سات امر ہیں **اول** وہ تدبیر شریعت کے خلاف نہو **دوم** تدبیر پر بھروسا نہو بلکہ مسبب الاسباب پر نظر رہے **سوم** اگر دنیا کی تدبیر کرے اُسمیں آخرت مقصود ہو **چہارم** تدبیر دنیا میں اس قدر غرق نہو کہ اللہ سے اور اُسکے احکام سے غفلت ہوجاوے **پنجم** صلحا وعلما کی صحبت ترک نکرے تاکدورت اسباب اثر نکرے **ششم** حقوق شرعی ادا کرتا رہے **ہفتم** ہر شخص اپنی حالت کے اعتبار سے ضرورت سے زائد جمع نکرے یہ توہم نے درخت شمار کرادیے اب بسم اللہ کرکے باغ میں چلو اور علوم وحکم کے پھل نوش جان کرو آگے ترجمہ شروع ہوتا ہے

واللہ الموفق وھو الہادی الی صراط مستقیم ط

ل بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ نیا و ترجمے کی مولوی صاحب ہی نے ڈالی اور احقر نے صرف دیواریں اٹھادیں والفضل للمتقدم ۱۲ مترجم

ے یعنی حضور پیر و مرشد مدظلہ و مصنف تنویر و اخوان ملقب و مولانا ذوالفقار علی صاحب ۱۲ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یوں فرماتے ہیں حضرت امام عارف پیشوا محقق تاج العارفین لسان المتکلمین امام زماں یکتائے دوران حجۃ السلف امام الخلف قدوۃ السالکین حجۃ المتقین تاج الدین ابو الفضل احمد بن محمد بن عبد الکریم بن عطاء اللہ سکندری اللہ جل شانہ انسے خوش ہووے اور انکو خوش کرے اور ہمکو اور تمام مسلمانوں کو ان کی ذات مقدسہ سے نفع بخشے بیشک وہ سب کی سنتا ہے اور سب سے قریب ہے اور سب کی دعا قبول کرتا ہے۔ حمد کے قابل اللہ جل شانہ ہی جو کہ خلق اور تدبیر میں یکتا ہی حکم اور تقدیر میں یگانہ ہے ایسا بادشاہ جس سے کسی کو مماثلت نہیں کسی کو اسکی سی سماعت و بصارت نہیں۔ اسکی سلطنت کو حاجت وزیر نہیں۔ ایسا مالک ہے جسکے ملک سے باہر کوئی صغیر و کبیر نہیں کمال وصف میں کوئی اسکا شبیہ و نظیر نہیں۔ کمال ذات میں امکان تمثیل و تصویر نہیں۔ ایسا علیم کہ اس سے مخفی کسی کا مافی الضمیر نہیں چنانچہ خود فرماتے ہیں اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ہ یعنی بھلا وہ نہ جانے جسنے بنایا حالانکہ وہ بڑا رازدان اور نہایت خبردار ہے وہ ایسا عالم ہے جو ہر امر کی ابتدا اور انتہا سے باخبر ہے وہ ایسا سننے والا ہے جسکے آگے چیخنا اور چپکے سے بولنا برابر ہے وہ رزاق ہے تمامی مخلوقات کا روزی رساں ہے وہ قیوم ہی اور سبکا ہر حال میں ذمے دار ہے وہ بخشش کرنے والا ہے اور اُسنے اپنے کمال احسان سے روحوں کو وجود حیات بخشا ہے وہ قدرت والا ہے اور وہ اپنے کمال قدرت سے مخلوقات کو پھر دوبارہ زندہ کریگا وہ بڑا حساب کرنے والا ہے اور اُن کو بدلہ دیگا جس روز وہ اچھے اور برے عمل لیکر اُسکے روبرو آوینگے

پس ہر عیب سے پاک وہی ذات مقدس ہے جسنے بندوں پر اُنکے وجود سے پہلے انعام فرمایا اور اُن کو ہر حال میں رزق پہونچاتا ہے خواہ اُسکا حکم مانیں یا نہ مانیں اور اپنے کرم سے ہر موجود کی مدد کی۔ اور اُسکے وجود با جود کی مدد سے تمام عالم کے وجود کی بقا ہے اور زمین پر اُسکی حکمت کا ظہور ہے اور آسمان پر اُسکی قدرت کا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سوا اُس یکتا کے کوئی قابل عبادت نہیں اور کوئی اُسکی شرکت کا مستحق نہیں اور ایسی گواہی دیتا ہوں جیسے تابعدار اور حکم کا ماننے والا بندہ دیا کرتا ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکے بندے ہیں اور رسول اور سب پیغمبروں سے افضل ہیں اور اللہ جل شانہ نے انکو اپنے کمال فضل و عطا سے مخصوص فرمایا ہی ابتدا بھی اُنہیں سے ہی اور انتہا بھی انہیں پر ہوئی اور یہ فضیلت اور کسی میں نہیں اور جس روز اللہ جل شانہ اپنے بندوں کو فیصلہ کرنیکے واسطے جمع کریگا اس روز وہ سب کی شفاعت فرماوینگے اللہ پاک کی رحمت اُنکی ذات مقدس اور جمیع انبیا اور اُن کے آل و اصحاب پر نازل ہو جو کہ آپکی محبت کو مضبوط تھامے ہوئے ہیں اور اللہ جل شانہ بہت سا سلام بھیجے۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے اے بھائی اسبات کو جان لے اللہ تعالیٰ تجھے اپنے عاشقوں میں کردے اور تجھے اپنا قرب نصیب کرے اور اپنے مسنون کی محبت کی چاشنی تجھے چکھائے اور ہمیشہ تجھکو اپنے وصل میں رکھکر اعراض اور روک ٹوک سے مطمئن کردے اور اپنے اُن بندوں سے تجھے کردے جنکو اُسنے پیام سلام کے ساتھ مخصوص فرمایا اور اُنکو اپنے انوار تجلیات سے مشرف فرماکر دلجوئی کی جبکہ یہ سمجھکر شکستہ دل ہوگئے تھے کہ اِن آنکھوں سے دیدار نہیں ہوسکتا اور اُنکے لئے دروازے باغ قرب کے کشادہ فرماکر اُنکے قلوب پر اپنے قرب کی خوشبودار ہوائیں چلائیں اور اُنکو تقدیر ازلی کا مشاہدہ کرادیا اُن لوگوں نے اپنا کلی اختیار اُسکے حوالے کردیا اور یہ اِن لوگوں پر ظاہر کردیا کہ ہمارے کام میں ہماری مہربانی پوشیدہ ہوا کرتی ہی اُسکے معلوم ہونے سے اُنھوں نے جھگڑا اور عناد چھوڑ دیا اور اُسکے حکم کے مطیع ہوگئے۔ اور ہر کام میں اُسپر بھروسا کرنے لگے کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ مقام رضا جب نصیب ہوتا ہی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہے اور جان گئے کہ کھلم کھلا بندہ ہونا جب میسر آتا ہی کہ اُسکی تقدیر کو مان لیا جاوے پس ایسے بندے اغیار اور کدورات سے محفوظ رہتے ہیں جیسے کسی نے کہا ہے ؎

سے حوادث کو پہونچ اُن تک کہاں ہیں ؎ کہ انکے ہاتھ میں اُسکی عنان ہے ؎ اُنپر اللہ تعالے
سے حکم جاری ہوتے ہیں اور وہ لوگ اُسکی عظمت کے آگے دبے رہتے ہیں اور اُسکے حکم کے سامنے
گردن جھکائے رہتے ہیں جیسے کسی کا قول ہے سہ تصرف اُسکے گو جاری ہیں تجھپر ؎ مگر دل نے
جُھکایا ہے ترے سر ؎ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ جو شخص اللہ کی جناب میں رسائی چاہے
تو اُسکو لازم ہے کہ دروازے سے آوے ف در وازہ تن بہ تقدیر ہوتا ہے ت اور رسائی
کے سامان پیدا کرے اور سب سے زیادہ تر چھوڑنے اور منہ موڑنیکے قابل تدبیر ہی جو اصل میں
مقابلۂ تقدیر ہے پس مینے یہ کتاب اسی امر کے بیان میں اور اسمیں جو کچھ ہے اُسکو ظاہر کرنے
کے لئے تصنیف کی اور **تنویر فی اسقاط التدبیر** اسکا نام رکھا تاکہ اسکا اسم اسکے مسمّٰی کے
موافق ہوجاوے اور اُس کی عبارت اُسکے مطلب کے مطابق ف یعنی تدبیر کے چھوڑنے کی
خوبی کا روشن کردینا ت اور اللہ سے درخواست ہے کہ اس تصنیف میں اخلاص تام
نصیب کرے اور اپنے فضل عام سے قبول فرماوے اور خاص و عام کو اس سے نفع دے
بوسلۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ہر شئے پر قادر ہے اور قبول فرمانے کی قابلیت رکھتا ہی ؎ اللہ
جلّ شانہٗ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے قسم ہے تیرے رب کی وہ لوگ ایماندار نہیں ہونگے جبتک
اپنے اختلافات میں تجکو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم حکم نہ بناویں اور پھر تیرے حکم سے دلتنگ
نہوں اور اُس حکم کو تسلیم کریں اور فرمایا ؎ اللہ تعالی نے کہ تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے
اور وہ مختار ہے مخلوق کو کچھ اختیار نہیں اللہ جلّ شانہٗ مشرکون کے شرک سے پاک اور برتر ہی اور
فرمایا ؎ اللہ تعالی نے کیا ان کو اُسکی ہر آرزو ملجاتی ہے پس خدا ہی کی ہے دنیا اور آخرت اور
نبی ؎ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو خدا کو رب بناکر اور اسلام کو دین ٹھہراکر اور محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو نبی سمجھکر راضی ہوا اُسنے ذائقہ ایمان چکھ لیا اور نبی ؎ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ سے
راضی رہکر اُسکی عبادت کر اور اگر راضی رہنے کی تجھے قدرت نہو تو نامرغوب طبع پر صبر کرنے میں
بھی بڑی خیر ہے اِسکے علاوہ اور بہت سی آیتیں اور حدیثیں تدبیر کے ترک کرنے اور تقدیر سے
نہ جھگڑنے پر دلالت کرتی ہیں خواہ صراحۃً یا اشارۃً اور اہل معرفت نے فرمایا ہی جو شخص تدبیر
نہیں کرتا اُسکے لئے تدبیر اُدھر سے ہوتی ہے ؎ اور شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالے عنہ

ص١ آیت یہ ہے فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ١٢ مترجم

ص٤ آیت یہ ہے وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لہم الخیرۃ سبحان اللہ تعالی عما یشرکون ١٢ مترجم

ص٣ آیت یہ ہے ام للانسان ما تمنی فللہ الآخرۃ والاولی ١٢ مترجم

ص٢ حدیث یہ ہے ذاق طعم الایمان من رضی باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا ١٢ تنویر

ص٥ حدیث یہ ہے اعبد اللہ بالرضی فان لم تستطع ففی الصبر علی ما تکرہ خیر کثیر ١٢ تنویر

ص٦ کارساز ما بساز کار ما فکر ما در کار ما آزار ما ١٢ مترجم

[illegible]

فرماتے ہیں کہ اگر تدبیر ضروریات سے ہی تو یہی تدبیر کرو کہ تدبیر کو چھوڑ دو اور انہوں نے فرمایا ہے کسی کام میں اپنی پسند کو دخل نہ دے اور اپنی پسند کو چھوڑ دینا پسند کرلے اور اپنی پسند سے بھاگ اور اپنے اس بھاگنے سے بلکہ ہر شئے سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف بھاگ اور تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے پس پہلی آیت جو ہے اعنی فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ایمان حقیقی اُس شخص کو حاصل ہوتا ہی جو اللہ جلشانہٗ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نفس پر حاکم بناوے قول میں اور فعل میں اور کسی شئے کے اختیار کرنے اور ترک کرنے میں اور محبت میں اور بغض میں اور یہ ارشاد احکام تکلیفی اور احکام تصریفی دونوں کو شامل ہی دونوں میں اتباع وتسلیم واجب ہے۔ اور احکام تکلیفی سے مراد شریعت کے اوامر ونواہی ہیں جو افعال عباد سے متعلق ہیں اور احکام تصریفی سے مراد وہ امور ہیں جو اپنے مقصود کے خلاف وارد ہوتے رہتے ہیں پس اس سے ظاہر ہوا کہ حقیقت ایمان دو امروں سے حاصل ہوتی ہے ایک حکم ماننا دوسرے اسکے قہر کے آگے گردن جھکا دینا پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسی پر بس نہیں کیا کہ اُس شخص کے ایمان کی نفی کر دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ مانے یا مانے مگر آپ کے حکم سے دلمیں تنگی پائے بلکہ اس نفی پر اپنی اس ربوبیت کی قسم بھی کھائی جو جناب ختمی مآب کے ساتھ از راہ رعایت وعنایت کے خصوصیت رکھتی ہی کیونکہ فَلَا وَالرَّبِّ نہیں فرمایا بلکہ فَلَا وَرَبِّكَ فرمایا پس اسمیں قسم بھی اور جس بات پر قسم کھائی ہے وہ بھی مؤکد ہوگئی کیونکہ اللہ سبحانہٗ جانتا ہے کہ دلوں میں کیا چیز بسی ہوئی ہے یعنی غلبہ اور نصرت کی محبت ہر حال میں خواہ اپنا حق اور پر ہو یا اور کا اپنے اوپر اور اس کلام میں اظہار اس امر کا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ جلشانہٗ کی کیسی کچھ عنایت ہے کیونکہ آپ کے حکم کو اپنا حکم اور آپ کے فیصلے کو اپنا فیصلہ قرار دیا پس بندوں پر آپ کا حکم ماننا اور اطاعت کرنا واجب کر دیا اور خدائی پر ایمان لانا مقبول نہیں فرمایا تا وقتیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کو نہ مانیں کیونکہ جب آپ کی صفت میں یہ فرمایا کہ آپ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے وہ سوائے وحی کے اور کچھ نہیں ہے پس آپ کا حکم حکم آلہی ہی اور آپ کا فیصلہ فیصلہ خداوندی ہے جیسا کہ فرمایا ہے جو لوگ[۵] تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ خدا ہی سے بیعت کرتے ہیں اور اس قول کو مؤکد فرمانے کے لئے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہی

۵ حدیث یہ ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم تتمہ

اور اس آیت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت قدر و عظمت امر کی طرف ایک دوسرا اشارہ ہے اور وہ یہ قول ہے فلا و ربک اسمیں اللہ جل شانہ نے اپنی ذات کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جیسے کہ دوسری آیت میں کھیعص ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا پس حق تعالی نے اپنے نام پاک کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف کیا اور زکریا علیہ السلام کے نام مبارک کو اپنے نام مبارک کی طرف مضاف کیا تاکہ بندے دونوں مرتبوں کا فرق سمجھ لیں پھر اللہ جل جلالہ نے تحکیم ظاہری پر اکتفا نہیں کیا کہ اس سے مسلمان بن جائیں بلکہ یہ شرط لگائی کہ تنگدلی بھی نہونے پائے خواہ حکم انکی خواہش کے موافق ہو یا مخالف اور دلوں کے تنگ ہونے کا سبب یہی ہے کہ انوار سے خالی اور اغیار سے پر ہوتے ہیں اور مومن ایسے نہیں ہیں کیونکہ نور ایمان سے انکے دل لبریز ہیں پس انمیں وسعت ہے اور انشراح اور خدائے واسع علیم کے نور نے انکو وسعت والا بنایا ہے اور اللہ کے فضل عظیم نے ان کی مدد فرمائی اسکے احکام کے تسلیم کو تیار ہیں اور ہر حال میں اسکی رضا پر راضی فائدہ جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہ و تعالی جب ارادہ کرتا ہے کہ کسی بندے سے اپنے حکم کی سہار کرلے تو اسکو اپنے انوار وصف سے خلعت عطا فرماتا ہے پس حکم الہی پیچھے نازل ہوتا ہے اور اس سے پہلے انوار نازل ہو بیتے ہیں جس سے وہ شخص اپنے رب کا بن چکا ہے اپنا نہیں رہا پس وہ اس حکم کی گرانی و شدت پر قوی و صابر ہو جاتا ہے بات یہی ہے کہ انوار وارد ہوتے ہیں اور تقدیر کی برداشت کرا دیتے ہیں خواہ یوں کہو کہ فہم کا دروازہ کھل جاتا ہے فہم آکر ان سے احکام قبول کرا دیتی ہے خواہ یوں کہو کہ عطائیں آتی ہیں اور بلاؤں کا بوجھ اٹھوا دیتی ہیں خواہ یوں کہو کہ اسکی خوبی اختیار کا مشاہدہ کرتے ہیں اور تقدیر کا بوجھ اٹھا لیتے ہیں خواہ یوں کہو کہ اسکے علم کا یقین اسکے حکم پر صابر بنا دیتا ہے اور خواہ یوں کہو کہ جب وہ جان گئے کہ وہ دیکھتا ہے انکو واقعات پر صبر آگیا خواہ یوں کہو کہ اسکے ظہور جمال نے اسکے افعال پر صابر کر دیا خواہ یوں کہو کہ جب انکو یقین ہوا کہ صبر سے مقام رضا حاصل ہوتا ہے انکو صبر آگیا خواہ یوں کہو کہ حجاب اور پردوں کے اٹھ جانے نے انکو صابر بنا دیا خواہ یوں کہو کہ ورود اسرار تصریف نے بار تکلیف کے برداشت کرنے پر قوت دیدی خواہ یوں کہو کہ جب انکو علم ہوا کہ اسکے احکام میں کیا کچھ لطف و احسان ہیں

نتائج رضا بر قضا

وہ صابر ہوگئے پس یہ دس اسباب ہیں کہ بندے کے صابر ہونے اور ثابت رہنے کے باعث ہیں اپنے آقا کے احکام پر اور قوی رہنے کے موجب ہیں اُنکے وارد ہونیکے وقت اور ان اسباب کا اپنے فضل سے عطا فرمانے والا اور مستحقان عنایت پر احسان کرنے والا وہی ہے۔ اب ہمکو ہر قسم پر ان اسباب سے مفصّل گفتگو کرنا چاہیئے تاکہ فائدہ کامل ہو **پہلا سبب** وہ یہ کہ ورود انوار تقدیر کی برداشت کرا دیتا ہے بیان یوں ہے کہ انوار جب وارد ہوتے ہیں اور بندے کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا قریب ہونا مکشوف ہوتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ یہ احکام اُسی کی طرف سے ہیں اس کا یہ جاننا کہ یہ احکام میرے آقا ہی کی جانب سے ہیں اُسکی تسلّی اور صبر کا باعث ہوجاتا ہی تونے ارشاد خداوندی نہیں سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ صبر کرو اپنے پروردگار کے حکم پر کیونکہ تم ہماری آنکھوں کے سامنے ہو۔ یعنی یہ کسی غیر کا حکم نہیں کہ تم پر شاق ہو بلکہ وہ حکم تمہارے آقا کا ہے جسکا تم پر احسان قائم ہے اور ہمارا شعر ہے اس مضمون میں ع سبک ہوگیا مجھ پر جو کچھ تھا غم وبلا؛ سُنا جب سے ہے تم نے کیا مجکو مبتلا؛ نہیں حکم حق سے آدمی کو کہیں پناہ؛ نہیں چلتا بس سر جو خود منتخب کیا؛ اور اسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی آدمی اندھیری کوٹھری میں ہو اُسکے کوئی چیز آ کر لگی مگر یہ نہیں معلوم کہ مارنے والا کون ہے جب چراغ آیا تو دیکھتا ہے کہ اُسکا شیخ ہی یا باپ یا حاکم ہی پس بیشک اُسکا یہ جاننا ایسے مقام پر اُسکے صبر کا موجب ہوگا **دوسرا سبب** کہ دروازہ فہم کا کشادہ ہوجانا قبول احکام پر معین ہوجاتا ہے جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر کوئی حکم وارد فرماتا ہے اور دروازہ فہم کا اُسپر کشادہ کر دیتا ہے تو یہ بات بتلا دیتا ہی کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس حکم کے قبول کرنے کو چاہتا ہے اور یہ اسطرح ہے کہ فہم تجکو خدا کی طرف لیجاتی ہی اور اسکی طرف ترغیب دیتی ہے اور اُسپر توکل کرا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط یعنی جو اللہ پر بھروسا کرتا ہے اللہ اُس کو کافی ہے اور غیروں پر اُسکی مدد فرماتا ہے اور اُسکی رعایت فرماتا ہے کیونکہ خدا کی طرف سے جو فہم ہوگی وہ راز عبودیت کو منکشف کرے گی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کیا نہیں اللہ تعالیٰ کافی اپنے بندے کو اور ان وجوہ کا حاصل یہی فہم ہے اور سب اسی کے انواع ہیں **تیسرا سبب** کہ واردات عطا یا برداشت بلیّات پر معین ہوتی ہیں یہ اسطرح ہے کہ جو عطائیں تجھپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہوچکی ہیں اُن کا یاد کرنا

خدائے تعالیٰ کے احکام قبول کرنے میں معین ہوتا ہے کیونکہ جیسے اُسنے تجکو بہتیری محبوب نعمتیں دیں
تجکو چاہیے کہ اُسکے محبوب احکام پر صبر کرے کیا تمنے یہ ارشاد نہیں سُنا اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةٌ
قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْهَا پس اللہ تعالیٰ نے اُنکی مصیبت میں تسلی اُس چیز سے دی جو اُنکے ہاتھ آئی تھی
یہ تقریر تو عطایائے سابقہ میں ہے کبھی خود بلا کے وارد ہونے کے وقت اُسکے ساتھ ایسی چیز
مقرون ہوتی ہے جو اُس بلا کو بندگان مقربین پر خفیف کر دیتی ہے ایک اُنمیں یہ ہے کہ اُس
بلا میں جو ثواب عظیم ذخیرہ رکھا ہے اُسکو کھول دیتا ہے ایک اُنمیں سے یہ ہے کہ اُنکے قلوب پر
استقلال اور سکون نازل فرما دیتا ہے ایک اُنمیں سے یہ ہے کہ اُسپر دقائق لطف وارد فرماتا
ہے اور ملتبین نازل فرماتا ہے یہاں تک کہ بعض صحابہؓ اپنے مرض میں فرماتے تھے اپنی خفگی کو
اور سخت کر دے اور بعض عارفین نے کہا ہے کہ میں ایک بار بیمار ہوا میں چاہتا تھا کہ یہ بیماری
نجاوے کیونکہ پھر اُسمیں اللہ کی امداد ہوئی اور غیب منکشف ہوا اور اسکے سبب میں کلام کرنیکا اور موقع
ہے جو تھا سبب کہ مشاہدہ حُسن اختیار کا تحمل تقدیرات پر قوت دیدیتا ہے اسطرح سے ہے کہ جب
بندہ اُسکے حُسن اختیار کو اپنے لئے مشاہدہ کر لیتا ہے یقیناً جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے
بندے کو دُکھ دینا نہیں چاہتا کیونکہ وہ اُسپر بڑا مہربان ہے چنانچہ خود ارشاد فرمایا ہے وَکَانَ
بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۝ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا کہ اُس کے پاس
بچہ تھا آپ فرمانے لگے کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے صحابہؓ نے عرض کیا
نہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ جیسی اسکو اپنے بچے سے محبت ہے اللہ تعالیٰ کو اپنی بندونکے
ساتھ اس سے بھی زیادہ محبت ہے مگر یہ ہے کہ بعضے دُکھ تمیز ڈالتا ہے کیونکہ اُسپر فضل انعام
مرتب ہوتا ہے کیا تمنے سُنا نہیں ارشاد[لہ] کہ پورے دیے جاتے ہیں صبر کرنیوالے اپنا اجر بے شمار
اور اگر اللہ تعالیٰ بندوں کو اُنکے اختیار کے حوالے کر دیتا تو اُسکے منت و احسان سے محروم
رہتے اور بہشت میں داخل نہونے پاتے پس اُسکا شکر ہے حُسن اختیار پر کیا تمنے سُنا نہیں
ارشاد[عہ] حق تعالیٰ کا شاید نا پسند کرو تم کسی چیز کو حالانکہ وہ بہتر ہو تمہارے لئے اور شاید کہ پسند کرو کسی
چیز کو اور وہ بُری ہو تمہارے لئے اور مشفق باپ اپنے بیٹے کے لئے پچھنے لگانے والے کو لاتا ہے
اور دُکھ پہونچانا مقصود نہیں ہوتا اور جیسے خیر خواہ طبیب کہ نشتر سے ہوسکے تجکو رنج پہونچاتا ہے

[لہ] آیت یہ ہے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب ۱۲ مترجم

[عہ] آیت یہ ہے عسیٰ ان تکرہوا شیئا وہو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئا وہو شر لکم ۱۲ مترجم

گو اُن مرہموں سے تجکو تکلیف ہو اور اگر وہ تیرے اختیار کا اتباع کرے تو شفا کوسوں دُور بھاگے۔ اور جسکو کوئی چیز ندیجاوے اور وہ یہ جانتا ہو کہ یہ ندینا محض شفقت کے باعث سے ہے تو یہ ندینا ہی اُسکے حق میں دینا ہے جیسے مادر مہربان اپنے بچے کو بدہضمی کے اندیشے سے زیادہ نہیں کھانے دیتی اسیواسطے شیخ ابوالحسن نے فرمایا ہے کہ اسکو جان لو کہ اللہ تعالیٰ اگر تمکو کوئی چیز نہیں دیتا تو یہ ندینا بوجہ بُخل کے نہیں بلکہ عین رحمت ہے پس اللہ تعالیٰ کا ندینا بھی دینا ہے لیکن ندینے میں دینا وہی سمجھتا ہے جو صدیق ہو اور ہمنے ایک اور کتاب میں ثابت کیا ہے کہ جب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بلا میں مبتلا کیا ہے تو بلا کا الم کم ہوجاتا ہے پس جسکی طرف سے تجھپر یہ احکام تقدیری متوجہ ہوتے ہیں وہی تو ہے جو تیرے حق میں حُسن اختیار رکھتا ہے **پانچواں سبب** کہ اُسکے علم کا اعتقاد اُسکے حکم پر صابر بنا دیتا ہے وہ اسطرح ہے کہ جب بندہ یقین کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجکو جس بلا میں مبتلا کیا ہے وہ اُسپر مطلع بھی ہے تو بار بلا بلاشک سبک ہوجاتا ہے کیا تمنے یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کا نہیں سُنا کہ صبر کر اپنے پروردگار کے حکم کے لئے کیونکہ تم ہماری آنکھوں کے روبرو ہو یعنی اے محمدؐ کفار قریش سے جو عناد و تکذیب آپ کو پیش آتی ہے وہ ہمپر مخفی نہیں ایک حکایت مشہور ہے کہ کسی شخص کے ننانوے تازیانے لگے اُسنے آہ نہیں کی جب سووان تازیانہ مارا آہ کرنے لگا کسی نے اسکا سبب پوچھا اُسنے کہا کہ جسکے سبب میں مارا گیا ہوں ننانوے میں تو وہ یہاں تماشائیوں میں موجود تھا اور مجکو دیکھ رہا تھا مجکو کچھ درد نہیں معلوم ہوا آخر تازیانے میں وہ چلا گیا اسوقت درد محسوس ہوا **چھٹا سبب** کہ اُسکے ظہور جمال نے اُسکے افعال پر صابر بنا دیا یہ اسطرح ہے کہ بندے پر کڑی تلخ بلا پڑنے کے وقت اللہ تعالیٰ جب تجلّی فرماتا ہے تو وہ حلاوت تجلّی میں اُسکی سختی کو جھیل لیتا ہے اور اکثر اوقات غلبۂ تجلّی سے دُکھ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے اور تمہارے لئے اس مضمون میں آیت بس ہے پس جب دیکھا عورتوں نے یوسفؑ کو اُسکی بڑائی کی اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے **ساتواں سبب** کہ اُنکے اس اعتقاد نے کہ صبر سے رضا پیدا ہوتی ہے اُنکو قضا پر صابر بنا دیا یہ اسطرح ہے کہ جو اللہ کے احکام پر صبر کرتا ہے یہ اللہ کی رضا کا باعث ہوجاتا ہے پس وہ اُسکی تلخی کو طلب رضا کے لئے برداشت کر لیتے ہیں جیسے کڑوی دوا بامید شفا پی لی جاتی ہے **آٹھواں سبب**

کہ پردوں کے اُٹھ جانے نے اُنکو تقادیر پر صابر بنا دیا ہے یہ اسطرح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے وارد ہونے والی بلائیں اُٹھوانا چاہتا ہے تو اسکی بصیرت قلب سے حجاب اُٹھا دیتا ہے پس اپنا قرب اُسکو دکھلا دیتا ہے پس اُنس قرب اسقدر غالب ہوتا ہے کہ ادراک الم کا پتہ نہیں رہتا اور اگر خدائے تعالیٰ اہل نار پر اپنے جمال و کمال سے تجلّی فرماوے تو اُن کو عذاب عذاب نہ معلوم ہو اسیطرح اگر اہل جنت سے حجاب کرے تو کوئی نعمت خوش نہ آوے پس عذاب حقیقت میں وجود حجاب ہے اور انواع عذاب اُسکے مظاہر ہیں اور نعیم ظہور و تجلّی سے ہے اور انواع نعیم اِسکے مظاہر ہیں **نواں سبب** کہ اسرار تصریف کے وارد ہونے بار تکلیف اُٹھانے پر قوت دیدی اور یہ اسطرح ہے کہ تکالیف تو بندوں پر بے شک شاق ہیں اور اسمیں یہ سب امور داخل ہیں بجالانا احکام کا باز آنا نواہی سے صبر کرنا احکام پر شکر کرنا انعام پر یہ چار چیزیں ہوئیں طاعت معصیت نعمت بلا اور پانچویں کوئی چیز نہیں اور اِن چاروں میں جدا جدا تیرے ذمّے اللہ تعالیٰ کا حق عبودیت ہے کہ بمقتضائے ربوبیت تجھ سے اُسکا تقاضا کرتا ہے پس اسکا حق اطاعت میں تو تیرے ذمّے یہ ہے کہ اُسکا احسان مشاہدہ کرے اور معصیت میں حق ہے کہ اسمیں جو کچھ ضائع کیا ہے اُس سے استغفار کرے اور بلا میں یہ حق ہے کہ اُسپر صبر کرے اور نعمت میں یہ حق ہے کہ اُسپر شکر کرے اور یہ تمامی بار فہم کی بدولت اُٹھ سکتے ہیں جب تو نے یہ سمجھ لیا کہ طاعت کا نفع تجکو ہی ملے گا اُسپر قیام کرنا آسان ہوجاویگا جب یہ جان لیا کہ معصیت پر اصرار کرنا اور گناہ میں پڑنا آخرت میں عقاب الٰہی اور دنیا میں زوال نور ایمان کا باعث ہے یہی موجب ترک ہوجاویگا اور جب یہ یقین کرلیا کہ صبر کا ثمرہ تجکو ہی ملیگا اور اُسکی برکت تیری طرف پھر کر آئے گی ضرور اُسکی طرف دوڑے گا اور اُسکا سہارا پکڑے گا اور جب یہ اعتقاد کرلیا کہ شکر کی بدولت خدائے تعالیٰ کی طرف سے نعمت بڑھے گی کیونکہ اُسکا فرمان ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ یہ سبب ہوجاویگا صبر پر دوام اور آمادگی کرنیکا اور اِن چاروں میں کلام وسیع کرینگے ہم آخر کتاب میں اور اُسکے لیے جُدی فصل مقرر کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ **دسواں سبب** کہ اللہ تعالیٰ نے احکام تقدیری میں جو کچھ اپنا لطف و احسان پوشیدہ کیا ہے جب اُن لوگوں کو اُسپر اطلاع ہوتی ہے تو صبر آجاتا ہے یہ اسطرح ہے کہ ناگوار چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے الطاف کو امانت رکھا ہے

کیا تمنے سُنا نہیں فرمانا اللہ تعالیٰ کا عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ اور فرمانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ جنّت ناگوار چیزوں کے ساتھ اور دوزخ شہوات سے گھیری گئی ہے اور بلیات و امراض اور فاقوں میں اسقدر اسرار الطاف ہیں کہ اُنکو سوائے اہل بصیرت کے کوئی نہیں سمجھ سکتا تمنے خیال نہیں کیا کہ بلاؤں سے نفس دب جاتا ہے اور ذلیل ہوجاتا ہے اور اپنے حظوظ کی خواہش سے مدہوش ہوجاتا ہے اور بلاؤں کیساتھ ذلت ہو اور ذلت کے ساتھ نصرت فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ اور اس میں زیادہ گفتگو کرنے سے مقصود کتاب سے علیحدہ ہوئے جاتے ہیں اسلیئے پھر آیت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور وہ آیت یہ ہی فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ الآیۃ جاننا چاہیئے کہ احوال تین ہیں قبل تحکیم بعد تحکیم عین حالتِ تحکیم پس قبل تحکیم میں عبودیت یہ ہے کہ تحکیم کریں اور عین تحکیم اور بعد تحکیم میں عبودیت یہ ہی کہ اپنے دلوں میں تنگی نپائیں۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ تنگی نہ پانا تو حاکم بنانے کو لازم ہی جواب دیا جاویگا کہ یہ ضرور نہیں کہ جو حاکم بناوے تو وہ تنگی بھی نہ پاوے کبھی ظاہر میں حاکم بناتا ہے اور دل میں کراہیت موجود ہوتی ہے پس بالضرور تحکیم کے ساتھ فقدان حرج اور وجود تسلیم کو ملانا چاہیئے اگر کوئی اعتراض کرے جب تنگی نپائی تو تسلیم کرلیا پھر اِس کہنے سے کیا فائدہ ہوا وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اسکا جواب یہ ہی کہ معنی اس قول کے یہ ہیں کہ جمیع امور میں تسلیم کرلیں اگر کوئی کہے کہ یہ تو حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ سے لازم آگیا جواب یہ ہے تحکیم کو مطلق نہیں لائے بلکہ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ کے ساتھ مقید کیا پس آیت تین امر کو شامل ہوئی ایک حاکم بنانا آپس کے جھگڑوں میں دوسرا تنگی نہ پانا تیسرا تسلیم مطلقاً پایا جانا آپس کے جھگڑوں میں بھی اور اپنے ذاتی حالات میں بھی پس یہ تعمیم بعد تخصیص ہی خوب سمجھ لو دوسری آیت وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ چند فائدوں کو شامل ہے پہلا فائدہ یہ جو فرمایا کہ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو لازم ہے کہ اللہ کے سامنے کچھ تدبیر نہ کرے کیونکہ جب وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے تو تدبیر بھی جو چاہے کریگا جو پیدا کرنے کا مالک نہیں وہ تدبیر کا بھی مالک نہیں۔ کیا پیدا کرنیوالا اور نہ پیدا کرنے والا برابر ہوسکتا ہے آیا نصیحت نہیں قبول کرتے تم وَیَخْتَارُ سے معلوم ہوتا ہے کہ اختیار میں وہ یکتا ہے اور اُسکے افعال صادر بالاضطرار نہیں بلکہ وہ صفت

اختیار کے ساتھ موصوف ہے اور اسمیں بندے پر لازم ٹھیرانا ہے کہ اپنا اختیار اور تدبیر
اللہ کے آگے ساقط کردے کیونکہ جو صفت اسکی ہے وہ تیری نہیں ہوسکتی اور یہ قول مَا کَانَ
لَهُمُ الْخِيَرَةُ اِسکے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ وہ لوگ اس لائق نہیں کہ اُنکے لئے اختیار
حاصل ہوا اور وہ اسکے مستحق ہوں دوسرے یہ کہ ہمنے اُنکو اختیار نہیں دیا اور اس امر کا مستحق
نہیں بنایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ہ یعنے اللہ تعالےٰ اس سے پاک ہے کہ اُسکے
آگے اُن کا اختیار چلے اور اس آیت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ جو شخص اللہ کے ساتھ اختیار کا
دعویٰ کرے وہ مشرک ہے لسان حال سے دعویٰ ربوبیت کا کر رہا ہے اگرچہ زبانی اس سے
براءت ظاہر کرتا ہو تیسری آیت فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى
یعنی کیا انسان کو اُسکی ہر آرزو ملجاتی ہے پس اللہ ہی کی ہے آخرت اور دنیا یہ آیت دلیل ہے
اسکی کہ اللہ کے آگے تدبیر ساقط کرنا چاہیئے کیونکہ یوں فرمایا کہ انسان کو کیا اُسکی ہر آرزو ملجاتی
ہے یعنی ایسا نہیں ہوتا اور اُسکو یہ شایان نہیں کیونکہ ہمنے اُسکو اسکا مالک نہیں کیا پھر اسکو موکد
کیا اس قول سے فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى یعنی جب دُنیا و آخرت دونوں اللہ ہی کے ہوئے
تو انسان کا کچھ نہوا تو اُسکو مناسب نہیں کہ غیر کی ملک میں تدبیر کرے البتہ دارین کی تدبیر
کرنا اُس ذات کو زیبا ہے جو اُن دونوں کا مالک ہے اور وہ فقط اللہ تعالیٰ ہے اور یہ فرمانا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاق طعم الایمان الخ اسمیں دلیل ہے کہ جو ایسا نہوگا ایمان کی
حلاوت اور ذوق نپاویگا اُسکا ایمان صرف ایک صورت بے جان اور ظاہر بے معنی اور نقش بے حقیقت
ہوگا اور اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو قلوب امراض غفلت و ہوا سے سالم ہیں وہ لذیذ معانی سے
مزے لیتے ہیں جیسے تمام نفوس لذیذ کھانوں سے خوش ہوتے ہیں اور ایمان کا مزہ وہی چکھیگا
جو اللہ کے رب ہونے پر راضی ہو کیونکہ جب اسکے رب ہونے پر راضی ہوگا اُسکے آگے گردن جھکادیگا
اُسکے حکم کا مطیع ہوگا اپنا اختیار اسکے حوالے کرے گا اُسکے حسن تدبیر و اختیار کے روبرو اپنا اختیار
و تدبیر چھوڑ دیگا اسوقت لذت عیش اور راحت تفویض دیکھے گا اور جب یہ اُس سے راضی ہوگا
رب بنانے میں اِسکے لیئے اُدھر سے رضا ہوگی جیسا فرمایا اللہ تعالیٰ نے رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
عَنْهُ یعنی اللہ اُنسے راضی ہوا اور وہ اُس سے راضی ہوئے اور جب اسکے لیے اللہ کی طرف

۵ یہ حدیث اوپر گذر چکی مع ترجمہ کے ۱۲ مترجم

رضا ہوئی تو اللہ تعالیٰ اُسکی حلاوت پیدا کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی منّت و احسان کو جانے اور یہ رضا باللہ بدون فہم کے نہیں ہوتی اور فہم بدون نور کے نہیں ہوتی اور نور بدون قرب کے نہیں ہوتا اور قرب بدون عنایت کے نہیں ہوتا پس جب عنایت اس بندے کی طرف متوجہ ہوتی ہے یہ تمام دولتیں خزانہ منّت سے اُسکے لئے ظاہر ہوتی ہیں پس جب اللہ کی امدادیں اور انوار اُسپر پیاپے آتے ہیں اسکا قلب امراض و اسقام سے صحت پاتا ہے تو صحیح الادراک ہوجاتا ہے پس ایمان کی لذّت اور حلاوت کا ادراک بوجہ صحت ادراک و سلامت ذوق کے ہے اور اگر بیماری غفلت عن اللہ میں اسکا قلب مبتلا ہوتا تو اسکا ادراک بیسر نہ ہوتا کیونکہ بخار والا اکثر اوقات شکر کا مزہ تلخ پاتا ہے اور حالانکہ وہ واقع میں ایسا نہیں پس جب امراض زائل ہوجاتے ہیں حقائق اشیا کو دریافت کرتا ہے پس پالیتا ہے حلاوت ایمان و لذّت طاعت کو اور تلخی قطع تعلق اور مخالفت کو پھر جب حلاوت ایمان کو پائیگا تو اُسپر خوش ہوگا اور اسمیں اللہ کا احسان مشاہدہ کریگا اور ان اسباب کو طلب کریگا جن سے ایمان محفوظ ہے اور حاصل ہوا اور جب لذّت طاعت کو پائیگا تو اُسپر دوام کریگا اور اُسمیں اللہ کا احسان مشاہدہ کریگا اسیطرح جب تلخی کفران و مخالفت کو پائیگا تو ضرور ہے کہ اُسکو ترک کریگا اور اُس سے نفرت کریگا اور اُسکی طرف مائل نہوگا پس یہ باعث ہوجائیگا ترک گناہ کا اور اُسکی طرف متوجہ ہونے کا اور یہ دونوں مفہوم جدا جدا ہیں اور یہ نفرت گناہ سے اسلیئے ہوگی کہ نور بصیرت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی مخالفت اور اُس سے غافل ہونا قلوب کے حق میں زہر قاتل ہے پس مومنین کے قلوب میں اللہ کی مخالفت سے ایسی نفرت ہوجاتی ہے جیسے تمکو طعام زہر آلودہ سے نفرت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا یعنی اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو کیونکہ جب اسلام کے دین بنانے پر راضی ہوا تو اپنے آقا کی پسندیدہ اور مختار چیز پر راضی ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یعنی بیشک دین حق اللہ کے نزدیک اسلام ہے اور فرمایا وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ یعنی جو شخص ڈھونڈھے سوائے اسلام کے اور کوئی دین ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اُس سے اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ یعنی بیشک اللہ نے برگزیدہ کیا ہے تمہارے لیئے

دین پس مرنے نہ پاؤ تم مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو اور جب اسلام کے دین بنانے پر راضی ہوگا تو لازم ہے کہ اوامر کو مانیگا اور نواہی سے باز آویگا اچھی باتیں اوروں کو بتلاوے گا بری باتوں سے منع کریگا اور جب کسی ملحد کو دیکھے گا کہ غیر دین کو دین میں داخل کرنا چاہتا ہے تو اسکو جوش پیدا ہوگا اور برہان سے اسکی مغز پاشی کریگا اور قوت بیانیہ سے اسکی بیخ کنی کرے گا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہو پھر اسکو لازم ہے کہ آپ کا محب ہو اور آپ کے آداب و اخلاق اختیار کرے دنیا سے بے رغبت ہونے میں اس سے علیحدگی کرتے ہیں لوگوں کی خطا سے درگذر کرتے ہیں جو اس سے برائی کرے اس سے معاف کرتے ہیں اور اسکے سوا جتنے امور ہیں سب میں آپکا اتباع ہو کہیں کرتے ہیں اختیار کرتے ہیں ترک کرتے ہیں محبت میں بغض میں ظاہر میں باطن میں پس جو شخص اللہ تعالی سے راضی ہوگا اسکے آگے گردن جھکا دیگا جو اسلام سے راضی ہوگا اسکے موافق عمل کریگا جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے راضی ہوگا آپ کی متابعت کریگا اور ان تینوں باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں ہوتی جبتک سب نہوں کیونکہ یہ امر محال ہے کہ اللہ کے رب ہونے پر تو راضی ہو اور اسلام کے دین ہونے پر راضی نہو یا اسلام کے دین ہونے پر تو راضی ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی نہو اور ان سب کا باہم لازم و ملزوم ہونا ظاہر ہے کچھ مخفی نہیں جب یہ بیان ہو چکا تو اب اسباب کو جان لو کہ مقامات یقین کے نو ہیں توبہ اور زہد اور صبر اور شکر اور خوف اور رضا اور رجا اور توکل اور محبت اور کوئی مقام انہیں سے بدون ساقط کرنے تدبیر و اختیار کے صحیح نہیں ہوتا اور یہ اسطرح ہے کہ توبہ کرنے والے کو جیسا اپنے گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے ایسے ہی پروردگار کے آگے اپنی تدبیر کرنے سے بھی توبہ کرنا واجب ہے کیونکہ تدبیر اور اختیار قلوب کے کبیرہ گناہوں سے ہیں اور توبہ کے معنی ہیں رجوع کرنا تمامی ان امور سے جو اللہ تعالی کو پسند نہیں اور تدبیر بھی اللہ کو پسند نہیں کیونکہ وہ شرک ہے ربوبیت میں اور کفران ہے نعمت عقل کا اور کفر کو اپنے بندوں کے لئے پسند نہیں فرماتا اور ایسے شخص کی توبہ کیسے درست ہوگی کہ تدبیر دنیوی میں مبتلا ہے اپنے آقا کے حسن رعایت سے غافل ہے اور اسیطرح زہد ٹھیک نہیں ہوتا جبتک کہ تدبیر سے علیحدگی نہ کرے کیونکہ جن چیزوں سے خارج

ؔله یہ اشارہ ہے مضمون آیت کی طرف ولا یرضی بعبادہ الکفر ۱۲ مترجم

اور بے رغبت ہونیکا حکم ہے انمیں سے تدبیر بھی ہے کیونکہ زہد دو طرح کا ہے ایک زہد ظاہر دوسرا زہد خفی زہد ظاہر تو یہ ہے کہ جو چیزیں کھانے پینے پہننے وغیرہ کی حاجت سے زائد ہیں انکی رغبت نہ رہے اور زہد خفی یہ ہے کہ سرداری اور ناموری کی ہوس نہ رہے اسی کی قسم سے زہد کرنا تدبیریں اللہ کے آگے

(ف ارتباط صبر و شکر با سقاط تدبیر)

اسیطرح صبر و شکر بدون تدبیر ساقط کئے ہوئے ٹھیک نہیں ہوتا کیونکہ صابر وہ ہے جو اللہ کی ناپسند چیزوں سے صبر کرے اور اللہ کی ناپسند چیزوں میں تدبیر و اختیار بھی ہے کیونکہ صبر کی قسم یہ ہے ایک صبر کرنا حرام چیزوں سے دوسرا صبر کرنا واجبات پر تیسرا صبر کرنا تدبیر و اختیار سے خواہ یوں کہو کہ صبر کی دو قسمیں ہیں ایک صبر کرنا حظوظ البشریہ سے دوسرے صبر کرنا لوازم عبودیت پر اور لوازم عبودیت سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کے آگے تدبیر ساقط کردے اسیطرح شکر ٹھیک نہیں ہوتا مگر اس شخص کے لئے جو تدبیر کو اللہ کے روبرو ترک کردے کیونکہ شکر کے معنی بقول حضرت جنیدؒ کے یہ ہیں کہ اللہ کی نعمتوں کو اسکی نافرمانی کا ذریعہ نہ بنائے اور اگر تجکو عقل نہوتی جسکی بدولت اللہ نے تجکو تیرے امثال پر ممتاز کیا اور اسکو تیرے کمال کا سبب ٹھرایا تو ہرگز تو تدبیر نکرتا کیونکہ جمادات وحیوانات کچھ بھی تدبیر نہیں کرتے کیونکہ انمیں عقل نہیں جسکا کام ہے انجام کو دیکھنا اور اسکا اہتمام کرنا **ف** پس ایسی نعمت عظمی یعنی عقل کو تو نے اسکی نافرمانی یعنے تدبیر کا ذریعہ ٹھرایا

(ف ارتباط خوف و رجا با سقاط تدبیر)

ف اور تدبیر کرنا مقام خوف و رجا کے بھی خلاف ہے کیونکہ خوف کا جب قلب پر غلبہ ہوتا ہی اسکو اسقدر چین نہیں لینے دیتا کہ تدبیر کرے اور رجا کا بھی یہی حال ہے کیونکہ رجا کرنیوالے کا دل تو خوشی سے بھرا رہے گا اور اسکے اوقات اللہ کے معاملے میں مشغول ہونگے کون وقت ہیں تدبیر کی گنجایش ہوگی۔

(ف ارتباط توکل و رضا با سقاط تدبیر)

اور تدبیر کرنا مقام توکل کے بھی خلاف ہی کیونکہ متوکل تو وہ ہے جو اپنا کلی اختیار اسکے حوالے کردے اور تمام امور میں اسپر اعتماد کرے پس اسکے لوازم میں سے ہے تدبیر نکرنا اور اجراے احکام کے لئے گردن جھکا دینا اور ترک تدبیر کا تعلق مقام توکل و رضا کیساتھ بہ نسبت تعلق دوسرے مقامات کے زیادہ ظاہر ہے

(ف ارتباط محبت با سقاط تدبیر)

اور تدبیر کرنا مقام محبت کے بھی خلاف ہے کیونکہ عاشق اپنے محبوب کے عشق میں مستغرق ہے اور اسکا عین مطلوب یہی ہے کہ اسکے روبرو اپنے ارادے سے دست بردار ہو جاوے اور عاشق کو کسی وقت میں تدبیر کی گنجایش ہی نہیں کیونکہ اسکو اللہ کی محبت نے اس سے غافل کر رکھا ہے اسیواسطے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے

جسنے اللہ کی خالص محبت کا کچھ بھی مزہ چکھ لیا اُسنے ماسوا سے اُسکو غافل بنا دیا اور تدبیر کرنا مقام رضا کے بھی خلاف ہے اور یہ بہت ظاہر ہے اسمیں کچھ اشکال ہی نہیں اور یہ اس لئے ہے کہ جس شخص کو مقام رضا حاصل ہے وہ اللہ کی اگلی تدبیر پر بس کریگا پھر وہ کیوں تدبیر کریگا کہ اُسکی تدبیر پر تو راضی ہو چکا کیا تم کو یہ خبر نہیں کہ نور رضا قلوب سے تدبیر کا میل کچیل دھو ڈالتا ہے پس رضا والا نور رضا سے اُسکے احکام میں منبسط ہے وہ اللہ کے روبرو کچھ تدبیر نہیں کرتا اور غلام کے لئے اُسکے آقا کا حسن اختیار ہی بہت ہے خوب سمجھ لو **فصل** جاننا چاہیئے کہ ترک تدبیر و اختیار کے اسباب چند امور ہیں اوّل تیرا یہ اعتقاد کہ اللہ نے تیرے لئے پہلے سے تدبیر کر دی ہے اور اسکو اسطرح جان کہ اللہ تعالی تیرا اُسوقت تھا کہ تو بھی اپنا نہ تھا پس جیسا تیری ہونے سے پہلے اُسنے تیرے لئے تدبیر فرمائی تھی اور تیری تدبیر وہاں کچھ نہ تھی اسیطرح بعد ہونے کے بھی وہ مدبر ہے پس تو اُسکے ساتھ ایسا رہ جیسا پہلے تھا وہ بھی تیرے ساتھ ایسا رہیگا جیسا پہلے تھا اور سیواسطے حسین حلاج نے دعا کی کہ میرے واسطے ایسا ہو جا جیسا میرے نہونیکے وقت میں تھا حاصل دعا یہ ہے کہ میرے وجود کے بعد میری تدبیر فرما جیسا میرے وجود سے پہلے میری تدبیر فرماتا تھا کیونکہ وجود سے پہلے اللہ کے علم میں بندے کی تدبیر ہو چکی ہے اور اُسکا کہیں وجود بھی نہ تھا کہ دعوی تدبیر کرتا اور اسوجہ سے اسکی نصرت نہوتی اگر کوئی اعتراض کرے کہ قبل وجود تو معدوم محض تھا پس تدبیر کیسے اسکے ساتھ متعلق ہوسکتی ہے جواب یوں سمجھو کہ تمام اشیا علم آلہی میں موجود ہیں اگرچہ خارج میں اُنکا وجود نہو پس اللہ تعالی اُنکے وجود علمی کے مرتبے میں اُنکی تدبیر فرماتا ہے اور یہ مسئلہ بہت غور طلب ہے یہ موقع اُسکی تفصیلی بحث کا نہیں **بیان** واعلام جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہ وتعالی جمیع اطوار میں تیری تدبیر کا ذمے دار ہوا اور تمام حالات میں تیری ایجاد کا اہتمام فرمایا یوم میثاق میں تیرے لئے تدبیر فرمائی جس روز پوچھا گیا کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں اُسوقت تیرے لئے یہ تدبیر فرمائی کہ تجکو اپنی شناخت دی تب تو نے اُسکو پہچانا اور تجکو اپنی جھلک دکھلائی تو نے اسکو مشاہدہ کیا تجکو گویا کیا تیرے دلمیں اپنی ربوبیت کا اقرار ڈالا تب تو نے اُسکی توحید کی اسکے بعد تجکو نطفہ بنایا جو باپ دادا کی پشت میں امانت تھا اور اُس مقام میں تیری تدبیر کا سامان کیا تیری حفاظت کی جس جگہ تو رہا اُسکی حفاظت کی

سبب ترک تدبیر نمبر ۱

سبب نمبر ۲

جس شخص میں نور رہا اسکے ذریعہ سے برابر تجکو مدد پہونچتی رہی یہی سلسلہ آدم علیہ السلام تک پہونچتا ہے پھر تجکو ماں کے رحم میں ڈالا وہاں تیرے کام بنائے اور رحم میں قابلیت رکھکر اُسکو ایک زمین بنایا جسمیں تو پھلے پھولے اور اُسکو ایک محل امانت بنایا جسمیں تجکو حیات عنایت ہو پھر دونوں لطفوں کو جمع کیا دونوں کو ملایا پھر تو دونوں سے بنا اسکا سبب حکمت آلہی ہی کہ تمامی وجود سر ازدواج پر مبنی ہے پھر نطفے کے بعد تجکو علقہ یعنی خون بستہ بنایا جس میں صلاحیت اُس صورت کی رکھی جو اسکے بعد پیدا کرنا منظور ہے پھر علقے کے بعد مضغہ بنایا پھر مضغے میں تیری صورت نقش کی اور تیری بنیاد قائم فرمائی پھر اُسکے بعد تیرے اندر روح پھونکی پھر ماں کے رحم میں خون حیض تجکو غذا دی پس تیرے وجود میں آنے سے پہلے تیرا رزق جاری فرمایا پھر تجکو ماں کے رحم میں باقی رکھا یہانتک کہ تیرے اعضا قوی ہوگئے اور ہاتھ پانوں مضبوط ہوگئے تاکہ تو ایسی جگہ آنے کے قابل ہوجاوے جہاں تیرا نفع نقصان ہو اور تاکہ تجکو ایسے گہر کی طرف لاوے جسمیں تجکو اپنے فضل وعدل کے ساتھ اپنی شناخت کرا دے پھر جب تجکو زمین کی طرف لایا اُسکو معلوم تھا کہ تو سخت چیزیں نہیں کھاسکتا اور نہ تیرے دانت ہیں اور نہ داڑھ جن سے تو کھانے میں کام لے سکے پس چھاتیوں میں لطیف غذا جاری فرمائی اور اُنپر جوش دینے والی مہربانی ماں کے دل میں مسلط کی جہاں دودھ نکلتا سو توقف ہوا اُس محبت نادری نے اُسکو جوش دیا جوش دینے والا بھی کیسا جو کبھی سست نہیں ہوتا ایسا مستعد جو کبھی بند نہیں ہوتا پھر ماں باپ کو اس کام میں لگادیا کہ تیرے فائدے کی چیزیں حاصل کریں اور تجپر شفقت کریں اور تجکو محبت کی نگاہ سے دیکھیں اور یہ وہی شفقت ہی جسکو تیری طرف اور دوسرے شخصونکی طرف بھیجنے میں ماں باپ کو مظہر قرار دیا تاکہ صفت مودت کے ساتھ اُسکی معرفت ہو اور حقیقت میں اُسکی ربوبیت کے سوا تیرا کوئی کفیل نہیں اور اُسکی اُلوہیت کے سوا کوئی پرورش کرنے والا نہیں پھر باپ کے ذمے لازم ٹھیرایا کہ وقت بلوغ تک تیری خبرگیری کرے اور اپنی عنایت سے یہ امر واجب کردیا پھر کمال فہم تک تجکو مرفوع القلم فرمادیا اور یہ بلوغ کا وقت ہے پھر تیرے آدھیڑ ہونے تک اپنے عطا وفضل کو موقوف نہیں کیا پھر جب تو بڑھاپے کو پہونچا پھر جب تو مریگا پھر جب قیامت میں زندہ ہوگا پھر جب تجکو اپنے روبرو کھڑا کریگا پھر جب اپنے عقاب سے تجکو بچائیگا پھر جب تجکو بہشت میں داخل کریگا

پھر جب اپنا پردہ تیرے سامنے سے اُٹھا دیگا اور اپنے اولیا اور احبّا کی مجلس میں تجھ کو بٹھلائیگا
فرمایاﷲ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے کہ متقی لوگ ہونگے بہشتوں میں اور نہروں میں سچّی مجلس میں قدرت
والے بادشاہ کے پاس ف یعنی سب جگہ تجھ پر فضل رہات پس تو اُسکے کس کس احسان کا
شکر کر سکتا ہے اور کون کون نعمتوں کو ذکر میں لا سکتا ہے اور سُنو ارشاد اللہ تعالیٰ کا وَمَا بِكُم مِّن
نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ یعنی جو کچھ نعمتیں تمہارے پاس ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں پس معلوم ہوا کہ تو
اُسکے احسان سے نہ کبھی نکلا ہے نہ نکلے گا اور اُسکا فضل و امتنان تجھسے کبھی جدا نہو گا اور اگر
اپنے تغیر حالات کا معلوم کرنا منظور ہے تو یہ ارشاد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا سُن لو وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ
مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ
مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ۝ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ
أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۝ یعنی
بیشک پیدا کیا ہمنے آدمی کو خلاصہ مٹی سے پھر بنایا ہمنے اُسکو نطفہ ٹھہرنے کی جگہ میں پھر پیدا کیا
ہمنے نطفے کو خون بستہ پھر پیدا کیا ہمنے خون بستہ کو گوشت کی بوٹی پھر پیدا کیا ہمنے بوٹی کو
ہڈیاں پھر پہنایا ہمنے ہڈیوں کو گوشت پھر پیدا کیا ہمنے اُسکو دوسری پیدائش ف یعنی روح پھونکی
ت پس بڑی برکت والا ہے اللہ بہتر سب تجویز کرنے والوں کا پھر بیشک تم بعد اُسکے البتہ مرنے والے ہو
پھر بیشک تم قیامت کے دن زندہ کئے جاؤگے اس آیت کی جھلک تجھپر ظاہر ہوگی اور اس کی
چمک تجھپر پھیلے گی اور اسکا مضمون گردن جھکا دیگا اور توکل کرنے کو تجھپر لازم ٹھہرا دیگا اور
تدبیر کے ترک اور تقدیر کے ساتھ منازعت نکرنے کی طرف تجکو کھینچ لیجا دیگا اور توفیق دینا اللہ تعالیٰ
کا کام ہے دوسرا امر یہ ہے کہ جان لے کہ اپنے لئے تیرا تدبیر کرنا ناواقفی کی دلیل ہے
اپنے فائدے کے سوچنے سے کیونکہ ایمان والے کا اعتقاد ہے کہ جب وہ اللہ کے روبرو تدبیر
کو ترک کر دیتا ہے خدائے تعالیٰ اُسکے لئے بخوبی تدبیر فرما دیتا ہے بسبب فرمانے اللہ تعالیٰ کے
وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اُسکے لئے کافی ہے
پس تیری تدبیر یہی ہے کہ تدبیر نکرے اور اپنی بڑی خیر خواہی یہی ہے کہ اُسکی خیر خواہی کی فکر
نکرے اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے قول ﷲ کو سمجھو کہ آؤ گھروں میں اُنکے دروازوں سے پس تدبیر کا

ﷲ آیت یہ ہے اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۱۲ مترجم

ﷲ آیت یہ ہے وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۱۲ مترجم

دروازہ اللہ کی طرف سے یہی ہو کہ اپنے لئے تدبیر نکرو **تیسرا امر** یہ ہے کہ جان لو کہ یہ ضرور نہیں کہ تقدیر تیری تدبیر کے موافق جاری ہوا کرے بلکہ اکثر وہی بات ہوتی ہے جسکی تو تدبیر نہیں کرتا اور بہت کم وہ ہوتا ہے جسکی تدبیر کرتا ہے اور عاقل بے ٹھکانے مکان نہیں بناتا پس تیری عمارتیں کہاں پوری ہونے پائینگی تقدیر تو انکو گرا رہی ہے اور پورا ہونیسے روک رہی ہے ع عمارت کب وہ پوری ہو کہ تو اسکو بناتا ہو * مگر ہو دوسرا اُس جا کہ وہ اسکو گراتا ہو * اور جس حالت میں تیری طرف سے تو تدبیر ہو اور تقدیر برخلاف تیری تدبیر کے جاری ہوتی ہو تو ایسی تدبیر سے کیا فائدہ جسکی حمایت تقدیر نہ کرے اور تدبیر تو اُسی کو سزاوار ہے جسکے ہاتھ میں تقدیر کی باگ ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے ع پایا میں نے قضا کو جب کاری *
اور نہیں اسمیں کوئی شک طاری * کر لیا اعتماد خالق پر * خود چلا جس طرف وہ ہو جاری *

چوتھا امر یہ ہے کہ جان تو کہ اللہ تعالیٰ ہی ذمے دار ہے اپنی سلطنت کی تدبیر کا اُس کی بلندی کا اُسکی پستی کا اُسکے غیب کا اُسکی شہادت کا۔ اور جیسا عرش و کرسی اور آسمان و زمین میں اُسکی تدبیر کو تو نے تسلیم کر لیا اسیطرح اپنے وجود میں بھی اُسکی تدبیر کو تسلیم کرے کیونکہ تیرے وجود کی نسبت ان عالموں کے ساتھ ایسی ہے کہ تیرا پتہ بھی نہیں لگنے دیتی جیسا کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کی نسبت کرسی کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں ایک حلقہ پڑا ہو اور کرسی اور ساتوں آسمان اور ساتوں زمین عرش کے سامنے یہی نسبت رکھتے ہیں پس تو بیچارا اُسکے ملک میں کیا چیز ہے پس تجکو اپنے نفس کی فکر کرنا اور اسکے لئے تدبیر کرنا بالکل اللہ سے ناواقفی ہے بلکہ بات وہ ہے جیسے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے فرمایا وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ یعنی انھوں نے اللہ کی قدر نکی جیسی اُسکی قدر کرنا چاہیئے تھا پس اگر بندہ اپنے رب کو پہچانے تو اُسکے آگے تدبیر کرتا ہوا شرمائے۔ اور تجکو جو خدا ے تعالیٰ سے آڑ ہے اُسی نے تجکو دریائے تدبیر میں پھینکا ہے کیونکہ اہل الیقین کی باطنی بینائی سے جو پردہ اُٹھا انھوں نے اُنکو دیکھا کہ ہماری تو تدبیر کوئی دوسرا کر رہا ہے ہم خود کچھ تدبیر نہیں کر سکتے اور ہم میں کوئی دوسرا تصرف کر رہا ہے ہم خود کچھ تصرف نہیں کر سکتے اور ہمکو کوئی دوسرا جنبش دے رہا ہے ہم خود کچھ جنبش نہیں کر سکتے اسی طرح سکان عالم بالا مشاہدہ کر رہے ہیں اُسکے ظہور قدرت کا اور نفوذ ارادے کا اور مقدورات کے ساتھ قدرت اور مراد کے ساتھ ارادے کے متعلق ہونے کا اور اسباب اُنکی نگاہ میں سب طرف ہیں اسی لیئے وہ دعوے سے پاک ہیں کیونکہ اُن کو معاینہ اور مواجہہ حاصل ہے اسی لئے حق سبحانہٗ

وتعالیٰ نے فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْہَا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ہ یعنی ہم وارث ہیں زمین کے اور جو اُسکے اوپر بستے ہیں اور سب ہماری طرف پھیرے جاوینگے اسمیں ملائکہ کا تزکیہ ہے اور اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے جو اُنکو عنایت کیا وہ اُسمیں مدعی نہیں اور جو اُنکی طرف منسوب کیا اُسمیں وہ خود نسبت کرنے والے نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یوں فرماتے اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَالسَّمَآءَ بلکہ اُنکو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو نسبت ہے اور اُس سے ہیبت کرتے ہیں اور اُسکی عظمت سے حیران ہیں یہ امور اُنکو مانع ہیں کہ وہ کسی غیر کی طرف میلان کریں پس جیسا آسمان و زمین کے مقدمے میں اللہ کی تدبیر کو تسلیم کر لیا ہے اسیطرح اپنے وجود میں بھی تسلیم کرے کیونکہ آسمان[۱] زمین کی خلقت تو بہرحال انسان کی خلقت سے بڑی ہی ہے پانچواں امر یہ ہے کہ جان لے کہ تو اللہ کی مِلک ہے اور تجکو ایسی چیز کی تدبیر کرنا نہیں پہونچتا جو غیر کی مِلک ہو پس جو چیز تیری مِلک میں نہیں تجکو اُسکی تدبیر کا بھی استحقاق نہیں اور جو چیز تیری مِلک میں ہے اُسمیں جب کوئی تجھسے منازعت نہیں کرتا اور حالانکہ تیری مِلک صرف اُسکے مالک بنانے سے ہوئی اور تیری مِلک حقیقی نہیں بلکہ صرف ایک نسبت شرعی ہے جو تیری مِلک کی موجب ہوگئی یہ نہیں کہ کوئی چیز تیرے وصف کے ساتھ قائم ہوگئی جسسے تو مالک بننے کا مستحق ہوگیا تو اللہ کیساتھ اُسکی مِلک میں منازعت نکرنا تو زیادہ تر مناسب اور سزاوار ہے خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ فرماچکا اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ یعنی اللہ نے مول لے لیا ہے اہل ایمان سے اُنکی جانوں کو اور اُنکے مالوں کو اس معاوضے میں کہ اُنکے لئے جنت ہے تو فروخت کرنے کے بعد تدبیر و منازعت کرنا مناسب نہیں کیونکہ جس چیز کو تو فروخت کرچکا اُسکا تسلیم کر دینا اور منازعت نکرنا تجھپر واجب ہو چکا پھر اُسمیں تدبیر کرنا عقد بیع کو توڑنا ہے میں ایک روز شیخ ابو العباس مرسی رحمہ اللہ کی خدمت میں گیا اور کسی قصے کی شکایت کی فرمانے لگے اگر تیرا نفس تیری مِلک ہے تو اُسکے ساتھ جو چاہے کر اور یہ تجھسے ہرگز نہو سکیگا اور اگر اپنے پیدا کرنیوالے کی مِلک ہے تو اُسکو تسلیم کر دو وہ جو چاہے کرے پھر فرمایا کہ چین اسی میں ہے کہ اللہ کے سپرد کر دو اور تدبیر چھوڑ دو اور عبودیت کے یہی معنی ہیں ابراہیم بن ادہم ؒ سے منقول ہے کہ میں ایک شب سو گیا اور میرا معمول قضا ہو گیا میں جاگا اور نادم ہوا پھر تین دن ایسا سویا کہ فرض ہی قضا ہو گیا جب میں بیدار ہوا

[۱] جیسا فرمایا اللہ تعالیٰ نے لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس الآیۃ ۱۲ مترجم

ایک ہاتف کی آواز سنی کہ کہتا ہے سے ہر خطا سے کرتے ہیں ہم درگذر ہی مگر اعراض ہم سے سخت تر
رہ گئی طاعت جو تجھسے بخشدی نہ رہ گیا جو اجر وہ ہے مدخر نہ پھر مجکو حکم ہوا اے ابراہیم بندہ نیاز
پس میں بندہ بنا اور حسنین میں ہو گیا چھٹا امر یہ ہے کہ جان لے کہ تو اللہ کا مہمان ہے کیونکہ دنیا
اللہ کا گھر ہے اور تو وہاں آکر اسکا مہمان ہوا ہے اور مہمان کو سزاوار ہے کہ میزبان کے ہوتے
کوئی غم نہ پائے شیخ ابو مدین رح سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ کیا بات ہے کہ اور مشائخ کو ہم اسباب میں
پھنسا ہوا دیکھتے ہیں اور آپ بالکل نہیں پھنستے فرمانے لگے اے بھائی انصاف تو کرو دنیا اللہ کا
گھر ہے اور ہم اسکے مہمان ہیں اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مہمانی تین روز تک ہے
تو تین روز تک تو اللہ کے یہاں ہماری ضیافت ہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک دن تیری
رب کے یہاں کا ایک ہزار سال کے برابر ہے جسکو شمار کیا کرتے ہو اس حساب سے تین ہزار برس
ہماری مہمانی کے ٹھیرے جسمیں کچھ مدت تو دنیا میں مقیم ہیں اور باقی کو اپنے فضل سے آخرت میں
پورا کریگا اور خلود دائم مزید برآں ہے ساتواں امر یہ ہے کہ بندہ ہر شئے میں اللہ تعالیٰ کی
قیومیت کو دیکھے کیا یہ قول اسکا تو نے نہیں سنا اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ج یعنی اسکی
سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اور وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا پس حق سبحانہ وتعالیٰ قیوم ہے
دنیا کا اور آخرت کا دنیا کا قیوم تو رزق اور عطا سے ہے اور آخرت کا اجر و جزا سے جب بندہ
اپنے رب کی قیومیت اور اسکی نگرانی کا یقین کرے گا اپنا کلی اختیار اسکے حوالے کریگا اور اپنے کو
اسکا مطیع اور منتظر حکم کر کے اسکے آگے ڈال دیگا آٹھواں امر یہ ہے کہ بندے کو عمر بھر
احکام عبودیت میں مشتغل رہنے کا حکم ہے بدلیل قول اللہ تعالےٰ کے وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی
یَأْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ہ یعنی اپنے رب کی عبادت کرتا رہ یہاں تک کہ آن پہونچے تجکو موت جب اسکی ہمت
رعایت عبودیت کی طرف متوجہ ہوگی یہ اسکو تدبیر و فکر کرنے کی فرصت نہ لینے دیگی شیخ
ابو الحسن رح کا قول ہے جاننا چاہیئے کہ تجھپر ہر وقت اللہ تعالیٰ کا عبودیت میں ایک حق ہے کہ اللہ
تعالیٰ بمقتضائے ربوبیت اسکو چاہتا ہے اور بندے سے اسکا مطالبہ ہوگا اور اس حق ست اور
اسکی سانسوں سے جو اسکے پاس اللہ کی امانت ہے سوال ہوگا پس اہل بصیرت کو اللہ کے
حقوق سے فرصت کہاں ہے کہ اپنے نفس کے لیئے تدبیر کر سکیں اور اسکی مصلحتوں میں باعتبار اسکے

خطوط اور حوائج کی فکر کر سکیں اور اللہ کی منت کامل تک کوئی نہیں پہونچتا بدون اسکے کہ اپنے نفس سے غائب ہو اُسکے مقدمے میں زہد اختیار کرے اُسکی ہمت اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزوں میں مصروف ہو اُسکی موافقت کے اسباب بکثرت ہوں اُسکی خدمت اور معاملے پر دوام کرے پس جسقدر تجھ کو اپنے نفس سے غیبت یعنی فنا و دوری ہوگی اسیقدر بقا باللہ میسر ہوگا اسیواسطے شیخ ابوالحسنؒ فرماتے ہیں لے وہ شخص جو اپنی راہ نجات کی طرف دوڑتا ہے اُسکی درگاہ کا شائق ہے اگر چاہتا ہے کہ تیرا باطن اسرار ملکوت کے لئے کشادہ ہو جاوے تو اپنے ظاہر کی طرف نظر کم کیا کر **نواں امر** یہ ہے کہ تو ایک تربیت یافتہ غلام ہے اور غلام کو سزاوار ہے کہ آقا کے ہوتے ہوئے کچھ غم نہ پالے اور ساتھ ہی اِسکے وہ آقا افضال کے ساتھ متصف ہے اور اُسکو کبھی مہمل نہ چھوڑیگا کیونکہ مقام عبودیت کی جان تو یہ ہے کہ اللہ پر کامل بھروسہ ہو اور اپنے کو اُسکے حوالے کردے اور یہ دونوں امر تدبیر و اختیار کے منافی ہیں بلکہ غلام کا کام یہ ہے کہ خدمت میں لگا رہے آقا اپنی عنایت سے آپ ہی اُسکی خبر گیری کریگا اور غلام کے ذمے خدمت کا سرانجام دینا ہے اور آقا خود ہی اُسکی روزی کا انتظام فرماویگا اللہ تعالیٰ کے اِس قول کو خوب سمجھے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَّحْنُ نَرْزُقُكَ الآیہ یعنی تم ہماری خدمت کرو ہم اپنی روزی تم کو پہونچانے کا بندوبست کر دینگے **دسواں امر** یہ ہے کہ تجکو انجام کار کی خبر نہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی بات میں نفع سمجھکر اُسکی تدبیر کی اُلٹا اُسمیں نقصان ہوگیا اور بسا اوقات مصیبت کی راہ سے فوائد حاصل ہوگئے اور فوائد کی راہ سے مصیبتیں اور مضرت کی راہ سے مسرت اور مسرت کی راہ سے مضرت آگئی اور اکثر بار محنت میں منت اور منت میں محنت پوشیدہ ہوتی ہی بہت دفعہ دشمنوں کے ہاتھ سے منفعت اور دوستوں کے ہاتھ سے ایذا پہونچتی ہے جب ایسا قصہ ہے تو عاقل سے کیسے ممکن ہے کہ اللہ کے آگے تدبیر چلاوے حالانکہ اتنی خبر نہیں کہ مسرت کہاں ہی کہ اُس کو حاصل کرے اور مضرت کہاں ہے کہ اُس سے بچے اسیواسطے شیخ ابوالحسنؒ کی دعا ہے یا اللہ ہم جسجگہ جانتے ہیں اور اُسکا طریقہ بھی جانتے ہیں وہاں تو اپنے سے ضرر دفع کر ہی نہیں سکتے پس جسجگہ ہم جانتے نہیں نہ اُسکا طریقہ معلوم ہو وہاں تو کیسے عاجز نہ ہوں اور تمکو اللہ تعالیٰ کا یہ قول بس ہو عَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ط وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ

ف ترجمہ یہ ہے اور حکم کر تو اپنے گھر والوں کو نماز کا اور اُسپر قائم رہ نہیں مانگتے ہم تجھسے روزی ہم روزی دینگے تجکو ۱۲ مترجم

الآیۃ اور بہت مرتبہ تونے کسی بات کا ارادہ کیا ہوگا اور اللہ نے اُسکو ہٹا دیا اور اسوجہ سے اپنے دلمیں غم اور تنگی پائی ہوگی مگر جب اُسکا انجام معلوم ہوا ہوگا تب سمجھا ہوگا کہ خدائے تعالیٰ نے تیرے واسطے کیسی شفقت فرمائی ہے کہ تجھکو خبر بھی نہوئی اور اس ارادہ کرنیوالے سے بدتر کون ہوگا جسکو فہم نہوا ور اُس غلام سے بدتر کون ہوگا جسمیں اطاعت نہو جیسا کسی نے کہا ہے ؎ بہت کاموں میں جا ہا نہیں ہونے دیا تونے ❊ ہمیشہ مجھسے زیادہ مجھ پہ تیری مہربانی ہے ❊ کیا ہی غم اب میں نہ دیکھوں دلمیں خطرہ بھی ❊ مگر سمجھوں کہ یہ تیری جہت سے حکمرانی ہے ❊ ارادہ یہ بھی ہے جاؤں نہ منہیات کے نزدیک ❊ کہ میرے دلمیں عظمت ہے تری اور کبر شانی ہے ❊ کیسی حکایت ہے کہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا تو کہتا تھا اسی میں کچھ خیر ہے ایک شب ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بھیڑیا آکر اُسکے مرغ کو کھا گیا اُسکو اطلاع ہوئی کہنے لگا اسی میں کچھ خیر ہوگی اُسی شب اُسکے کتے کے کہیں چوٹ لگی اور مر گیا اُسکو اطلاع ہوئی کہنے لگا اُسی میں کچھ خیر ہوگی پھر اُسکے گدھے نے چلانا شروع کیا اور مر گیا کہنے لگا اسی میں کچھ خیر ہوگی اُسکے گھر والے اسبات سے تنگدل ہونے لگے اتفاق ایسا ہوا کہ اُسی شب میں کچھ بدو آئے اور محلے والوں کو لوٹا مارا اور بجز اس شخص کے اور اُسکے گھر والوں کے کوئی نہیں بچا وہ بدو مرغ اور کتے اور گدھے کی آواز کے پتے پر آئے تھے اور اسکے یہ سب مر چکے تھے پس ان چیزوں کا ہلاک ہونا اسکی نجات کا سبب ہوگیا پس پاک ہے وہ تدبیر کرنیوالا حکمت والا۔ اور جبتک انجام نہیں ظاہر ہوتا اُسوقت تک اللہ کی تدبیر کی خوبی بندے کو نظر نہیں آتی اور خاص لوگوں کے مقام سے اسکو کچھ بھی تعلق نہیں کیونکہ جنکو خدا کی طرف سے فہم عنایت ہوتی ہے وہ تو قبل انجام ظاہر ہونے کے اللہ کی تدبیر کی خوبی کو مشاہدہ کر لیتے ہیں اور ایسے لوگ اس باب میں کئی طرح کے ہیں بعض لوگوں کو اللہ کے ساتھ حُسن ظن ہے اللہ تعالیٰ نے جو اُنکو اپنے احسان و لطف کا خوگر کر رکھا ہے اس سے وہ گردن جھکا دیتے ہیں بعضونکو حُسن ظن اسوجہ سے ہے کہ جانتے ہیں کہ اہتمام اور تدبیر اور منازعت نہ تو تقدیر کو ٹال سکتی ہے نہ غیر مقسوم خیر کو حاصل کرا سکتی ہے بعضونکو اسوجہ سے حُسن ظن ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدائے تعالیٰ سے حکایت فرمائی ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں جسطرحکا گمان میرے ساتھ رکھتا ہے اسلئے وہ شخص حُسن ظن کو اور اُسکے اسباب کو اختیار کرتا ہے اس اُمید سے کہ اسکے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہو پھر اللہ بھی اُسکے گمان کے موافق اُسکے ساتھ برتاؤ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کی راہ مسلمانوں کیلئے

نہایت آسان کردیں کہ ان کے گمانوں کے موافق معاملہ فرمایا خود ارشاد فرماتے ہیں یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا اور ان سب مراتب سے بڑھکر یہ ہے کہ تسلیم و تفویض اسوجہ سے ہو کہ اللہ تعالیٰ اسکا مستحق ہی نہ ایسی وجہ سے جسکا نفع لوٹ کر اپنے ہی طرف آوے کیونکہ مراتب مذکورۂ بالا میں بندہ ابھی بند علل میں گرفتار ہے کیونکہ جو شخص اپنے فوائد کیلئے اسکا مطیع بنا اُسکا مطیع بننا تو الطاف سابقہ کی وجہ سے ہوا اگر یہ الطاف نہوتے تو یہ مطیع بھی نہوتا دوسرے کا بھی یہی حال ہے کیونکہ یہ سمجھکر کہ تدبیر سے کچھ فائدہ نہیں اگر تدبیر کو چھوڑ دیا یہ اللہ کے لئے تو نہ ہوا کیونکہ اگر اسکو تدبیر کا نافع ہونا معلوم ہوجاتا تو شاید تدبیر کو نہ چھوڑتا اور جسنے حسن ظن اور اطاعت اسلئے اختیار کی کہ میرے گمان کے موافق مجھسے معاملہ ہو تو درحقیقت وہ اپنے حظوظ نفس میں سعی کر رہا ہے اُسکو اندیشہ صرف یہی ہے کہ اگر میں ایسا نہ کرونگا تو افضال جاتے رہینگے اور جو شخص اللہ کی اطاعت اور حُسن ظن اسوجہ سے کرے کہ وہ عظمت الوہیت اور صفت ربوبیت کے ساتھ موصوف ہے پس یہ شخص ہے کہ حقیقت حال تک پہونچ گیا اور اُس گروہ میں داخل ہونے کے لائق ہوگیا جن کے حق میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے بعضے بندے ایسے ہیں کہ اُنکی ایک تسبیح جبل اُحد کے برابر ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں سے اس آیت میں ترک تدبیر کا عہد لیا ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ الآیۃ کیونکہ اقرار ربوبیت گویہ بات لازم ہے کہ اُسکے آگے تدبیر نکریں پس یہ عہد اسوقت ہوچکا ہے کہ جب نفس بھی نہ تھا جو محل اضطراب ہے اور اللہ کے سامنے تدبیر چلاتا ہو اور اگر بندہ اس پہلی حالت پر رہتا کہ پردہ اُٹھا رہتا اور حضوری میسر رہتی تو خدا کے آگے تدبیر کرنا اُس سے ممکن نہوتا چونکہ حجاب حائل کر دیا ہی اس سے تدبیر و اضطراب واقع ہوا اسیواسطے جو اللہ کی معرفت رکھتے ہیں اور اسرار ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ اللہ کے سامنے تدبیر نہیں کرتے کیونکہ مواجہت تدبیر کو نہیں ہونے دیتی اور اُن کی پکّی پکّی تدبیریں توڑ دیتی ہے اور اللہ کے روبرو ایسا شخص کیونکر تدبیر کر سکتا ہے جو اُسکی درگاہ میں حاضر ہے اُسکی کبریا و عظمت کا مشاہدہ کر رہا ہے **فائدہ** جاننا چاہیئے کہ تدبیر و اختیار کا وبال عظیم ہے اور اسکا خطرہ شدید ہے اور یہ اسوجہ سے ہی کہ ہمنے جو غور کیا تو آدم علیہ السلام میں یہی بات پائی کہ اپنے لیے تدبیر کرنا درخت کھانیکا باعث ہوا کیونکہ شیطان نے آدم و حوّا علیہما السلام سے

حدیث ۱ ہے یہ ان اللّٰہ عبادًا لتسبیحۃ واحدۃ منہم مثل جبل احد ۱۲ تنویر

[illegible]

وہ بات کہی تھی جسکی خبر اللہ تعالیٰ نے اِس قول میں دی ہے قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ٥ یعنی شیطان نے کہا کہ تمہارے پروردگار نے اس درخت کے کھانے سے اور کسی سبب سے منع نہیں کیا صرف یہ وجہ ہے کہ کبھی تم دونوں فرشتے ہوجاؤ یا ہمیشہ یہاں ہی بس پڑو آدم علیہ السلام نے جو فکر کی تو معلوم ہوا کہ محبوب کے جوار میں رہنا تو اعلیٰ درجے کا مقصود ہے اور آدمی سے جو فرشتہ ہونیکا خیال ہوا یا تو اُسکی وجہ یہ ہے کہ فی الواقع وصف ملکیت افضل ہو یا آدم علیہ السلام کے گمان میں افضل معلوم ہوا ہو پس اپنے دلمیں یہ تدبیر ٹھہرا کر درخت سے کھا لیا پس عین تدبیر ہی سے اُنپر بلا آئی[له] اور اللہ کو یہی منظور تھا تاکہ اُنکو زمین کی طرف اُتاریں اور اُسمیں خلیفہ بنادیں پس ظاہر میں تو یہ تنزل تھا اور حقیقت میں ترقی تھی اسیواسطے ابوالحسن رح نے فرمایا قسم ہے خدا کی آدم علیہ السلام کو اُن کی شان گھٹانے کے لئے نہیں اُتارا بلکہ اُنکی تکمیل کے لئے اُتارا پس آدم علیہ السلام ہمیشہ ترقی میں رہے کبھی معراج قرب خصوصیت میں کبھی معراج زاری و انکساری میں اور یہ معراج عند التحقیق اکمل ہے اور ہر ایماندار پر اس اعتقاد کا رکھنا واجب ہے کہ نبی اور رسول کی جب کوئی حالت بدلتی ہے تو اُس سے کامل حالت حاصل ہوتی ہے اس مقام میں خدائے تعالیٰ کے اِس قول کو سمجھو وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ٥ ابن عطیہ نے اسکی تفسیر یوں کی ہے کہ پچھلی حالت تمہارے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے اور جب اسکو تم پہچان چکے تو اب یہ سمجھو کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے صفات میں سے تدبیر و مشیّت ہے اور اُسکی مشیّت میں یہ بات ٹھہر چکی تھی کہ بنی آدم سے زمین کو آباد فرماوے گا اور اس میں اُسکی مشیّت کے موافق اچھے بھی ہونگے اور اپنی جان پر صریح ظلم کرنیوالے بھی ہونگے اور یہ امر اُسکی تدبیر حکمت سے تھا کہ اسکا پورا ہونا اور عالم شہادت میں ظاہر ہونا ضرور ہے پس حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے چاہا کہ آدم علیہ السلام کا اِس درخت سے تناول کرنا اُنکے زمین پر جانیکا سبب ہو اور انکا زمین پر آنا مرتبہ خلافت کے ظہور کا باعث ہو جس سے آدم علیہ السلام پر منّت رکھی ہے اسیواسطے شیخ ابوالحسن رح نے فرمایا وہ معصیت کیسی مبارک ہی جسنے خلافت کو ظاہر کیا اور پچھلے لوگوں کے لئے قیامت تک قانون توبہ مقرر کردیا اور اُنکا زمین پر آنا بحکم قضائے الٰہی تھا جو آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے مقدّر ہوچکا تھا اسیواسطے شیخ ابوالحسن رح نے فرمایا خدا کی قسم

[له] [illegible]

یعنی ترقی العبدیت سے تنزول ہے طرف مقام عبدیت سے جو کمل مقامات ہے ۱۲ ملفوظ شریف

آدم علیہ السلام کو پیدا کرنیسے پہلے زمین پر اُتار چکے ہیں جیسے خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً یعنے میں بیشک بنادونگا زمین پر ایک خلیفہ پس یہ اللہ کی تدبیر کی خوبی ہے آدم علیہ السلام کا درخت سے کھانا اور اُنکا زمین پر آنا اور منصب خلافت و امامت کے ساتھ اُنکو مکرم بنایا جب گفتگو یہاں تک پہونچی ہمکو چاہیئے اُن فوائد و خصائص کو ڈھونڈھیں جو اِس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو عنایت کئے تاکہ ہمکو یہ معلوم ہو جاوے کہ خاص لوگوں کے حالات اللہ کے ساتھ ایسے ہیں جو اوروں کو میسّر نہیں اور اُنکے باب میں اللہ کی ایسی تدبیر ہے جس سے اوروں کی طرف توجہ نہیں فرمائی پس آدم علیہ السلام کے کھانے اور زمین پر آنے میں چند فوائد ہیں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ جنت میں آدم و حوا علیہما السلام کو حق تعالیٰ کی معرفت صرف صفت رزق و عطا و احسان و انعام کے ساتھ حاصل تھی اللہ کو اپنے لطف خفی سے جو اُسکی تدبیر میں ہوتا ہے یہ منظور رہا کہ یہ دونوں اُس درخت سے کھالیویں تاکہ صفت حلم و ستّاری و مغفرت و توبہ و اجتبائیت کے ساتھ بھی معرفت میسّر ہو جاوے حلم تو اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو اُس فعل کے کرتے ہی جلدی سزا نہیں دی اور حلیم اسی کو کہتے ہیں کہ جو جلدی کسی فعل پر سزا نہ دے بلکہ مہلت دے اسکے بعد خواہ عفو و انعام ہو یا گرفت و انتقام ہو دوسری بات کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے صفت ستّاری کے ساتھ اپنی معرفت اُنکو دی یہ اس طور پر ہے کہ جب دونوں نے اُس درخت سے کھایا اور تمام لباس جنت کے اُتر کر اُنکی شرمگاہیں کھل گئیں برگ جنّت سے اُنکی پردہ پوشی فرمائی جیسا خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَطَفِقَا یَخْصِفَانِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّۃِ یعنی دونوں اپنے بدن پر جنت کے پتّوں کو ملا ملا کر رکھنے لگے یہ اُسکی ستاری ہوئی تیسری بات یہ ہے کہ اللہ کو یہ بتلانا منظور ہوا کہ تم ہمارے برگزیدہ ہو اور اس برگزیدگی سے دو مقام پیدا ہوتے ہیں اُسکی طرف رجوع اور توبہ کرنا اور اُسکی طرف سے ہدایت ہونا پس اللہ کو منظور ہوا کہ آدم علیہ السلام کو اُنکی برگزیدگی اور اپنی عنایت سابقہ جتلاویں پس درخت سے کھانا مقدر کر دیا پھر اس کھانے کو نہ اعراض کا سبب بنایا نہ اپنی مدد اُنسے موقوف کی بلکہ اسمیں اپنی مودّت و عنایت کا اظہار فرما دیا جیسا بزرگوں کا قول ہے جسکے حال پر عنایت ہوتی ہے جنایت اُسکو ضرر نہیں پہونچاتی یعنی دوستی کو مخالفت قطع کر دیتی ہے مگر حقیقی دوستی

وہی ہے جو دوست کی طرف سے دائم ہو خواہ موافقت کرو یا مخالفت اور یہ جو اللہ نے فرمایا ہے ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ یعنی پھر اُنکے ربنے اُنکو برگزیدہ کر لیا اس سے یہ مت سمجھ جانا کہ یہ اجتبا حادث ہے بلکہ وہ قبل وجود آدمؑ ہے البتہ ظہور اثر اجتبائیت بیشک حادث ہے اسی کو فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ یعنے اُنکو توبہ کی توفیق اور ہدایت دے کر اثر اجتبائیت و عنایت کو ظاہر فرما دیا پس اس آیت میں ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی ہ تین باتیں بتلائیں ایک اجتبائیت دوسرے توبہ جو نتیجہ اجتبائیت کا ہے تیسرے ہدایت جو نتیجہ توبہ ہے اچھی طرح سمجھ لو پھر اُنکو زمین پر لا کر اپنی صفت حکمت کے ساتھ اُنکو اپنی معرفت دی جیسا جنت میں صرف علیؑ قدرت کے ساتھ معرفت دی ہی تھی اور یہ اسطرح ہے کہ دنیا وسائط اور اسباب کا مقام ہے جب آدم علیہ السلام زمین پر آئے جوتنا بونا اور جسقدر سامانِ زندگی کی حاجت ہوتی ہے سب اُنکو سکھلایا تاکہ اُس چیز کو محقق کر دے جو قبل اُنکے زمین پر اُتارنے کے یہ کہکر اُنکو بتلا دی تھی فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی ہ یعنی کہیں شیطان تمکو جنت سے نہ نکالدے پھر مشقت میں پڑ جاؤ گے پس مراد تَشْقٰی سے مشقت ہے نہ شقاوت دلیل اسکی یہ ہے کہ تَشْقٰی مفرد لائے جس میں صرف آدم علیہ السلام مخاطب ہیں تشقیا تثنیہ نہیں لائے کہ آدمؑ و حوؑا دونوں مخاطب ہوتے کیونکہ تعب و کلفت تو سب کا سب مردوں کی جانب ہوتا ہے نہ عورتوں پر جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ اور اگر شقاوت مراد ہوتی جو قطع تعلق یا وجود حجاب سے ہوتی ہے تو فتشقیا فرماتے پس مفرد لانا دلیل ہے اسپر کہ یہاں شقاوہ نہیں جو قطع تعلق سے ہوتی ہے پھر اگر تثنیہ بھی ہوتا تب بھی نیک گمان اُسکو حمل کر کے یہی ظاہری تکلیفیں تاویل میں مراد لیتے **فائدہ جلیلہ** جاننا چاہیئے کہ آدم علیہ السلام کا درخت سے کھانا عناد و خلاف کی راہ سے نتھا پس یا تو آدم علیہ السلام بھول گئے کھانیکے وقت یاد نہیں رہا اور بعضوں کا یہی قول ہے اور اسی پر محمول ہے قول اللہ تعالیٰ کا فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ہ یا یوں کہو کہ کھانیکے وقت یاد تھا پھر کیوں کھایا پس یا تو یہ وجہ ہے کہ شیطان نے یوں بہکایا کہ تمکو جو خدائے تعالیٰ نے منع کیا ہے صرف اسوجہ سے ہے کہ تم فرشتہ نہ بن جاؤ یا ہمیشہ یہاں ہی رہ پڑو چونکہ اُنکو اللہ کے ساتھ محبت اور فریفتگی تھی ایسی چیز کو پسند کیا جو اللہ کے جوار میں اُنکو ہمیشہ رکھے یا اُنکو

فرشتہ بنادیوے کیونکہ آدم علیہ السلام ملکیت کا قرب معاینہ فرما چکے تھے اسلیئے درخت سے کھالیا تاکہ رتبہ ملکیت کا حاصل کریں جو کہ واقع میں یا صرف اُنکے گمان میں افضل تھا چنانچہ علما اور عرفا میں اختلاف ہے کہ ملکیت افضل ہے یا نبوت خصوصاً جبکہ اُس ملعون نے قسم کھا کر یہ بھی کہدیا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں آدم علیہ السلام کو گمان بھی نہ تھا کہ کوئی اللہ کی قسم جھوٹی کھائیگا پس وہی ہوگیا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان نے دونوں کو دھوکے میں لٹکالیا **فائدہ** جاننا چاہیئے کہ آدم علیہ السلام جو کچھ کھاتے تھے اُسکی گندگی نہوتی تھی بلکہ پسینہ آجاتا تھا جسمیں مُشک کی خوشبو ہوتی جیسے جنت والوں کو جنت میں ہوگا لیکن جب اُس درخت سے کھایا جس سے ممانعت تھی پیٹ میں درد اُٹھا حکم ہوا اے آدم یہاں کہاں موقع ہے آیا تخت پر یا چھپر کھٹ پر باہر نکلے کنارو پر زمین پر جاؤ جہاں یہ ممکن ہے پس جب ذریعہ معصیت کے آثار آدم علیہ السلام تک پہونچے تو حقیقی معصیت کے آثار عاصی تک کیسے نہ پہونچیں گے خوب سمجھ لو **تنبیہ و اعتبار** جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز سے منع فرمایا ہے وہ مُشابہ اُس درخت کے ہی اور جنت اللہ کی حضوری ہے اور آدم تیرا قلب ہے اور حوا تیرا نفس اِن دونوں کو خطاب ہوتا ہے کہ اِس درخت کے پاس مت جانا کبھی ظالموں سے ہوجاؤ لیکن اتنا فرق ہے کہ آدم علیہ السلام کو عنایت گھیرے ہوئے تھی جب اُنھوں نے درخت سے کھایا خلافت کے لیئے زمین پر بھیجدیئے گئے اور تو اگر درخت ہی سے کھائیگا زمین عداوت پر پھینکدیا جاویگا اور تیرا دل کہ مُشابہ آدم ہے مشقت میں پڑجاویگا اور اس عداوت کی کلفت قلب کو ہوتی ہے نہ نفس کو کیونکہ ایسے وقت میں تو اُسکے مزاج کے مناسب چیزیں ہوتی ہیں یعنی تلذذات اور شہوات اور غفلت میں غرق ہونا **ترتیب و بیان** جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اوّل آدم علیہ السلام کو اپنی معرفت عنایت فرمائی صفت ایجاد کے ساتھ تو پکارا اُنہوں نے یَا قَدِیْرُ پھر صفت ارادے کے ساتھ تو پکارا یَا مُرِیْدُ پھر صفت حکومت کے ساتھ جو اکل شجر سے منع کرنے میں تھی تو پکارا یَا حَاکِمُ پھر کھانا اُنپر مقدر کیا تو پکارا یَا قَاھِرُ پھر کھانیکے بعد جلدی سے سزا نہیں دی تو پکارا یَا حَلِیْمُ پھر اِس مقدمے میں اُنکو رسوا نہیں کیا تو پکارا یَا سَتَّارُ پھر اُنکی توبہ قبول فرمائی تو پکارا یَا تَوَّابُ پھر اُسکا مشاہدہ کرایا کہ درخت سے کھانیسے دوستی قطع نہیں کی تو پکارا یَا وَدُوْدُ پھر اُنکو زمین پر بھیجا اور سامان زندگی کا اُن کے لیئے

آسان کردیا تو پکارا یا لطیف پھر اپنے احکام میں انکو قوت بخشی تو پکارا یا معین پھر کھانے اور منع کرانے اور زمین پر آنیکے اسرار انکو مشاہدہ کرائے تو پکارا یا حلیم پھر انکو دشمن و مکار پر غالب کیا تو پکارا یا نصیر پھر بار عبودیت برداشت کرنے میں انکی مدد فرمائی تو پکارا یا ظہیر پس زمین پر انکو صرف اسیواسطے بھیجا کہ احکام تصریف کی تکمیل فرماوے اور احکام تکلیف میں ان کو قائم کردے تو آدم علیہ السلام میں دونوں عبودیتیں کامل ہوگئیں عبودیت تصریف بھی اور عبودیت تکلیف بھی پس اللہ تعالی کی انپر بڑی منت ہے اور اسکا بڑا احسان ہے اچھی طرح سمجھ لو

رجوع بمطلب جاننا چاہیئے کہ سب سے بڑا مقام جسمیں بندے کو قائم ہونا چاہیئے مقام عبودیت ہے اور تمام مقامات اس مقام کے نسبت مثل خادم کے ہیں اور دلیل اس دعوی کی کہ عبودیت سب سے بڑا مقام ہے اللہ تعالی کے یہ اقوال ہیں سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا و مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا کٓھٰیٰعٓصٓ ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّاہ وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ **ف** ان سب آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبد فرمایا **ت** اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بادشاہ اور نبی بندہ ہونے میں اختیار دیا گیا آپنے عبودیت کو اختیار کیا پس یہ بڑی دلیل ہے اسکی کہ یہ سب مقامات سے افضل اور تمام طرق قرب سے اعظم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تو بندہ ہوں تکیہ لگاکر نہیں کھاتا بندوں کیطرح کھاتا ہوں اور فرمایا علیہ السلام کہ میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور میں کچھ لڑائی نہیں کرتا میں نے اپنے شیخ ابو العباس رح سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے لا فخر کے معنی یہ ہیں کہ میں سرداری پہ فخر نہیں کرتا میرا فخر تو عبودیت سے ہے اور اسی کے لیے ایجاد واقع ہوا ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اور عبادت صورت عبودیت ہے اور عبودیت روح عبادت جب اسکو تمنے سمجھ لیا تو اب سمجھو کہ عبودیت کی روح ترک اختیار اور تقدیر سے منازعت نکرنا ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ عبودیت کی حقیقت یہ ہے کہ ربوبیت کے آگے تدبیر و اختیار ترک کردے ہر گاہ تمام مقام عبودیت کا جو اشرف المقامات ہے ترک تدبیر پر موقوف ہے تو بندے کو سزاوار ہے کہ اسکو ترک کردے اور تسلیم و تفویض کی راہ چلے تا کہ مقام اکمل و مسلک افضل تک پہونچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر رض کو قرآن پڑھتے سُنا کہ آہستہ پڑھتے ہیں اور عمر رض کو سُنا کہ پکار پکار کر پڑھ رہے ہیں آپنے حضرت ابو بکر رض سے پوچھا کہ تم آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے عرض کیا کہ جس سے باتیں کرتا تھا وہ تو سُنتا تھا

ے حدیث یہ ہے انما انا عبد اٰکل متکئا انما انا عبد اللہ آکل کما یاکل العبد ۱۲ تنویر

رجوع بمطلب اصلی و تحقیق مقام عبودیت

ے حدیث یہ ہے انا سید ولد آدم ولا فخر ۱۲ تنویر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم پکار کر کیوں پڑھتے تھے عرض کیا میں سوتوں کو جگاتا تھا اور شیطان کو بھگاتا تھا آپ نے ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ ذرا اپنی آواز اونچی کردو اور عمرؓ کو حکم دیا کہ ذرا آواز کو پست کردو ہمارے شیخ ابوالعباسؒ فرماتے تھے اس مقام پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منظور تھا کہ دونوں صاحبوں سے انکا ارادہ چھڑا کر اپنے ارادے کی طرف لاویں **تنبیہ** خدا تیرا بھلا کرے اس حدیث میں غور کر تجھکو معلوم ہو جائیگا کہ اپنے ارادے سے باہر آنا تیری عبادت ہے کیونکہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وجہ پوچھی تو ہر ایک نے ایک وجہ وجیہ و قصد صحیح عرض کیا اسکے بعد بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکو انکے ارادہ و اختیار سے علیحدہ کر کے اپنے اختیار کی طرف لائے **فائدہ**

تفسیر وادی تیہ

جاننا چاہیے کہ بنی اسرائیل جب وادی تیہ میں داخل ہوئے اور منّ و سلویٰ ملنے لگا اور اللہ تعالیٰ نے انکی روزی کے لیے یہی پسند فرمایا تھا کہ بلا محنت و مشقت محض منت و احسان سے عنایت ہوتا تھا چونکہ وہ اسکے خوگر نہ تھے اور اللہ کی تدبیر کا مشاہدہ نصیب نہیں ہوا تھا انکی کیفیت طبائع اسی پرانی عادت کی طرف راغب ہوئی اور کہنے لگے اپنے رب سے دعا کرو کہ زمین کے ان نباتات میں سے ہمارے لیے پیدا کرے ساگ ہو ککڑی ہو لہسن ہے مسور ہے پیاز ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا ادنیٰ چیز کو اچھی چیز کے بدلے چاہتے ہو شہر میں اترو وہاں تمہاری منہ مانگی چیز ملے گی اور انپر ذلت و خواری جم گئی اور اللہ کے غضب میں پھر آئے اور یہ اسوجہ سے ہوا کہ انھوں نے اللہ کی پسندیدہ چیز کو جو انکی حالت کے مناسب تھی اپنی پسند کی ہوئی چیز کے سامنے چھوڑ دیا تو انکو بطریق توبیخ کہا گیا اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ اسکی ظاہری تفسیر تو یہی ہے کہ آیا لہسن پیاز مسور کو منّ و سلویٰ کے عوض میں چاہتے ہو حالانکہ یہ دونوں تو عین لذت اور بے مشقتی میں برابر نہیں ف یعنی منّ و سلویٰ لذیذ ہے اور بے محنت ملتا ہے بخلاف تمہاری خواستہ چیزوں کے کہ نہ انمیں وہ لذت ہے اور مصیبت و مشقت الگ رہی ت اور معنی اسراری یہ ہیں کیا ادنیٰ چیز کو کہ وہ تمہارا ارادہ ہے اعلیٰ سے کہ وہ ہمارا ارادہ ہے بدلنا چاہتے ہو اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ الآیۃ اسکے معنی اسراری یہ ہیں کہ آسمان تفویض و ترک تدبیر و اختیار مابدولت سے اپنی تدبیر و اختیار کی زمین پر اترو اور ذلت و خواری کیساتھ موصوف ہو کیونکہ اللہ کی تدبیر و اختیار کے روبرو اپنی تدبیر و اختیار چلاتے ہو اور اگر یہ امت تیہ میں ہوتی تو ایسی بات کبھی نہ کہتی جو بنی اسرائیل نے کہی کیونکہ انکے انوار شفاف ہیں اور اسرار دور تک پہونچے ہیں کیا تمنے خیال

فا

نہیں کیا کہ بنی اسرائیل نے ابتدا میں موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ہ اور اسی سے تیہ میں مبتلا ہوئے اور آخر میں یہ کہا اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ الخ اول میں اللہ کی فرمانبرداری سے انکار کیا اور آخر میں اختیار خداوندی کے غیر کو اپنے لئے اختیار کیا اور انسے بار بار بہت سی ایسی باتیں ہوئیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقت و طریقت سے بالکل بے بہرہ تھے کہیں کہتے ہیں اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً یعنی ہمکو اللہ کو کھلم کھلا دکھلا دو کہیں موسیٰ علیہ السلام سے فرمائش کی اِجْعَلْ لَنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ یعنی ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دو جیسا ان لوگونکے پاس ایک معبود ہے یہ اسوقت کہا تھا کہ دریا شگافتہ ہوا اور یہ پار اتر گئے وہاں ایک قوم پر گذر ہوا جو اپنے بتونکے روبرو بیٹھک جمائے ہوئے بیٹھی تھی حالانکہ ہنوز دریا کی نمی پیروں سے خشک نہیں ہوئی واقع میں وہ ایسے ہی تھے جیسا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بیشک تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت کرتے ہو پس حق اللہ تعالیٰ نے انکی دوسری حالت بیان کی وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ یعنی ہمنے پہاڑ اٹھا کر انپر کھڑا کر دیا جیسا سائبان ہوتا ہے اور انکو یقین ہوا کہ اب گرا حکم ہوا اختیار کرو جو احکام تم کو ہمنے دیے ہیں ہمت کے ساتھ اور اس امت کی انکے قلوب پر کوہ ہیبت و عظمت کو اٹھا لیا پس قوت ایمان سے کتاب اللہ کو اختیار کر لیا پس اسپر ثابت رہے اور اس امر میں تائید کئے گئے اور گوسالہ پرستی وغیرہ سے محفوظ رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو پسند کیا اور احکام کو اسکے لئے پسند فرمایا اور اپنے ان اقوال میں اسکی تعریف فرمائی كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یعنی تم بہت اچھے گروہ ہو جو لوگونکے فائدہ ہدایت کیلئے پیدا کئے گئے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا یعنی ہمنے بنایا تمکو گروہ وسط یعنی عادل نیک پس اس سے تجھکو ظاہر ہو گیا کہ تدبیر و اختیار بڑا سخت گناہ اور وبال ہے جب تجھکو یہ منظور ہو کہ اللہ کی طرف سے تیرے لئے اچھی بات تجویز کیجاوے تو اپنی تجویز کو ساقط کر دے اور اگر یہ منظور ہو کہ تیرے لئے عمدہ تدبیر کیجاوے تو اپنی تدبیر کا اسکے آگے دعویٰ مت کر اور اگر تجھکو مراد تک پہونچنا منظور ہے تو اسکی یہی صورت ہے کہ اسکے آگے کچھ مراد نہ رہے اسی لئے جب بایزیدؒ سے پوچھا گیا کیا چاہتے ہو کہا یہی چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں پس انکی آرزو اور خواہش اللہ سے یہی ہوئی کہ انکا ارادہ جاتا رہے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ بڑی کرامت ہے اور بڑی قربت ہے کبھی خاص لوگونسے ظاہر میں کرامتیں ہوتی ہیں مگر کچھ بقیہ تدبیر کا اسمیں

مختفی ہوتا ہے حقیقی اور کامل کرامت یہی ہے کہ تدبیر کو ترک کرے اور اُسکے حکم کے آگے تفویض اختیار کرے اسیواسطے شیخ ابوالحسن رح فرماتے ہیں کہ دو ہی تو جامع کرامتیں ہیں کہ ایک کرامت ایمان جس سے یقین بڑہے اور عیان شہود ہو دوسری کرامت عمل کہ جسمیں اقتدا و متابعت ہو اور دعوی اور دہوکے سے اجتناب ہو جسکو یہ دونوں کرامتیں نصیب ہوگئیں پھر وہ کسی اور کرامت کا طالب ہوا پس وہ شخص یا تو فریب خوردہ جھوٹا ہے یا علم اور عمل میں غلط کار ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ کسی شخص کو بادشاہ کی حضوری کا اعزاز خوشنودی کے ساتھ دیا گیا پھر وہ گھوڑوں کی سائیسی کا مشتاق ہوا اور بادشاہ کی خوشنودی کا لباس اُتار دیا اور جس کرامت کیساتھ اللہ کا راضی ہونا اور اللہ سے راضی ہونا مقرون نہو وہ کرامت والا یا تو استدراج اور دہوکے میں ہے یا ناقص ہے یا ہلاکت میں ہے اب یہ معلوم کرو کہ کرامت کا کرامت ہونا اللہ کی رضا سے مقرون ہونے پر موقوف ہے اور لوازم رضا سے یہ ہے کہ تدبیر ترک کردے اور اسکے روبرو اختیار معدوم کردے جاننا چاہیئے کہ بعضوں نے بایزید رح پر اعتراض کیا ہے کہ جب اُنھوں نے یہ ارادہ کیا کہ کچھ ارادہ نہ کریں تو یہ بھی ایک ارادہ ہے اور یہ اعتراض کسی بے علم کا ہے کیونکہ مراد بایزید رح کی یہ ہے کہ میں ارادہ نکروں کیونکہ اللہ کو اُنکے اور تمام بندوں کے لئے یہ بات پسند ہے کہ ارادہ نکریں پس یہ اس ارادے میں اللہ کے ارادے کے موافق ہیں **ف** حاصل یہ ہے کہ مراد بایزید رح کی مطلق ارادے کی نفی نہیں بلکہ جو ارادہ اللہ کی مرضی کے خلاف ہو **ت** اسیواسطے شیخ ابوالحسن رح نے فرمایا ہے کہ جتنی چیزیں شرع کی پسندیدہ اور ترتیب دادہ ہیں تیرا اُسمیں کچھ اختیار نہیں بس سُنا کر اور مانا کر یہ مقام فقہ ربانی اور علم لدنی کا ہے اور یہ علم حقیقت کے نزول کی زمین ہے جو اللہ سے حاصل کیا جاتا ہے اُس شخص کے لئے جو قرار پکڑے **ف** ختم ہوا کلام شیخ کا **ت** پس شیخ رح نے اس کلام میں یہ بات تبلادی کہ جتنی چیزیں شرع کی پسندیدہ ہیں اُنکا اختیار کرنا مقام عبودیت کے خلاف نہیں جسکی بنا ترک اختیار پر ہے تاکہ کوئی عقل ناحقیقت شناس اس سے دہوکا نہ کھائے اور یہ نہ سمجھنے لگے کہ وظائف اور اوراد اور سنن موکدہ کے ارادہ کرنیسے مقام عبودیت سے نکل جاویگا کیونکہ اختیار تو کرلیا اسی لئے شیخ رح نے بیان فرمادیا کہ جتنی چیزیں شرع کی پسندیدہ اور ترتیب دادہ ہیں اُن میں کچھ اختیار نہیں **ف** کہ اُسکو چھوڑ کر بیٹھ رہے وہ تو کرنا ہی پڑیگا **ت** تجھکو یہ حکم ہے کہ اپنی تدبیر و اختیار سے نکل نہ کہ اللہ اور رسول صلعم کی تدبیر سے بھی اُسکو اچھی طرح سمجھ لو پس تم کو معلوم ہوگیا کہ بایزید رح نے

جو ارادہ نکرنیکا ارادہ کیا وہ صرف اسیوجہ سے کہ اللہ کی یہی مرضی ہے کہ ارادہ نکریں اس ارادے کے سبب وہ عبودیت سے خارج نہیں ہوسکتے جو اُنسے مطلوب ہے پس معلوم ہوگیا کہ طریق موصل الی اللہ محو کرنا ہے ارادیکا اور چھوڑنا ہے خواہش کا یہاں تک کہ شیخ ابوالحسن رح فرماتے ہیں کہ ولی کبھی خدا تک نہیں پہونچ سکتا جبتک کہ اُسکی ایک تدبیر و اختیار بھی باقی رہے اور میں نے اپنے شیخ ابوالعباس رح سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ بندہ خدا تک نہیں پونہچتا یہاں تک کہ یہ پہونچنے کی خواہش بھی اُسکی منقطع ہوجاوے مراد انقطاع سے واللہ اعلم انقطاع ادب معلوم ہوتا ہے نہ انقطاع ملال **ف** انقطاع آرزو کبھی غایت ادب سے ہوتا ہے کہ مانگنے کو خلاف ادب جانتا ہے اگرچہ مطلوب کا شوق سینے میں مشتعل ہے اور کبھی ملال سے ہوتا ہے کہ مطلوب سے جی اُکتا گیا اسلئے نہیں چاہتا تو ادبا۔ اللہ کو جو وصول الی اللہ کی آرزو منقطع ہوتی ہے وہ انقطاع ادب سے ہے نہ انقطاع ملال **ت** یا یہ انقطاع اسوجہ سے ہے کہ قرب کے وقت مشاہدہ کرتا ہے کہ میں تو اس قابل نہ تھا اور اپنے کو اس مقام کی اہلیت سے حقیر دیکھتا ہے اسوجہ سے خواہش وصول منقطع ہوجاتی ہے۔ یہ نہیں کہ اُس سے جی اُکتا گیا یا بھر گیا یا ہٹ گیا۔ پس اگر چاہتے ہو اشراق و تنویر کو اختیار کرو ترک تدبیر کو اور اللہ کی طرف بزرگونکی راہ سے چلو جو اُن کو ملا ہے تمکو بھی ملے گا۔ ـ۵

چلو تم راہ پر اُنکی طریقہ دل سے لو اُن کا ۔۔۔ پہونچ جاؤگے منزل پر یہی وادی کی جانب ہے

اور ہمارے اس مضمون میں ابتدائے عمر کے چند اشعار ہیں جو کسی دوست کی خاطر سے لکھے تھے۔

اے یار قافلہ تو یہ جلدی نکل گیا ۔۔۔ ہم یوں ہی بیٹھے رہ گئے اب تم کرو گے کیا

کیا اسپہ تم ہو راضی کہ پیچھے پڑے رہو ۔۔۔ جھگڑے ہوس تو آہی گرادے تمہیں ہوا

عالم کی کہہ رہی ہے زبان یہ پکار کر ۔۔۔ جتنے ہیں کائنات یہ ہوجائینگے فنا

رستہ نجات کا نظر اُسکو ہی آئے گا ۔۔۔ بچکر طمع سے پھینکدی سب حق کی ماسوا

جو حق کو دید خلق سے پہلے ہی دیکھ لے ۔۔۔ صانع کے آگے دیگا وہ مصنوع کو اُڑا

جو راہ چلتے ہیں نظر آتے ہیں اُنکو نور ۔۔۔ جنکا ہے رُخ اُدھر ہیں سب اسرار انبیا

اُٹھ دیکھ خلق کو کہ محیط اُسکو ہیگا نور ۔۔۔ اور صبح قرب ہی کہ طلوع اُسنے ہی کیا

ہوکر غلام اُسکا تو ہوجا مطیع حکم ۔۔۔ تدبیر چھوڑ دے کہ نہیں اسمیں فائدہ

تدبیر کیا کرے گا کہ حاکم تو اور ہے — جھگڑا کرے گا حکم خدا میں کہیں بیا
اپنے ارادے اور مشیت کو محو کر — مقصود خوب سن لے کہ ہیگا یہی بڑا
اگلے یوں ہی چلے تھے کہ مقصد کو پا گئے — پیرو جو انکا ہو تو وہ جائے یوں ہی چلا
رو دے وہ اپنی جان کو کرنا ہو جو طلب — محبوب کی نہ کیجیی مگر ایک بھی ادا
رونا جسے ہو رو دے وہ بیٹھا اپنی جان کو — کیا عمر یوں ہی لہو میں ہو جائیگی فنا

جان تو اللہ تعالیٰ تجکو توفیق دے کہ اللہ کے ایسے ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تادیب وتعلیم کی وجہ سے وہ لوگ اپنی تدبیر سے خارج ہوگئے پس انوار نے اُنکی پختہ تدبیروں کو توڑ ڈالا اور معارف و اسرار نے اُنکے کوہ اختیار کو چور چور کر ڈالا پس مقام رضا میں اُنکی منزل ہوگئی اس مقام کی لذت اُنکو ملی پس اللہ سے فریاد کرنے لگے اس خوف سے کہ کہیں حلاوت رضا میں مشغول ہوکر اُسکی طرف مائل نہو جاویں **ف** یعنی تسلیم وتفویض کا ایسا غلبہ ہوا کہ رضا کا قصد کرنے بھی ڈرتے ہیں **ت** شیخ ابوالحسن رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ابتدائے عمر میں تدبیریں کیا کرتا تھا کہ کیا طاعتیں کروں اور اُسکے کیا اسباب مہیا کروں کبھی کہتا تھا میدانوں اور جنگلوں میں جا پڑوں کبھی کہتا تھا شہروں اور آبادیوں میں ہوں کہ وہاں علماء اور نیکوں کی صحبت میسر ہو مجھسے کسی نے ایک ولی کی تعریف کی جو ملک مغرب میں کسی پہاڑ پر رہتے تھے میں اُس پہاڑ پر چڑھا اور اُنکے پاس شب کو پہونچا اور اُسوقت اُنکی خدمت میں جانا نامناسب سمجھا میں نے اُنکو یہ دعا مانگتے ہوئے سُنا۔ یا الٰہی بہت لوگ تجھسے یہ دعا کرتے ہیں کہ مخلوق کو اُن کا مسخر کر دے اور تو اُنکو عنایت کر دیتا ہے اور وہ لوگ اسپر راضی ہو جاتے ہیں یا الٰہی میری تو یہ دعا ہے کہ تمام خلقت مجھ سے ٹیڑھی ہو جاوے تاکہ تیرے سوا میری کوئی پناہ نہ رہے میں نے سوچا اے دل غور تو کر یہ شیخ کس دریا سے چلو لے رہے ہیں شب کو ٹھیرا رہا جب صبح ہوئی اُنکے روبرو گیا اور سلام کیا پھر پوچھا کہ جناب کیا حال ہے کہنے لگے جیسے تجکو حرارت تدبیر و اختیار کی شکایت ہے مجھکو برودت تسلیم و رضا کی شکایت ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت حرارت تدبیر و اختیار سے جو مجھکو شکایت ہے اُسکا مزہ تو چکھ چکا ہوں اور اسوقت بھی چکھ رہا ہوں لیکن آپکی جو شکایت برودت رضا و تسلیم سے ہے اسکے معنی میری سمجھ میں نہیں آئے کہنے لگے اسکے معنی یہ ہیں کہ میں ڈرتا ہوں کہ ان دونوں کی حلاوت اللہ تعالیٰ سے غافل نہ کر دے پھر میں نے کہا کہ حضرت شب گذشتہ میں نے آپکو یہ دعا کرتے سُنا کہ یا الٰہی

بہت لوگ تجھسے یہ دعا کرتے ہیں کہ مخلوق کو انکا مسخر کردے اور تو انکو عنایت کردیتا ہے اور وہ لوگ اسپر راضی ہوجاتے ہیں یا الٰہی میری تو یہ دعا ہے کہ تمام خلقت مجھسے ٹیڑھی ہوجائے تاکہ تیری سوا میری کوئی پناہ نرہے۔ پس تبسم فرمایا اور کہا کہ اے میرے بچے بجائے سَخِّرْ لِي خَلْقَكَ کے یوں کہا کہ یَا رَبِّ کُنْ لِي یعنے اے پروردگار تو میرا ہوجا غور کر اگر ساری مخلوق تیری ہوگئی کیا تجھ کو کچھ فائدہ پہونچاسکتے ہیں۔ یہ کیسی کم ہمتی ہے **فائدہ** جاننا چاہیئے کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان اسواسطے ہلاک ہوا کہ اپنی تدبیر کی طرف رجوع ہوا اور جو تدبیر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور انکے کشتی والے ساتھیوں کے لئے فرمائی تھی اسپر راضی نہوا نوح علیہ السلام نے اس سے فرمایا[ف] اے بچہ ہمارے ساتھ تو بھی چڑھ جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو کہنے لگا میں کسی پہاڑ پر جا بیٹھونگا جو مجھکو پانی سے بچالیگا انھوں نے فرمایا آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچنے والا نہیں ہاں مگر جسپر اسی کی مہر ہو۔ پس باعتبار معنی کے اسکے کوہ عقل کی پناہ لی اور ظاہر میں جس پہاڑ کی پناہ لی تھی وہ اس جبل معنوی کی صورت تھی پس وہی حال ہوا جسکی خبر اللہ نے دی وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ یعنے دونوں کے بیچ میں ایک موج کی آڑ ہوگئی اور ڈوب گیا ظاہراً تو طوفان میں اور باطنا حرمان میں اے بندے ذرا عبرت حاصل کر جسوقت تقدیر کی موجیں تجھپر تلاطم کریں اسوقت اپنی عقل باطل کے پہاڑ کی طرف مت رجوع کرنا کہ دریائے فراق میں نہ ڈوب جاوے بلکہ کشتی توکل میں بیٹھ جانا[ف] جسنے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی وہ سیدھی راہ پر پہونچا۔ اور[ف] جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے وہ اسکو کافی ہی جب تو ایسا کریگا کشتی نجات تجھکو لیکر جودی امن پر قرار پکڑے گی پھر تو اسپر جا اتریگا سلامتی قرب اور برکات وصل کے ساتھ جو نازل ہونگی تجھپر اور انپر جو تیرے ساتھ جماعتیں ہیں اور وہ تیرے وجود کے عالم ہیں خوب سمجھو غافل مت ہو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور جاہل مت ہو پس تجھکو معلوم ہوگیا کہ تدبیر واختیار کا ترک کرنا بڑی ضروری چیز ہے جسکو اہل یقین لازم سمجھتے ہیں اور عبادت والے اس کو طلب کرتے ہیں اور بڑی شریف چیز ہے جسکے ساتھ اہل معرفت آراستہ ہوتے ہیں میں نے خانہ کعبہ کے روبرو ایک عارف سے پوچھا کہ آپکی واپسی کسطرف کو ہوگی کہنے لگے اللہ تعالیٰ کیساتھ میری ایک عادت ہے کہ میرا ارادہ میرے قدم سے تجاوز نہیں کرنے پاتا **ف** مطلب یہ کہ ارادہ بالکل مقدم نہیں ہوتا **ف** بعض بزرگوں کا قول ہے اگر جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں

قصہ کشتی حضرت نوح علیہ السلام

ف آیت یہ ہے یَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِيْنَ قَالَ سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ ۱۲ مترجم

ف یہ مضمون ہے اس آیت کا وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ۱۲ مترجم

ف یہ مضمون ہے اس آیت کا وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۱۲ مترجم

چلے جائیں اور میں اکیلا رہ جاؤں مجھکو دونوں گھروں میں کچھ بھی تمیز نہو کہ میرا ٹھکانا کہاں ہوگا پس یہ حال ہوتا ہے اُس شخص کا جسکے اختیارات اور ارادے محو ہوگئے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی مراد کے آگے اُسکی کچھ مراد نہ رہی ہو جیسے بزرگان پیشین سے کسی کا قول ہو کہ میری خواہش تقدیر الٰہی کے مقام میں ہے ابو حفص حداد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھسے فرمایا کہ چالیس سال سے اللہ تعالیٰ نے مجھکو جس حال میں رکھا میں نے اُسکو ناپسند نہیں کیا اور جس حالت کی طرف منتقل کیا اُس سے ناخوش نہیں ہوا اور ایک بزرگ نے مجھسے فرمایا کہ چالیس سال سے یہ خواہش کر رہا ہوں کہ مجھے کچھ خواہش نہ رہے تا کہ خواہش کی چیز ترک کر دوں مگر کوئی چیز خواہش کی نہیں ملتی **ف** جسکے ترک کے لئے نفی خواہش کی خواہش کروں **ت** پس یہ وہ قلوب ہیں جنکی رعایت و حمایت خود حق تعالیٰ فرماتا ہے تمنے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سُنا اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ ۵ یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا وجہ اسکی یہ ہے کہ مقام عبودیت کے ساتھ انکا محقق ہونا ربوبیت کے آگے اُنکا اختیار نہیں ہونے دیتا اور نہ گناہ کرنے دیتا نہ کسی عیب میں آلودہ ہونے دیتا ہے اور فرمایا[۱] حق سبحانہ تعالیٰ نے بیشک بات یہ ہے کہ شیطان کا زور اُنپر نہیں چلتا جو اللہ پر یقین لائے اور اُسپر بھروسہ کرتے ہیں پس جن قلوب میں شیطان کا قابو نہ چلے اُسمیں وسوسۂ تدبیر اور اُس سے قلب کا مکدر ہونا کدھر سے آویگا اور اُس آیت میں اسکا بھی بیان ہے کہ جو شخص ایمان اور توکل کو ٹھیک کرے اُسپر شیطان کا بس نہیں چلتا کیونکہ شیطان دو طرح سے آتا ہے یا تو عقائد میں شک ڈالدیتا ہے یا مخلوق کی طرف مائل کرکے اُسپر اعتماد کراتا ہے شک کی نفی تو ایمان سے ہوگئی اور اعتماد علی الخلق کی نفی توکل سے ہوجائیگی **تنبیہ** جاننا چاہیئے کہ مومن کو بھی تدبیر کے خطرات آتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اسکو اُسمیں نہیں رہنے دیتا اور اس حالت میں نہیں چھوڑتا کیا تمنے اللہ تعالیٰ کا فرمانا[۲] نہیں سُنا کہ اللہ دوست ہے ایمان والونکا نکالتا ہے اُنکو تاریکیوں سے طرف نور کے پس حق سبحانہ و تعالیٰ اہل ایمان کو ظلمات تدبیر سے انوار تفویض کی طرف لاتا ہے اور استقلال حق کو اضطراب باطل پر غالب کرتا ہے پس وہ اُس باطل کے ارکان کو ہلا دیتا ہے اور اُسکی عمارت کو گرا دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا[۳] بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پس وہ اُسکا مغز توڑ دیتا ہے اور وہ باطل جاتا رہتا ہے اور مومن پر اگرچہ اضطراب و تدبیر کے خطرات آتے ہیں مگر وہ گذرتے چلے جاتے ہیں اُنکو ثبات نہیں ہوتا اور مضمحل ہوجاتے ہیں اُنکا وجود نہیں رہتا کیونکہ نور ایمان اُنکے دلوں میں ٹھہر گیا ہے اور اُسکے

[۱] آیت یہ ہے انہ لیس لہ السلطان علی الذین آمنوا وعلی ربہم یتوکلون ۱۲ مترجم

[۲] آیت یہ ہے اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور ۱۲ مترجم

[۳] آیت یہ ہے بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ہو زاہق ۱۲ مترجم

انوار نے اُنکے سرکش نفوس کو دبا دیا ہے اور اُسکی چمک نے اُنکے قلوب کو بھر دیا ہے اور اُسکی روشنی نے اُنکے سینے کھول دیے ہیں پس ایمان جو اُنکے دلوں میں جا ٹھیرا ہے وہ اور کو نہیں پسنے دیتا بلکہ کبھی کچھ اونگھ سی ہو جاتی ہے جسمیں تدبیر کی خیالی صورت کا آنا ممکن ہی پھر اُنکے دل جاگ اُٹھتے ہیں وہ خیالی صورت جو ایک خواب سی تھی جاتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَيْفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ **ف** مصنف کی قراءت طَیفٌ بروزن ضَیفٌ ہے فائدہ وہم سے معلوم ہوتا ہے **ت** یعنی جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں جب کوئی شیطانی خیال اُنکو آچھوتا ہے وہ فوراً چونک اُٹھتے ہیں پس اسیوقت سوجھ والے ہوجاتے ہیں

بیان فوائد آیت ان الذین اتقوا الخ

فائدہ اول اور اس آیت میں چند فوائد ہیں پہلا **فائدہ** اِذَا مَسَّهُمْ الخ سے معلوم ہوا کہ اصل حالت تو اُنکی یہی ہے کہ ایسے وساوس سے محفوظ رہتے ہیں اگر کبھی ایسا ہوتا ہے تو اتفاقاً ہوتا ہے اس میں اُن کی ودیعت ایمان تبلانا منظور ہے جو اُن کے قلب میں رکھی گئی ہے **ف** وجہ معلوم ہونیکی یہ ہے کہ اگر وہ ہمیشہ وساوس میں گرفتار رہتے تو یوں فرماتے کہ جب اُنکو خیال چھوتا ہی اس فرمانے سے معلوم ہوا کہ پہلے نہ تھا پھر آچھوا۔

فائدہ دوم **ت** دوسرا **فائدہ** اِذَا مَسَّهُمْ فرمایا جسکے معنی ہیں چھونا اَمْسَكَهُمْ یا اَخَذَهُمْ نہیں فرمایا جسکے معنی ہیں پکڑنا کیونکہ مَسّ کہتے ہیں چھولینے کو جسکو ثبات و استداد نہو اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خیال شیطانی اُنکے دلمیں جمنے نہیں پاتا بلکہ یوں ہی ذرا چھو جاتا ہے کافروں کی طرح اُنکو پکڑ نہیں سکتا وجہ یہ کہ شیطان کفّار پر تو غالب ہے اور اہل ایمان کے قلوب سے کچھ ڈرے بھاگتا ہے جسوقت عقل جو قلب کی پہرہ دار ہے ذرا سو جاتی ہے جب بیدار ہوتے ہیں تو قلوب میں سے استغفار و ذلّت و احتیاج الی اللہ کے لشکر اُٹھتے ہیں اور شیطان جو لے بھاگا تھا سب اُس سے واپس کرتے ہیں اور اُسنے جو جھپٹا تھا اُس سے چھین لیتے ہیں

فائدہ سوم تیسرا **فائدہ** طیفٌ کا لفظ فرمانے میں اشارہ ہے کہ جو قلوب ہمیشہ بیدار رہتے ہیں شیطان اُن میں نہیں آسکتا کیونکہ طیف سونے ہی میں ہوتا ہے جو کبھی قلوب پر غفلت ہونے سے طاری ہو جاتا ہے اور جو سوتا نہیں اُسکے پاس طیف بھی نہیں آتا

فائدہ چہارم چوتھا **فائدہ** طیف فرمایا اور مسّہم وارد کیا اسکا ہم معنی کوئی لفظ نہیں فرمایا کیونکہ طیف کو ثبات وجود واقعی نہیں ہوتا صرف ایک صورت مثالیہ بے حقیقت ہوتی ہے پس اللہ تعالیٰ نے اسبات کو تبلا دیا کہ اس سے اہل تقویٰ کو ضرر نہیں ہوتا کیونکہ شیطان نے

جس چیز کو وارد کیا ہے وہ مثال لطیف یعنی صورت خیالی کی ہے جو خواب میں دیکھتے ہو جب جاگ اٹھے اُسکا کچھ بھی وجود نہیں **پانچواں فائدہ** تَذَکَّرُوا فرمایا ذَکَرُوا نہیں فرمایا اس میں یہ اشارہ ہے کہ غفلت کو خالی ذکر دفع نہیں کرتا جبتک دل متوجہ نہو البتہ تذکر اور اعتبار یعنی نصیحت کو قبول کرنا اور عبرت پکڑنا اُس غفلت کو دفع کرتا ہے خواہ ذکر بھی نہو وہ یہ کہ ذکر کا محل تو زبان ہے اور تذکّر کا محل قلب ہے اور طیف کا ورود قلب پر ہوا نہ زبان پر تو اُسکی دفع کرنے والی چیز قلب ہی میں ہونی چاہیئے کہ اُسکے اثر کو مٹاوے اور وہ تذکّر ہے **چھٹا فائدہ** تذکّروا کا معمول حذف کردیا یوں نہیں فرمایا تَذَکَّرُوا الْجَنَّةَ یا تَذَکَّرُوا النَّارَ یا تَذَکَّرُوا الْعُقُوْبَةَ یا مثل اس کے۔ اِس حذف میں بڑا فائدہ ہے وہ یہ کہ تذکّر جو طیف کو اہل تقوی کے قلوب سے مٹاتا ہے وہ علی قدر مراتب متقین کے ہے اور مرتبہ تقوی میں انبیا اور مرسلین اور اولیا اور صدیقین اور صالحین اور مسلمین سب داخل ہیں ہر ایک کا تقوی اُسکے حال و مقام کے لائق ہے ایسا ہی ہر ایک کا تذکّر اُسکے مقام کے مناسب ہے اگر تذکّر کی کسی خاص قسم کو ذکر فرماتے تو صرف اُسی قسم والے اسمیں داخل ہوتے مثلاً اگر یوں فرماتے

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوا الْعُقُوْبَةَ فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ہ تو جو لوگ ثواب سے تذکّر حاصل کرتے ہیں وہ خارج ہو جاتے اور اگر فرماتے تَذَکَّرُوْا سَابِقَ الْاِحْسَانِ یعنی یاد کرتے ہیں پہلے کے احسان کو تو جو لوگ پچھلے احسان کو یاد کرتے ہیں وہ خارج ہو جاتے وعلی ہذا القیاس پس حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اُسکا کوئی خاص معمول ذکر نہیں فرمایا تاکہ تمام مراتب کو شامل ہو جاوے۔ اچھی طرح سمجھ لو۔ **ساتواں فائدہ** تَذَکَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ہ فرمایا یوں نہیں کہا تذکروا فابصروا یا تذکروا ثم ابصروا یا تذکروا وابصروا پس واو سے تو اسلیئے تعبیر نہیں فرمائی کہ اُس سے یہ معلوم ہوتا کہ یہ ابصار یعنی توجہ بسبب تذکّر کے ہوئی حالانکہ مقصود یہی بیان کرنا ہے کہ تذکر کے سبب سے ابصار ہوا تاکہ لوگوں کو اُسکی رغبت ہو اور ثم اسلیئے نہیں لائے کہ ایک تو اُسمیں وہی بات ہے جو واو میں مذکور ہوئی کہ سبب نہ معلوم ہوتی دوسرے اس سے مقصود ہی الٹ جاتا کیونکہ ثمّ میں مہلت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ اُن کا ابصار تذکّر سے تاخیر نہیں کرتا بلکہ معاً تذکّر کے ساتھ ہی ابصار ہے اور صرف فا اسلیئے نہیں لائے کہ وہ تعقیب کو مقتضی ہے یعنی یہ بھی خلاف مقصود ہے بلکہ فا کے ساتھ اذا بھی

فائدہ پنجم

فائدہ ششم

فائدہ ہفتم

لائے اور یوں فرمایا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ گویا ہمیشہ سے صفت ابصار ہی پر رہے آمیں اللہ تعالےٰ انکی تعریف فرماتا ہے اور انپر کثرت احسان کو ظاہر فرماتا ہے مثلاً یوں کہو تذکر زید المسئلۃ فَاِذَا هِیَ صَحِیْحَۃٌ یعنی زید کو مسئلہ یاد آیا تو وہ صحیح نکلا مراد یہ ہے کہ پہلے ہی سے صحیح تھا اور اب بھی جب وہ معلوم ہوا صحیح ہے ایسے ہی اہل تقویٰ پہلے سے اہل ابصار ہیں لیکن طیف ہوی کے وارد ہونے نے انکی بصیرت کو جسکا نور ان میں جاگزین ہے چھپا ڈالا تھا پس وہ چونکے ابر غفلت ہٹ گیا اور آفتاب بصیرت چمک اٹھا **آٹھواں فائدہ** اس آیت میں اور ایسے مضمون کی جتنی آیتیں ہیں انمیں اہل تقویٰ پر بڑی وسعت ہے اور اہل ایمان کے ساتھ بڑا لطف ہے کیونکہ اگر یوں فرماتے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا لَا یَمَسُّهُمْ طَیْفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ یعنی اہل تقویٰ کو کبھی شیطانی خیال لگتا ہی نہیں تو بجز معصوموں کے کہ وہ انبیا اور ملائکہ ہیں سب خارج ہو جاتے پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے چاہا کہ اپنے دائرہ رحمت کو وسیع کرے اسلیے یوں فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تاکہ تجھکو معلوم ہو جاوے کہ طیف کا آنا انکو حکم تقویٰ سے اور انپر اس نام کے جاری ہونیسے نہیں نکالتا جبکہ وہ جاری سے تذکر کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف تبصر کے ساتھ رجوع کریں اور اسی آیت کے مماثل وسعت رجا میں دوسری یہ آیت ہے اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اور پاک ہو جانے والوں کو پیار کرتا ہے اور یوں نہیں فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ لَا یُذْنِبُوْنَ کہ اللہ تعالیٰ گناہ نہ کرنے والوں کو پیار کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا فرماتے تو تھوڑے ایسے لوگ داخل ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے جو کچھ بندوں کی ترکیب میں غفلت رکھی گئی ہے اور جو خلاف ورزی مادۂ انسانی کا مقتضا ہے کیونکہ مختلف لطفوں سے بنا ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ۝ یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تمسے بوجھ ہلکا کرے اور آدمی بہت کمزور پیدا ہوا ہے بعض اہل علم نے یوں تفسیر کی ہے یعنی غلبہ شہوت کے وقت اپنے اختیار میں نہیں رہتا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ یعنے اللہ تعالیٰ تمکو خوب جانتا ہے جبکہ پیدا کیا تمکو زمین سے اور جبکہ تم ماں کے پیٹ میں بچے تھے چونکہ معلوم تھا کہ انسان پر خطا غالب ہے اسلیے باب توبہ کو کشادہ فرمایا اور لوگوں کو اسکی راہ بتلائی اور اسکی طرف بلایا اور وعدہ فرمایا

کہ توبہ کرنے تو قبول کرینگے اور رجوع کرتو متوجہ ہوں گے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
کل بن آدم خطاؤں وخیر الخطائین التوابون یعنی تمام بنی آدم خطاوار ہیں اور اچھے خطاوار
وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں پس حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات بتلادی کہ خطا
تیرے وجود کو لازم ہے بلکہ تیرا عین وجود ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً
اَوْظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ
يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ہ یعنی ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی بیحیائی کرگذرتے ہیں یا اپنی
جانوں پر ستم کرتے ہیں اُسی وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں پس بخشش چاہتے ہیں اپنے گناہوں کی
اور خدا کے سوا گناہوں کو کون بخشتا ہے اور ہٹ نہیں کرتے اپنے فعل پر اور وہ جانتے ہیں یوں نہیں
فرمایا والذین لا یعلمون الفاحشۃ یعنی بالکل گناہ ہی نہیں کرتے اور فرمایا وَاِذَا مَا غَضِبُوْا
هُمْ يَغْفِرُوْنَ ہ یعنی جب اُنکو غصہ آتا ہے معاف کر دیتے ہیں یوں نہیں فرمایا لا یغضبون یعنی
غصہ ہی نہیں آتا۔ اور فرمایا وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ یعنی غصّے کو ضبط کرنے والے۔ یوں نہیں فرمایا
والذین لا غیظ لهم یعنی جنکو غصہ ہی نہیں۔ اسکو خوب سمجھ اللہ تعالیٰ کی تجھ پر مہر ہو یہ کھلے امر
ہیں اور یقینی امور ہیں **نواں فائدہ**۔ بیان مراتب متذکرین کا اہل تقویٰ سے **ف**
کیونکہ تذکر ایک مفہوم عام ہے جب اُسکو کسی معمول کیساتھ مقید نہیں کیا اپنی جمیع جزئیات کو شامل
ہوگیا **ت** جاننا چاہیے کہ اہل تقویٰ کو جب کوئی شیطانی خیال آلپٹتا ہے انکو تقویٰ مولیٰ کی نافرمانی
پر اصرار نہیں کرنے دیتا بلکہ اُنکا تذکر یعنی یادداشت آنا و مولیٰ کی طرف پھیر لاتا ہے اور اُنکا تذکر
کئی قسم پر ہے بعض لوگ ثواب کو یاد کر لیتے ہیں بعضے عقاب کو بعضے حساب کے لئے کھڑے ہونے کو
بعضے ترک معصیت کے بڑے ثواب کو بعضے احسان گذشتہ کو یاد کرکے نافرمانی سے شرما جاتے ہیں
بعضے مابعد کے احسان کو یاد کرکے اُسکے عوض کفران کرتے ہوئے شرما جاتے ہیں بعضے اللہ کا قرب
یاد کرتے ہیں بعضے اللہ تعالیٰ کے محیط ہونے کو یاد کرتے ہیں بعضے اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کو یاد کرتے
ہیں بعضے اللہ تعالیٰ کے عہد کو یاد کرتے ہیں بعضے لذت گناہ کا فانی ہو جانا اور اُسکے مواخذے کا
باقی رہنا یاد کرتے ہیں بعضے نافرمانی کے وبال و رسوائی کو یاد کرکے اُسکو ترک کر دیتے ہیں بعضے
فرماں برداری کے فوائد و عزت کو یاد کرکے اُس راہ چلتے ہیں بعضے اللہ کی قیومیت کو یاد کرتے ہیں

یعنے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور سلطنت کو یاد کرتے ہیں علیٰ ہذا القیاس جن جن چیزوں سے تذکر متعلق ہو سکتا ہے اور اُنکا حصر نہیں ہے ہمنے اتنا بھی اسواسطے کہدیا کہ اہل تقویٰ کے احوال سے تجھکو کچھ مناسبت ہو اور اہل بصیرت کے مقامات پر کچھ آگاہی ہو خوب سمجھ لو دسواں فائدہ ہو سکتا ہے کہ آیت میں مراد طیف سے وسوسہ وخطرۂ نفسانی ہو جو شیطان کے اِلقا سے آجاتا ہے ف اور تقریر گذشتہ میں طیف سے مراد صورت خیالی تھی جو خواب میں نمودار ہوتی ہے ت اِس خطرے کو طیف اسواسطے کہا کہ یہ قلب میں طواف کرتا ہے دوسری قرارت سے اسکی تائید ہوتی ہے وہ یہ ہے اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ ف بروزن خائف ت پس ایک قرارت دوسری قرارت کی مفسر ہوجائے گی اور وسوسہ قلب کے گرد گھومتا ہے اگر دیوار یقین کے کسی رخنے سے اُسکو رستہ ملگیا تو اندر گھس جاتا ہے ورنہ چلدیتا ہے اور مثال مقامات یقین اور نور یقین کی جو اُن مقامات کو محیط ہے ایسی ہے جیسے شہر پناہ کی دیواریں کہ شہر اور قلعہ کو گھیری ہوئی ہیں پس دیواریں تو انوار ہیں اور قلعہ جات مقامات یقین ہیں کہ شہر قلب کو گھیرے ہوئے ہیں پس جس شخص کے قلب کو دیوار یقین گھیرے ہوئے ہے اور اُسنے مقامات یقین کو کہ مثل قلعہ کے نوری احاطے ہیں درست کرلیا اُس شخص تک شیطان کی رسائی نہیں اور اُسکے گھر کہیں اُسکا ٹھکانا نہیں کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا فرماتا نہیں سنا اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ ط یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں یعنی چونکہ اُنہوں نے عبودیت کو ٹھیک کرلیا اسلیئے نہ وہ میرے حکم سے منازعت کرتے ہیں نہ میری تدبیر میں معارضہ کرتے ہیں بلکہ مجھپر توکل کرتے ہیں اور اپنے کو میرے حوالے کرتے ہیں اسیواسطے اللہ تعالیٰ اُنکی رعایت ونصرت اور حمایت فرماتا ہے اور اُنھوں نے اپنی ہمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کردیں اللہ تعالیٰ بھی اُنکو سب سے کافی ہوگیا کسی عارف سے پوچھا گیا تمھاری شیطان کے ساتھ مجاہدے کی کیا کیفیت ہے جواب دیا شیطان کون بلا ہے ہم وہ لوگ ہیں کہ اپنی تمام ہمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کردیں اُسنے سب سے ہماری کفایت فرمائی ف یعنی ہمکو مجاہدے کی حاجت نہیں اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے آپ نمٹ لیتا ہے ت میں نے اپنے شیخ ابو العباس رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ط یعنی شیطان تمھارا دشمن ہے تم اُسکو دشمن سمجھو پس بعض لوگ تو اِس خطاب سے یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کو اُنسے شیطان کے ساتھ عداوت کرنا مطلوب ہے انھوں نے اپنی تمامی ہمتیں اسمیں مصروف کردیں اُسنے اُنکو محبوب کی محبت سے غافل کردیا اور بعض لوگ یوں سمجھے کہ شیطان تمھارا دشمن ہے یعنی اور میں دوست ہوں

ف کان الاشیاء تعرف باضدادھا ت وہ لوگ اللہ تعالے کی محبت میں لگ گئے اللہ تعالے انکو سب سے کافی ہوگیا بعد اسکے اُس عارف کی حکایت بیان فرمائی یہ لوگ اگر شیطان سے پناہ مانگتے ہیں تو صرف اسوجہ سے کہ یہ اللہ تعالی کا حکم ہے نہ اسواسطے کہ یہ لوگ غیر اللہ کے لئے کچھ تصرف دیکھتے ہوں اور وہ لوگ غیر اللہ کیلئے کیسے تصرف دیکھ سکتے ہیں جبکہ اللہ تعالی کو کہتے ہوئے سُنتے ہیں اِنِ الحُکمُ اِلَّا لِلّٰہِ ط اَمَرَ اَن لَّا تَعبُدُوا اِلَّا اِیَّاہُ یعنی بات کسی کی نہیں چلتی سوائے اللہ کے اُسنے فرمایا ہے کہ اُسکے سوا کسی کی پوجا مت کرو اور فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّ کَیدَ الشَّیطٰنِ کَانَ ضَعِیفًا ہ یعنی شیطان کا داؤ بالکل بودا ہے اور فرمایا اِنَّ عِبَادِی لَیسَ لَکَ عَلَیھِم سُلطٰنٌ ط یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ چلے گا اور فرمایا اِنَّہٗ لَیسَ لَہٗ سُلطٰنٌ عَلَی الَّذِینَ اٰمَنُوا وَعَلٰی رَبِّھِم یَتَوَکَّلُونَ ہ یعنی شیطان کا قابو اُن لوگوں پر نہیں چلتا جو یقین رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں اور فرمایا وَمَن یَّتَوَکَّل عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسبُہٗ ط یعنی جو اللہ پر بھروسا کرے وہ اُسکو کفایت کرتا ہے اور فرمایا اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِینَ اٰمَنُوا یُخرِجُھُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّورِ ط یعنی اللہ اہل ایمان کا دوست ہے نکالتا ہے اُنکو تاریکیوں سے طرف نور کے اور فرمایا وَکَانَ حَقًّا عَلَینَا نَصرُ المُؤمِنِینَ ہ یعنی ہمارے ذمے پر ہے حمایت کرنا ایمان والونکی پس ان آیتوں نے اور جو ایسے مضمونکی ہیں مومنین کے قلوب مضبوط کر دیے اور اُنکی کھلی مدد کی پس اگر شیطان سے پناہ مانگتے ہیں تو صرف اسکے فرمانے سے اور اگر نور ایمان سے اُسپر غالب ہوتے ہیں تو اُسکی حمایت سے اور اگر اسکے فریب سے سالم رہتے ہیں تو اُسکی تائید واحسان سے شیخ ابو الحسن رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ حالت سیاحی میں میری ایک شخص سے ملاقات ہوئی اُسنے مجھکو وصیت کی اور کہا کہ توفیق اعمال کیلئے لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ سے بڑھکر کوئی کفنا رہنہیں اور اللہ کی طرف بھاگنے اور اُسکی پناہ لینے سے بڑھکر کوئی کردار نہیں اور جو اللہ تعالی کی پناہ لیتا ہے وہ سیدھی راہ چلا جاتا ہے پھر کہا بِسمِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالی کے نام سے مدد چاہتا ہوں فَرَرتُ اِلَی اللّٰہِ یعنی بھاگا میں اللہ تعالی کی طرف وَاعتَصَمتُ بِاللّٰہِ یعنی میں نے اللہ کی پناہ لی وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی گناہ سے بچنا اور عبادت پر قوت ہونا اللہ تعالی ہی کی مدد سے ہے وَمَن یَّغفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی اللہ تعالی کے سوا گناہ کو کون بخش سکتا ہی بِسمِ اللّٰہِ زبان کا قول ہی جو قلب سے صادر ہوا فَرَرتُ اِلَی اللّٰہِ وصف روح اور سر کا ہے اِعتَصَمتُ بِاللّٰہِ وصف عقل و نفس کا ہی لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وصف ملکوت اور عالم امر کا ہے وَمَن یَّغفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اللّٰہُ ف اس کلام میں اشارہ ہے طرف لطائف و اُنکے

آثار کرے ف یارب شیطان کے عمل سے تیری پناہ مانگتا ہوں بیشک شیطان کھلا بہکانے والا دشمن ہے
پھر شیطان سے خطاب کرکے کہا اللہ تعالیٰ کا علم تیرے حق میں یہی ہے کہ تو عدو مضل مبین ہے اور میں
اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہوں اور اُسپر توکل کرتا ہوں اور تجھسے خدا کی پناہ چاہتا ہوں اور اگر اُسکا حکم نہوتا تو میں
تجھسے پناہ نہ چاہتا تیری حقیقت ہی کیا ہے جو تجھسے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہوں ف یعنی اللہ تعالیٰ تو بڑا غالب
قدرت والا ہے کسی سخت چیز سے اُسکی پناہ مانگیں تو ہوسکتا ہے تو بیچارہ کیا چیز ہے ف پس تو نے سمجھ لیا
اللہ تعالیٰ کی تجھپر مہر ہو کہ شیطان کی اُنکے دلوں میں اتنی بھی قدر نہیں کہ اُسکی طرف قدرت وارادے کو
منسوب کریں اور بھید حکمت کا ایجاد شیطان میں یہ ہے کہ وہ ایک مظہر ہے جسکی طرف اسباب عصیان اور وجود کفران
وغفلت ونسیان کو منسوب کیا جائے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا وَمَا اَنْسٰنِیْہُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ
یعنی یوشع علیہ السلام بولے کہ مجھکو وہ بات شیطان کے سوا کسی نے نہیں بھلائی اور فرمایا ھٰذَا مِنْ
عَمَلِ الشَّیْطٰنِ یعنی موسیٰ علیہ السلام بولے کہ قبطی کا خون شیطان کے عمل سے ہوا پس راز حکمت
اسکے ایجاد میں یہ ہوا کہ ایسی نسبتوں کا میل کچیل اس سے پونچھا جائے اسیواسطے بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ
شیطان اس عالم کی ایک صافی ہے کہ تمام گناہوں اور زشت وناپاک اعمال کا میل اس سے پونچھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ
کو اگر منظور ہوتا کہ معصیت ہو تو ابلیس کو پیدا نکرتا اور شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شیطان مثل نر
کے اور نفس مثل مادہ کے اور دونوں کے درمیان گناہ کا پیدا ہونا ایسا ہے جیسے ماں باپ کے درمیان بچے کا
پیدا ہونا یہ نہیں کہ ماں باپ نے بچے کو ایجاد کیا بلکہ اُنسے بچے کا ظہور ہوا مطلب شیخ کے اس کلام کا یہ ہے
کہ جیسا کسی عاقل کو اس بات میں شک نہیں کہ بچہ ماں باپ کا پیدا کیا ہوا اور ایجاد کیا ہوا نہیں مگر چونکہ اُن دونوں
سے اُسکا ظہور ہوا اسلیئے اُنکی طرف منسوب کیا جاتا ہے اسیطرح کسی مومن کو اسمیں بھی شک نہیں کہ معصیت
نفس وشیطان کی پیدا کی ہوئی نہیں بلکہ اُنسے اُسکا ظہور ہوا ہے اسیوجہ سے اُنکی طرف معصیت کی نسبت ہوتی
ہے اور یہ نسبت اضافی واسنادی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت خلقی وایجادی ہے جیسا اللہ تعالیٰ
اپنے فضل سے طاعت کو پیدا کرتا ہے ایسا ہی اپنے عدل سے معصیت کو پیدا کرتا ہے خود ارشاد ہوا ہے
قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ فَمَا لِھٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ حَدِیْثًا یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کہدو کہ سب خدا ہی کی طرف سے ہے پس ان لوگوں کو کیا ہوگیا کہ بات نہیں سمجھتے اور فرمایا
اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ یعنی اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور فرمایا ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ یعنی

ف پس ظہور تعفار وتنا بکا اس سے
ف ہوا اسکے رو ہی پیدا ہوا تیرہ مقصود ہی جانتا بکلاوہ تو تعین منوع ہے بلکہ مقصود بیان حکمت الٰہی ہے ۱۲ ملفوظ شریف
ف مراد نفس سے نفس امارہ ہے اور بعض نے نفس کو بادشاہ اور شیطان کو وزیر کہا ہے ۱۲ ملفوظ شریف

کیا سوائے اللہ کے اور بھی کوئی پیدا کرنے والا ہے اور فرمایا اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ اَفَلَا
تَذَکَّرُوْنَ ہ یعنی کیا پیدا کرنے والا اور نہ پیدا کرنے والا برابر ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو اور آیت کمر
شکن اہل بدعت کی جو دعوے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ طاعت کا خالق ہے اور معصیت کا خالق نہیں
یہ ہے وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ہ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمکو بھی پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو بھی **ف**
لفظ مَا عام ہے طاعت و معصیت دونوں کو شامل ہے **تنبیہ** اگر وہ لوگ اعتراض کریں کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ یعنی اللہ تعالیٰ بری بات کا امر نہیں فرماتا تو جواب اس کا
یہ ہے کہ امر اور ہے اور قضا اور ہے **ف** یعنی امر کہتے ہیں علم تشریعی کو اور قضا کہتے ہیں حکم تکوینی کو
اس آیت سے نفی امر کی ہوئی اور اہل سنت مدعی قضا کے ہیں **تنبیہ** اگر وہ اعتراض کریں کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ یعنی جو بھلائی
پہونچے تجھکو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہونچے وہ تیری طرف سے ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بندوں کو
ادب سکھانا مقصود ہے پس ہمکو حکم ہے کہ اچھی چیزیں اسکی طرف منسوب کیا کریں کیونکہ اسکے وجود حق کے
لائق یہی ہے اور بری چیزیں اپنی طرف منسوب کیا کریں کیونکہ ہمارے وجود باطل کے مناسب یہی ہے
یہ حسن ادب ہے جیسا خضر علیہ السلام نے فرمایا فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا
یعنی کشتی کے توڑنے میں تو یوں کہا کہ میں نے چاہا کہ اسکو عیب دار کردوں اور بنائے دیوار کے قصے
میں یوں کہا کہ تیرے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونوں یتیم اپنے بلوغ تک پہونچ جاویں ابراہیم علیہ السلام
نے یوں فرمایا وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ یعنی جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھکو شفا دیتا ہے اور
خضر علیہ السلام نے یوں نہیں کہا فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یَّعِیْبَهَا یعنی تیرے رب نے اس کشتی کو عیب دار
کرنا چاہا جیسا یتیموں کے قصے میں کہا فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا پس عیب اپنی طرف منسوب
کیا اور اچھی بات کو اپنے مولیٰ کی طرف ایسے ہی ابراہیم علیہ السلام نے یوں نہیں فرمایا وَاِذَا اَمْرَضَنِیْ
فَهُوَ یَشْفِیْنِیْ یعنے جب مجھکو بیمار کرتا ہے تو شفا دیتا ہے بلکہ یوں فرمایا وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ہ
پس مرض کو اپنی طرف منسوب کیا اور شفا کو اپنے رب کی طرف باوجودیکہ مرض کا خالق اور فاعل حقیقی وہی ہے
پس معنی مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ کے یہ ہیں کہ بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یعنی از رو
خلق و ایجاد کے اور وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ کے یہ معنی ہیں کہ برائی تیری طرف سے ہے

۵۱ یہ مقام قرب نوافل ہے ۱۲ ملفوظ شریف

۵۲ یہ مقام قرب فرائض ہے ۱۲ ملفوظ شریف ۱۲

یعنی از روئے اضافت واسناد کے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم فرماتے ہیں الخیر
بیدیک والشر لیس الیک یعنی خیر تو تیرے ہاتھوں میں ہے اور شر تیری طرف منسوب نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی
علیہ وعلی آلہ وسلم کو معلوم تھا کہ خالق خیر وشر اور نفع وضرر کا اللہ تعالی ہی ہے لیکن تعبیر میں ادب کی رعایت کی
اور یوں فرمایا الخیر بیدیک والشر لیس الیک جیسا ہے اوپر بیان کیا خوب سمجھ لے۔ اگر وہ لوگ یہ اعتراض
کریں کہ حق سبحانہ وتعالی معصیت کے پیدا کرنے سے بھی پاک ہے کیونکہ معصیت قبیح ہے اور اللہ تعالی قبائح کے پیدا کرنے سے
پاک ہے ہم جواب دینگے کہ معصیت بندہ کی باعتبار فعل قبیح ہے کیونکہ حکم کی مخالفت ہے وجہ یہ کہ قبح خود فعل منہی عنہ کی ذات میں
نہیں ہوتا بلکہ بسبب تعلق نہی کے اس فعل میں قبح ہو جاتا ہے جیسا حسن کہ فعل مامور بہ کی ذات سے متعلق نہیں ہوتا بسبب تعلق امر کے
ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو **ف** اور حق تعالی کے اعتبار سے وہ ایک مخلوق ہے کہ اس نسبت میں حسن وقبح دونوں مساوی ہیں
ع کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست ؛ چوں بما نسبت کنی کفر آفت ست ؛ پھر اہل بدعت کے جو اللہ تعالی
کی یہ تنزیہ کی ہے کہ معاصی کے پیدا کرنے سے وہ منزہ ہے اس تنزیہ سے اسکی تنزیہ کرنا واجب ہے یعنی جب وہ یوں
کہیں کہ برتر ہے اللہ اس امر سے کہ معصیت کو پیدا کرے ہم مقابلے میں کہینگے برتر ہے اللہ تعالی اس امر سے کہ
اسکے ملک میں بدون اسکے ارادے کے کوئی چیز ہو جائے **ف** یعنی اگر معصیت کے ساتھ اللہ تعالی کا ارادہ متعلق
نہ ہو تو لازم آتا ہے کہ اللہ تعالی کے ملک میں اسکے خلاف ارادہ دوسروں کا تصرف چل سکتا ہے تو یہ عین نقصان
و عجز ہے **ع** دوستی بے خبر چون دشمنی ست ؛ حق تعالی زین چنین خدمت غنی ست ؛ خوب سمجھ لو اللہ تعالی
ہمکو ہماری سیدھی راہ چلائے اور دین راست پر اپنے فضل سے قائم رکھے۔ **تیسرا بیان جسمیں قواعد**
تدبیر و منازعت تقدیر کا ذکر ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ
اِبْرَاهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ط وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ
قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اور فرمایا اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ اور
فرمایا مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ اور فرمایا فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا اور فرمایا فَاِنْ حَآجُّوْكَ
فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِىَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ط اور فرمایا وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ
فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ اور فرمایا وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
الْوُثْقٰى اور فرمایا تَوَفَّنِىْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ اور فرمایا وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اور بہت
آیتیں اس مضمون کی ہیں تو اب سمجھنا چاہیے کہ اسلام کا اسطرح بار بار جگہ جگہ ذکر کرنا اسکی عالی قدری اور

قواعد تدبیر و منازعت تقدیر

عظمت شان کی دلیل ہے اور اسلام کا ایک ظاہر ہو ایک باطن ظاہر تو اسکا اللہ کے احکام کا بجالانا ہی اور
باطن منازعت نہ کرنا پس اسلام بدن کا حصہ ہی اور منازعت نہ کرنا اور اپنے کو حوالہ کر دینا قلوب کا حصہ ہی پس اسلام
مثال صورت کے ہی اور استسلام اُس صورت کی روح ہی پس اسلام تو ظاہر ہی اور استسلام اُس ظاہر کا باطن ہی پس مسلم
حقیقی وہ شخص ہی جو اپنے کو اُسکا مطیع بنائے ظاہر میں اُسکے امتثال امر سے اور باطنا اُسکے حکومت کے آگے گردن
جھکا دینے سے اور حقیقت مقام استسلام کی یہ ہی کہ منازعت احکام الٰہیہ سے بعید ہو جاوے اور اپنی کو حل و عقد میں اُسی کے
سپرد کر دے پس جو شخص دعوی کریگا اسلام کا مطالبہ کیا جاویگا استسلام کا اُس سے کہو کہ دلیل[ف] لاؤ اگر سچے ہو تم کو
معلوم نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام سے جب پروردگار نے فرمایا[ف] اسلام لاؤ وہ بولے میں اسلام لایا واسطے رب العلمین
کے پس جب اُنکو ڈھیکلی میں بٹھلایا گیا ملائکہ نے شور مچایا اے رب یہ تیرا خلیل ہی اسپر جو مصیبت نازل ہوتی ہی
تو خوب جانتا ہی حق سبحانہ تعالی کا حکم ہوا اے جبرئیل اُنکے پاس جاؤ اگر تمسے مدد چاہیں مدد کرو اور نہیں تو میں
جانوں اور میرا خلیل جانے جب جبرئیل علیہ السلام فضا میں ہوا میں اُنکے پاس آئے پوچھا آپکو کوئی حاجت ہی فرمایا
تمسے تو نہیں ہی ہاں اللہ سے ہی جبرئیل نے کہا پھر دعا کرو فرمایا اُسکو میرا حال معلوم ہونا دعا سے بس کرتا ہی پس
غیر اللہ کی انھوں نے مدد نہ چاہی نہ اُنکا قصد غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوا بلکہ حکم الٰہی کے آگے گردن جھکا دی بجائے اپنی
تدبیر کے اللہ کی تدبیر پر اور بجائے اپنی نگہبانی کے اللہ کی نگہبانی پر اور بجائے اپنی دعا کے اللہ کے علم پر اکتفا کیا
کیونکہ یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالی جمیع احوال میں اُنپر مہربان ہی پس خدائے تعالی نے بھی اُنکی تعریف فرمائی
اس قول سے وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى یعنی ایسے ابراہیم جنھوں نے اپنا قول پورا کیا اور اُنکو اُس آگ سے بھی
نجات دی جسکی خبر خود دیتے ہیں قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ ہ یعنی ہم نے حکم کیا کہ اے
آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔ اہل علم نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالی لفظ سلاما نہ فرماتے تو ایسی
سرد ہو جاتی کہ ہلاک کر دیتی پس وہ آگ بجھ گئی اہل سیر نے کہا ہے کوئی آگ مشرق و مغرب میں نہ تھی جو بجھ
نہ گئی ہو ہر ایک نے یہی خیال کیا کہ شاید مجھکو خطاب ہے بعضے علما نے کہا ہے کہ صرف بیڑیاں اُس آگ سے
جل گئیں **فائدہ جلیلہ** ابراہیم علیہ السلام کا جواب دیکھنے کے قابل ہی کہ جب اُنسے جبرئیل علیہ السلام نے
پوچھا کہ آپ کو کچھ حاجت ہی تو یوں فرمایا کہ تم سے حاجت نہیں اور یوں نہیں فرمایا مجھے حاجت نہیں کیونکہ
مقام رسالت و خلت کا مقتضا یہ ہے کہ عبودیت صریح بجالاوے اور مقام عبودیت کی لوازم سے یہ ہی کہ
اللہ کی طرف حاجت ظاہر کرے اور احتیاج کے ساتھ اُسکے روبرو کھڑا ہو اور اُسکے ماسوا سے قصد اٹھالے

[ف] یہ اشارہ ہے مضمون آیت کی طرف قل ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین ۱۲ مترجم

[ف] آیت یہ ہے اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین ۱۲ مترجم

پس یہی جواب مناسب تھا کہ تمسے حاجت نہیں یعنی اللہ کا تو محتاج ہوں مگر تمہارا نہیں پس ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کلام میں دونوں باتیں جمع کردیں اللہ کی طرف احتیاج کا ظاہر کرنا اور ماسوا سے قصد اٹھا دینا اور وہ بات نہیں جو بعض لوگوں نے کہی ہی کہ صوفی صوفی نہیں ہوتا یہانتک کہ اُسکو اللہ سے بھی حاجت نرہے اور یہ کلام مقتدا اور اہل تکمیل کی شان کے لائق نہیں اگرچہ تاویل اسکی ہوسکتی ہے کہ مراد یہ ہی کہ صوفی کو یقین ہو چکا ہی کہ اللہ تعالیٰ اُسکے پیدا ہونیسے پہلے ہی اُسکی سب حاجتیں پوری فرما چکا ہی تو جو حاجت ہی وہ ازل میں پوری ہوچکی ہی اور حاجت کی نفی سے احتیاج کی نفی لازم نہیں آتی **ف** حاصل یہ کہ بندے کو اللہ کی طرف احتیاج ضرور ہے خواہ حاجت پوری ہوچکی ہو یا نہ ہوچکی ہو اور قائل مذکور نے حاجت کی نفی کی ہی نہ کہ احتیاج کی جو کہ لوازم عبدیت سے ہی **ت** اور دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ جو کہا کہ اللہ سے اُسکو حاجت نہو مطلب یہ ہی کہ وہ خود اللہ کو طلب کرتا ہی کوئی حاجت اُس سے طلب نہیں کرتا اور بڑا فرق ہے اُسمیں جو خود اللہ کا طالب ہو اور جو اللہ سے طالب ہو اور تیسری تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ یہ جو کہا کہ اللہ سے اسکو حاجت نہ ہی مطلب یہ ہے کہ اُسنے ہمہ تن اپنے کو اسکے سپرد کردیا ہے اور اُسکے آگے گردن جھکا دی ہی پس اُسکی مراد وہی ہے جو اللہ کی مراد ہے **ف** یعنی اپنی طرف سے کچھ حاجت نہیں مانگتا بوجہ غلبہ مقام رضا کے **ت**

دوسرا فائدہ جلیلہ جب جبرئیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کیا تمکو کچھ حاجت ہے اور اُنھوں نے جواب دیا کہ تمسے تو کچھ حاجت نہیں ہاں اللہ سے ہی بعض بزرگوں کا قول ہی کہ اس جواب سے حضرت جبرئیل سمجھے کہ مجھسے مدد نہ چاہینگے اور انکا قلب بجز خدائے تعالیٰ کے کسی کو مشاہدہ نہیں کرتا اُسوقت عرض کیا کہ اچھا اُسی سے سوال کرو یعنی اگر آپنے یہ بات لازم ٹھیرا رکھی ہی کہ وسائط سے کچھ نہ چاہونگا اور اسوجہ سے مجھسے مدد نہیں چاہتے تو اپنے رب ہی سے سوال کرو کیونکہ وہ آپکے ساتھ مجھسے زیادہ نزدیک ہے ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرا حال اُسکو معلوم ہونا میرے مانگنے سے کفایت کرتا ہے مطلب یہ کہ میں نے جو غور کرکے دیکھا تو اسکو اپنے ساتھ سوال سے بھی زیادہ نزدیک پایا اور سوال کو وسائط سے دیکھا اور میں سوا اُسکے کسی چیز سے تمسک کرنا نہیں چاہتا دوسرے یہ کہ مجھکو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے پھر سوال کرکے یاد دلانے کی حاجت نہیں اور اُس سے رعایت نفرمانے کا احتمال نہیں اسلیئے میں نے سوال سے علم الٰہی پر اکتفا کیا اور یقین کرلیا کہ وہ مجھکو اپنے لطف سے کسی حال میں نچھوڑیگا یہی ہی اکتفا کرنا اللہ تعالیٰ پر اور ادا کرنا کلمہ حَسْبِیَ اللّٰہُ کے حقوق کا اور ہمارے شیخ ابو العباسؒ

[illegible]

فرماتے تھے اس آیت کی تفسیر میں وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى کہ ابراہیم نے پورا کر دیا حَسْبِیَ اللّٰہ کے مقتضا کو **ف** یعنی جبرئیلؑ کے جواب میں جو فرمایا حَسْبِیَ اُسی پر جمے رہے اور کسی پر نظر نہیں کی **ت** اور بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ کھانا دیا مہمان کو اور بیٹا دیا قربان ہونے کو اور بدن دیا آتش سوزان کو اُسپر اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى الآیۃ **تیسرا فائدہ جلیلہ** جاننا چاہیئے کہ جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں یعنی آدمؑ اور اولاد آدمؑ فرشتوں نے کہا کہ آپ ایسے شخص کو زمین میں پیدا کرتے ہیں جو اُسمیں خونریزی و فساد کرے گا اور ہم تسبیح و تحمید و تقدیس کرتے ہیں یعنی ہمکو خلیفہ بنا دیجیئے جواب ارشاد ہوا کہ ہم جانتے ہیں جو کچھ تم نہیں جانتے پس ابراہیم علیہ السلام کا جبرئیلؑ سے مدد نہ مانگنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں پر بڑی بھاری حجت ہوئی گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہاں ہیں جنھوں نے آدمی پر اعتراض کیا تھا کہ یہ فساد و خونریزی کرینگے تمنے میرے بندے ابراہیم کو کیسا دیکھا اس سے اُس قول کی شرح ہوگئی کہ ہم جانتے ہیں جو تم نہیں جانتے حدیث شریف میں آیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوبت بنوبت آتے ہیں فرشتے رات میں اور دن میں جو فرشتے شب کو دنیا میں رہے تھے وہ آسمان پر پہونچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُنسے پوچھتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہی کہ تمنے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ کہتے ہیں کہ ہم جب گئے تھے جب بھی نماز پڑھ رہے تھے **ف** یعنی عصر کی **ت** اور جب چھوڑ کر آئے ہیں جب بھی نماز پڑھ رہے تھے **ف** یعنی فجر کی کیونکہ بدلی انھیں دو وقت میں ہوتی ہے **ت** شیخ ابوالحسنؒ نے فرمایا گویا اللہ تعالیٰ کے پوچھنے کے یہ معنی ہیں کہ اے معترضین تمنے بندوں کو کس حال میں چھوڑا پس جبرئیل علیہ السلام کے بھیجنے سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ خلیل علیہ السلام کا رتبہ اور شرف و عظمت شان ملائکہ کے آگے ظاہر کر دیں اور بھلا ابراہیم علیہ السلام کیسے کسی غیر سے مدد چاہتے وہ تو اُسی کو دیکھتے تھے اور کسی کا مشاہدہ نکرتے تھے اور خلیل کو خلیل اسیواسطے کہتے ہیں کہ اُنکے خلل قلب میں یعنی رگ و ریشہ میں اللہ کی محبت اور عظمت و احدیت سما گئی تھی کسی غیر کی گنجائش نرہی تھی جیسے کسی کا قول ہے **ع** مثل جان مجھ میں ہوگیا پیوست ٭ ہو اسی سے خلیل نعت تری ٭ بولتا ہوں تو ہے تو میرا کلام ٭ روزہ رکھوں تو تشنگی ہے مری ٭ **تنبیہ** واللہ اعلم جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے قلب کو نور خلت سے منبسط کر دیا تھا اور اُن کو روح

ےا الفاظ حدیث یہ ہیں یتعاقبون فیکم ملائکۃ باللیل وملائکۃ بالنہار فیصعد الذین باتوا فیکم فیسألہم وہو اعلم کیف ترکتم عبادی فیقولون ترکناہم وہم یصلون واتیناہم وہم یصلون ۱۲ تنویر

استسلام عطا فرمائی تھی اور اُنکے قلب کو نظر الی الخلق سے محفوظ رکھا تھا پس آگ اسیواسطے اُنپر سرد وسلامتی ہوگئی کہ اُنکا قلب طاعت کیساتھ اللہ کے سپرد ہوگیا تھا پس استسلام سے رہے سلامت اور باطن مقام کے ٹھیک کرنیسے ہوئی یہ عزت وکرامت پس یہاں سے مومن کو سمجھنا چاہیئے کہ جو مواقع امتحان میں اللہ کی اطاعت اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ خار کو گل اور خوف کو امان کردیتا ہی پس جب شیطان تجکو منجنیق امتحان میں پھینکنا چاہے اور کائنات تیرے روبرو آکر دریافت کریں کہ تجھکو کچھ حاجت ہے یہی جواب دینا کہ تجسے تو کچھ حاجت نہیں ہاں اللہ سے ہے اگر کائنات یہ کہیں کہ اللہ ہی سے سوال کریے اُسکا جواب دینا کہ اُسکا علم میرے سوال سے کفایت کرتا ہے۔ اگر تو ایسا کریگا تو اللہ تعالیٰ آتش دنیا کو سرد وسلامتی کردیگا اور منّت اور کرامت تجھکو عطا فرماویگا کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انبیاء اور مرسلین کے ذریعہ سے ہدایت کے رستے کشادہ کئے ہیں پس اہل ایمان اُنکی راہ چلے اور اہل یقین نے اُنکی پیروی کو لازم جانا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہی قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ج یعنے کہدو اے محمد یہ میرا رستہ ہی بلاتا ہوں اللہ کی طرف میں بھی سوجھ والا ہوں اور میری اتباع کرنے والے بھی اور یونس علیہ السلام کی شان میں فرمایا فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ط وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ یعنی ہمنے اُنکی دعا قبول کی اور غم سے نجات دی اور اہل ایمان کو ہم یوں ہی نجات دیا کرتے ہیں یعنی جو اہل ایمان قدم بقدم یونسؑ کے چلتے ہیں اور اُنکے انوار کے مشتاق ہیں اور اللہ سے ذلّت واحتیاج کے ساتھ مانگتے ہیں اور مسکنت اور انکسار کا لباس پہنتے ہیں ہم اُنکو اسیطرح نجات دیا کرتے ہیں **رجوع بمطلب** ابراہیم علیہ السلام کے اس قصّے میں بیان ہی عبرت والونکو اور ہدایت ہے بصیرت والوں کو اور وہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی تدبیر سے نکلتا ہے اللہ اُسکے لئے خوبی تدبیر کردیتا ہی دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے چونکہ اپنی ذات کے لئے تدبیر واہتمام نہیں کیا بلکہ اللہ کے حوالے کرکے اسپر توکل کیا انجام اس اطاعت کا سلامتی اور عزت اور تعریف کا باقی رہنا مدت گذرجانے پر ہوا اور ہمکو اللہ کا حکم ہی کہ اُنکی ملت سے خارج نہوں اور اُنکے نام رکھنے کا لحاظ رکھیں جسکا ذکر اس آیت میں ہی مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ یعنے ملّت اختیار کرو اپنے باپ ابراہیم کی اُنھوں نے ہی تمھارا نام مسلمان رکھا ہی پہلے سے پس جو شخص براہیمی ہو اُسکو سزاوار ہے کہ اپنے لئے تدبیر کرنیسے بری ہو اور اعتراض سے خالی ہو اور ملت ابراہیم سے وہی اعراض کریگا جو سفیہ ہے اور اُنکی ملت کو لازم ہی تفویض الی اللہ اور طاعت

فی احکام اللہ آور جاننا چاہیئے کہ مقصود اعظم یہ ہے کہ اللہ کے آگے کوئی مراد باقی نہ رہے اور ہمارے اس مضمون میں اشعار ہیں ف جاننا چاہیئے کہ ان اشعار میں اللہ تعالیٰ کو متکلم اور بندے کو مخاطب قرار دیا ہے گویا اللہ تعالیٰ بندے سے فرماتا ہے وہ اشعار یہ ہیں ت۔ ۵

چاہتا ہوں دے مراد اپنی بھلا
رُشد کا رستہ اگر ہے چاہتا

چھوڑ دے اپنا وجود اُسکو نہ دیکھ
تھام لے مضبوط حلقہ صبر کا

کب تلک مجھسے ہی غفلت میں تو ہوں
تیری الفت اور رعایت میں سدا

کب تلک دیکھے گا مخلوقات کو
اور پھرے گا جنگلوں سر مارتا

میرے در کو چھوڑ جاتا ہے کہاں
راہ سے بے راہ کیوں تو ہو گیا

ہے قدیمی تجھ سے میری دوستی
عہد قالُوا حق میں میرے ہی ہوا

ہے ترا رب کوئی جس سے ہو اُمید
لے تجھے محشر کی سختی سے بچا

جس قدر مخلوق ہے عاجز ہے سب
کر رہا عاجز کو ہے عاجز ندا

مجھ سے سب مخلوق کو ہے گا قیام
کُن سے ہے ظاہر مظاہر کو کیا

میرے گھر میں اور میرے مُلک میں
اعتماد اوروں پہ ہو تو نے کیا

چشمِ ایمان تیز کر اور دیکھ تو
خلق ساری ہوتی جاتی ہے فنا

ہے عدم سے راستہ سوئے عدم
تو بھی اُسمیں جائے گا بیشک چلا

تجھپہ ہے خلعت مراد وہ مت اُتار
اور رُخِ اُمید خلقت سے ہٹا

میرے در پہ لا اُمیدیں اپنی سب
مال تجھ سے کچھ نہیں میں مانگتا

دیکھ اپنی حیثیت اور رہ ذلیل
آرزو سب تیری آوے گی بر آ

بندہ بیجا بندہ ہو جاتا ہے خوش
جو کہ مولےٰ نے اُٹھا کر دے دیا

وصف سے اپنے مٹا دوں تیرا وصف
دوں عناد و جہل کی تجھکو سزا

کیا تو میرے مُلک میں ہو گا شریک
جو وضوحِ حق پہ بھی جھگڑا کیا

گر رسائی چاہیے اس دربار کی
بس عدو ہو جا تو اپنے نفس کا

ڈوب بحرِ نیستی میں ہم کو دیکھ
بہر محشر ہم کو تو اپنا بنا

تنبیہ

ہم سے کر بار ان رحمت تو طلب — دیکھ پھر کرتے ہیں ہم احسان کیا
غیر سے مت کر ہدایت تو طلب — ہے کوئی بتلائے تجکو راستہ

تنبیہ و اعلام جاننا چاہیئے کہ تدبیر[۲] دو قسم ہے ایک[۱] تدبیر محمود دوسری[۲] تدبیر مذموم تدبیر مذموم تو وہ تدبیر ہے جسکا حظ تیری طرف لوٹ کر آوے ادائے حق اللہ کے لئے نہو جیسے تدبیر کرنا کسی گناہ کی تحصیل میں یا کسی حظ نفسانی میں غفلت کے ساتھ یا کسی طاعت میں نمائش اور شہرت کے ساتھ اور مثل اسکے یہ تمامتر مذموم ہے یا تو اسوجہ سے کہ اس سے استحقاق عذاب ہوتا ہے یا اسلئے کہ اس سے وقوع حجاب ہوتا ہے اور جو شخص نعمت عقل کو پہچانے گا وہ اسکو ایسی چیز کی تدبیر میں صرف کرتے ہوئے شرمائیگا جو اسکو قرب الٰہی تک نہ پہونچاوے اور اسکی محبت کا سبب نبجاوے اور جتنی چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنی منت سے بندونکو عطا فرمائی ہیں عقل ان سب میں افضل ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کرکے انپر دو چیزوں سے فضل فرمایا ایک[۱] ایجاد دوسرا[۲] دوام امداد **ف** یعنی اول وجود عطا فرمانا پھر اسکو بقا دینا **ت** اور ہر مخلوق کے لئے ان دو نعمتوں کا ہونا ضرور ہے نعمت ایجاد[۱] دو نعمت[۲] امداد اور اس تقریر سے اللہ تعالیٰ کے قول کے معنی بھی سمجھ میں آسکتے ہیں وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ یعنے میری رحمت سب چیز کو گھیرے ہوئے ہے **ف** یہ وہی رحمت ہے جو مذکور ہوئی **ت** لیکن چونکہ ان دو نعمتوں میں تمام مخلوق شریک تھی اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ایک کو دوسری سے امتیاز دے تاکہ تعلقات ارادہ و مشیت کی وسعت ظاہر ہو جاوے پس بعض موجودات کو توصفت نمو سے ممتاز کیا جیسے نباتات و حیوانات و انسان پس بہ نسبت موجودات غیر نامیہ کے یعنی جنمیں نمو نہیں ان تینوں میں قدرت کا زیادہ ظہور ہے **ف** کیونکہ انمیں ایک وصف یعنی نمو زیادہ ہے **ت** پھر چونکہ یہ تینوں وصف نمو میں شریک تھے حیوانات اور انسانکو حیات دیکر نباتات سے امتیاز دیا اب اس وصف میں حیوان اور آدمی شریک رہے تو بہ نسبت نباتات کے ان دونوں میں ظہور قدرت زیادہ ہوا اب یہ منظور ہوا کہ آدمی کو حیوان سے ممیز کریں پس اسکو عقل عنایت فرمائی اور اسکی وجہ سے تمام حیوانات پر بزرگی بخشی اور اسکی بدولت اپنی نعمت انسان پر کامل فرمائی اور عقل ہی کی افزونی اور روشنی سے دونوں جہان کے کام بنتے ہیں پھر اس نعمت عقل کا تدبیر دنیا میں صرف کرنا جو خدا کے نزدیک بالکل بے قدر ہے اس نعمت کی بڑی ناشکری ہے اور معاد کے اہتمام و اصلاح میں اسکا لگا دینا واسطے ادائے حق محسن کے جس سے اس نور کا فیضان ہوا نہایت مناسب ہے پس اپنی

عقل کو جو اللہ نے اپنی منت سے دی ہے تدبیر دنیا میں مت صرف کر جسکے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الدنیا جیفۃ قذرۃ یعنی دُنیا مُردار گندی ہے اور فرمایا[۵۱] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ضحاک سے تمہاری غذا کیا ہے عرض کیا گوشت اور دودھ یا رسول اللہ فرمایا پھر وہ کیا ہو جاتا ہے عرض کیا یا رسول اللہ جو ہو جاتا ہے آپ جانتے ہیں فرمایا آدمی سے جو نجاست نکلتی ہے اُسکو اللہ نے دُنیا کے مثال بنایا ہے اور فرمایا[۵۲] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک اتنی بھی ہوتی جتنا مچھر کا پر تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ پلاتا۔ اور جس شخص نے اپنی عقل کو دُنیا میں جو ایسی گندی ناپاک ہے صرف کیا اُسکی ایسی مثال ہے جیسے بادشاہ نے کسی کو بڑی عظمت و شان کی ایک تلوار دی جو اور رعایا کو دنیا گوارا نہیں کرتا اور اسواسطے دی کہ اپنے دشمنوں کو قتل کرے اور اُسکو باندھکر آراستہ و مزین ہو یہ تلوار لیکر مُردار لاشوں کی طرف چلا اور اُس تلوار سے اُنکو مارنا شروع کیا یہانتک کہ اُسکی چمک سے آب ہو گئی اور دھار کُند ہو گئی اور اُسکی خوبی و رونق جاتی رہی جب بادشاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گی نہایت زیبا ہے کہ اُس سے تلوار چھین لے اور اُسکی بدکرداری پر سخت سزا دے اور اپنی توجہ و عنایت سے اُسکو محروم کر دے اِس سے معلوم ہوا کہ تدبیر دو قسم پر ہے ایک محمود دوسری مذموم تدبیر محمود وہ تدبیر ہے جو تجھکو اللہ سے نزدیک کرے جیسے یہ تدبیر کرنا کہ مخلوق کے حقوق سے بری ہو جاؤں یا تو حقوق ادا کرکے یا معاف کرا کر اور توبہ کرنا خدائے تعالیٰ سے اور اُن چیزوں کی فکر کرنا جو ہوائے نفسانی کو قلع قمع کر دیں جس سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور شیطان سے بچنے کی فکر کرنا جو لوگوں کو بہکاتا ہے اور یہ سب محمود ہے اسمیں کوئی شک نہیں اسیواسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[۵۳] کہ ایک ساعت کی فکر ستر سال کی عبادت سے افضل ہے اور دنیاوی تدبیر بھی دو طرح کی ہے ایک تو دُنیا کی تدبیر کرنا دنیا کے لئے دوسری دنیا کی تدبیر کرنا اُخری کے لئے اور دنیا کی تدبیر کرنا دنیا کے لئے تو یہ ہے کہ اُسکے اسباب و سامان جمع کرنے کی تدبیر کرے واسطے افتخار اور دولت بڑہانے کے اور جس قدر اسمیں فزایش ہوتی جاتی ہے غفلت اور دہوکا بڑھتا جاتا ہے اور اُسکی علامت یہ ہے کہ بجا آوری احکام سے غافل کر دے اور نافرمانی کا باعث ہو جاوے اور دُنیا کی تدبیر آخرت کے لئے یہ ہے جیسے کوئی شخص تجارت اور پیشہ و زراعت کی تدبیر اِس نیت سے کرتا ہے کہ حلال روزی کھاؤنگا اور فاقے والوں کو اسمیں سے دونگا اور اپنی آبرو لوگوں سے بچاؤنگا اور جو شخص دُنیا کو اللہ کے لئے طلب کرتا ہے اسکی پہچان یہ ہے کہ زیادہ حاصل نکرے اور ذخیرہ

[۵۱] حدیث یہ ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم للضحاک ما طعامک قال اللحم واللبن یا رسول اللہ قال یعود الی ماذا قال الی ما قد علمت یا رسول اللہ قال فان اللہ جعل ما یخرج من ابن آدم مثلاً للدنیا ۱۲ تنویر

[۵۲] حدیث یہ ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم لو کانت الدنیا تزن عند اللہ جناح بعوضۃ ما سقی کافرا منہا شربۃ ماء ۱۲ تنویر

[۵۳] حدیث یہ ہے فکرۃ ساعۃ خیر من عبادۃ سبعین سنۃ ۱۲ تنویر

نہ رکھے لوگوں کے کام اُسمیں سے نکالتا رہے اہل حاجت کو اپنے پر مقدم رکھے اور زاہد کی دو علامتیں ہیں ایک علامت دُنیا نہ ملنے کے وقت دوسری ملنے کے وقت دُنیا ملنے کے وقت تو زہد کی پہچان یہ ہے کہ محتاجوں پر ایثار کرے اور نہ ملنے کے وقت یہ ہے کہ بیچینی نہو پس ایثار تو نعمت وجدان کا شکر ہے اور راحت نعمت فقدان کا شکر ہے اور یہ ثمرہ فہم و عرفان کا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا جیسا دُنیا کے ملنے میں انعام ہے ایسطرح نہ دینے میں بھی بلکہ یہ نعمت زیادہ کامل ہے سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں دُنیا کی مجھسے دور رکھیں اُسمیں زیادہ نعمت بہ نسبت اُسکے کہ مجھکو عطا کیں شیخ ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ارشاد فرمایا کچھ خبر ہے دنیا کی محبت قلب سے خارج ہونے کی کیا پہچان ہے میں نے عرض کیا مجھکو معلوم نہیں فرمایا دنیا کی محبت قلب سے خارج ہونیکی پہچان یہ ہے کہ ہونے میں خرچ کرے ورنہ ہونے میں چین سے بیٹھا رہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر طالب دنیا مذموم نہیں بلکہ مذموم وہ ہے جو اپنے واسطے طلب کرے نہ ربکے واسطے اور دنیا کے لئے طلب کرے نہ آخرت کے واسطے پس دو قسم کے لوگ ہوئے ایک وہ شخص جو دُنیا کو دُنیا کے لئے طلب کرے دوسرا وہ جو دُنیا کو آخرت کے لئے طلب کرے کسی مبتدی صوفی نے کسی کامل صوفی دولت مند سے کہا تھا + نہ مرد ست آنکہ دنیا دوست دارد + انھوں نے جواب میں فرمایا اگر دارد برای دوست دارد + میں نے اپنے شیخ ابو العباسؒ سے سنا فرماتے تھے عارف دنیا نہیں رکھتا کیونکہ اُسکی دُنیا آخرت کے لئے ہوتی ہے اور آخرت ربکے لئے اسی پر محمول کیئے جاوینگے احوال صحابہ اور سلف صالحین رحمہم اللہ کے جب کبھی وہ لوگ اسباب دُنیا میں داخل ہوئے اس سے انکو اللہ کا قرب مقصود تھا اور اُسکی رضا کے اسباب پیدا کرتے تھے دُنیا اور اُسکی زینت اور لذت مقصود نہ تھی حق تعالیٰ نے بھی انکا یہی وصف فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ الآیۃ یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اُنکے ساتھی کفار کے مقابلے میں سخت ہیں آپسمیں مہربان ہیں دیکھے گا تو آنکو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے ڈھونڈھ رہے ہیں اللہ کی فضل اور رضامندی کو انکی نشانی اُنکے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے اور دوسری آیت میں فرمایا فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۙ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ

وَالْاَبْصَارُ ہ یعنے اللہ کا نور اُن گھروں میں ہے کہ اللہ نے حکم فرمایا ہے کہ وہ گھر اونچے کئے جاویں اور اُن گھروں میں اُسکا نام پاک ذکر کیا جاوے اُسمیں اللہ کی تسبیح صبح و شام ایسے لوگ کرتے ہیں کہ غافل نہیں کرتی انکو سوداگری اور سودا سلف اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے ڈرتے ہیں وہ لوگ ایسے دن سے کہ بدل جاینگے اُسمیں قلوب اور نگاہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے رِجَالٌ

صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ط یعنے ایسے لوگ کہ سچ کر دکھلایا انھوں نے جو کچھ اللہ سے عہد کیا تھا پس بعضے تو انمیں وہ ہیں جنھوں نے اپنی منت پوری کردی اور بعض انتظار میں ہیں اور انھوں نے عہد کو بالکل نہیں بدلا اور اس مضمونکی بہت آیتیں ہیں اور ایسے لوگوں پر کیا گمان ہوسکتا ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی صحبت اور مخاطب قرآن بنانے کے لئے پسند کیا پس قیامت تک کوئی مسلمان نہیں جسکی گردن پر صحابہؓ کے بیشمار اور یاد رکھنے کے قابل احسان نہوں کیونکہ وہی لوگ تو ہیں جنھوں نے حکمت اور احکام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہونچایا اور حلال اور حرام کو بیان کیا اور خاص و عام کو سمجھایا اور اقالیم اور شہر فتح کئے اور مشرکین اور معاندین کو زیر کیا اور سچ ہے جو کہ اُنکے حق میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اهتدیتم یعنے میرے سب یار مثل ستاروں کے ہیں جسکے پیچھے لگ لوگے راہ ملجاوے گی اور حق تعالیٰ نے پہلی آیت میں (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ الخ) اُنکے بہت سے اوصاف ذکر فرمائے یہانتک کہ فرمایا يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا یعنے وہ لوگ اللہ کے فضل و رضا کو ڈھونڈھتے ہیں پس اللہ تعالیٰ جو اُنکے اسرار پر مطلع ہے اور اُنکے باطن اور ظاہر کو جانتا ہے وہ خبر دے رہا ہے کہ انکو اپنے مقاصد میں دُنیا مطلوب نہیں اور بجز رضا و فضل خداوندی کے دوسرا مقصود نہیں اور اللہ تعالیٰ اُنکے حق میں فرماتا ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ط یعنے جکر بٹھا کر اُن لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام چاہتے ہیں اُسکی رضامندی پس اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتلادی کہ سوا خدا کے کچھ اُنکی مراد نہیں اور اُسکے سوا اُنکا کچھ مقصود نہیں اور دوسری آیت میں یوں فرماتا ہے کہ پاکی بیان کرتے ہیں اللہ کی اُن گھروں میں صبح و شام ایسے لوگ کہ غافل نہیں کرتی اُن کو تجارت اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اسمیں یہ اشارہ ہے کہ اُنکے قلوب پاک ہوگئے اور اُنکے انوار کامل ہوگئے اسیواسطے

ف اصطلاح صوفیہ میں اس کو خلوت در انجمن کہتے ہیں ۱۲ ملفوظ شریف

دنیا انکے قلوب کو نہیں بگاڑ سکتی اور انکے چہرۂ ایمان پر خراش نہیں کر سکتی اور دنیا ایسے قلوب میں کیونکر جا سکتی ہے جنکو اللہ نے اپنی محبت سے بھر دیا ہوا اور اپنے قرب کے انوار انمیں روشن کر دیے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ ط یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ قابو نہ چلے گا پس اگر دنیا کا زور انکے دلوں پر چلتا تو شیطان کا بھی بس چلتا کیونکہ شیطان کی رسائی ان قلوب تک نہیں جنکے انوار زہد روشن ہوں اور حبّ دنیا کے میل سے پاک صاف ہو گئے ہوں پس مطلب اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ ط کا یہ ہے کہ نہ تیرا اور نہ اور کسی مخلوق کا قابو چل سکتا ہے کیونکہ میری عظمت کا غلبہ جو انکے قلوب پر ہے وہ میرے سوا کسی کا غلبہ وہانتک آنے نہیں دیتا پس آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے انکا یہ وصف فرمایا ہے کہ تجارت و بیع انکو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ تجارت و بیع نہیں کرتی بلکہ اس آیت کے مضمون میں غور کرنیسے معلوم ہوا کہ بیع اور تجارت جائز ہے تمنے کیا یہ قول نہیں سنا اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ پس اگر غنا سے منع فرمانا منظور ہوتا تو سبب غنا سے بھی کہ بیع و تجارت ہے منع فرماتے دیکھو اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ میں جب زکوٰۃ کو واجب فرمایا اس سے صاف واضح ہوا کہ جن لوگوں کے یہ اوصاف مذکور ہوئے ان میں بعض غنی بھی ہوتے ہیں اور پھر بھی تعریف کے قابل رہتے ہیں جبکہ اپنے مولیٰ کے حقوق ادا کرتے رہیں عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ جس روز شہید ہوئے ہیں انکے خزانچی کے پاس ڈیڑھ لاکھ دینار اور دس لاکھ درہم تھے اور اریس و خیبر اور وادی القریٰ کے درمیان میں کچھ زمینیں تھیں جنکی قیمت دو لاکھ دینار تھی اور زبیر رضی اللہ عنہ کے ترکہ کا آٹھواں حصہ پچاس ہزار دینار تھے **ف** اور پورا ترکہ چار لاکھ دینار ہوئے **ت** اور ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار غلام چھوڑے تھے اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے تین لاکھ دینار چھوڑے اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غنی ہونا اتنا مشہور ہے کہ ذکر کرنیکی ضرورت نہیں اور دنیا ان حضرات کے ہاتھوں میں تھی[۳] دلوں میں نہ تھی جب نہ ملی تھی صبر کیا جب ملی شکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ابتدائے امر میں انکو فاقے میں مبتلا فرمایا یہانتک کہ انکے انوار کمال کو پہونچ گئے اور اسرار پاک ہو گئے پھر انکو دنیا دی[۵] کیونکہ اگر پہلے ہی ملجاتی تو شاید انپر اثر کرتی چونکہ بعد تمکین اور رسوخ یقین کے ملی انمیں اسطرح تصرف کیا جیسا امانت دار خزانچی تصرف کرتا ہے اور اس ارشاد کو پورا بجا لائے وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ یعنی خرچ کرو اس چیز سے

[۲] شعر آسے غیر ... خانہ دلہیں ... سیر کہ خیال ... تیغ دلدار ... در بیان انیا ۱۲ ملفوظ شریف

[۴] بقول مولانا ... شعر ... کشتی ... آب اندر زیر کشتی ... پستی ہست ۱۲ ملفوظ شریف

[۳] سبیل ایسا ہوا ... جیسے ... ساتھ ... میں دیا ۱۲ ملفوظ شریف

جسمیں تمکو خلیفہ کیا ف حاصل یہ کہ مالکانہ تصرف نہ کرتے تھے بلکہ حیا کرانہ کرتے تھے ف اسی مقام سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اول امر میں جہاد کرنے سے اس ارشاد میں کیوں ممانعت فرمادی تھی فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ یعنی معاف کرو اور درگذر کرو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے وجہ یہ کہ اگر ابتدائے اسلام میں جہاد کی اجازت ہوتی تو شاید بعض نومسلموں کو جو اجازت ملتی تو اپنا ذاتی بدلہ لینے لگتے اور خرابی نیت کی خبر بھی نہ ہوتی یہانتک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوئی ضرب لگاتے تھے تو اُس کے ٹھنڈے ہونے تک ٹھیرے رہتے تھے پھر دوسری ضرب لگاتے تھے اس اندیشے سے کہ شاید اسکے پیچھے اگر مارا ماروں تو کہیں نفس کی آمیزش نہو جاوے اسکا باعث یہ تھا کہ آپ نفس کے چھپے دہوکوں کو پہچانتے تھے اور بڑی حفاظت صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیا کی تھی اور اپنے اعمال کو خالص کرنیکی اور اندیشہ ناک رہتے تھے کہ اُنکے عمل میں ایسی چیز نہ ملجاوے جس سے رضائے مولیٰ مقصود نہو پس دنیا صحابہ رض کے ہاتھ میں تھی نہ دلوں میں اور دلیل اسکی یہ ہے کہ صحابہ رض دنیا سے علیحدہ رہتے تھے اور دوسروں کو اپنے نفس پر مقدم رکھتے تھے حق تعالیٰ اُنکی شان میں فرماتے ہیں یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ یعنی اوروں کو اپنی ذات پر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود انپر فاقہ ہو یہانتک کہ کسی صحابی کے پاس ایک بکری کی سری ہدیہ آئی فرمایا فلاں شخص مجھ سے زیادہ مستحق ہے اُن بزرگ نے اور کسی کا نام بتلا دیا اُنھوں نے اور کا نام لے دیا یوں ہی ایک دوسرے کے پاس بھیجتے رہے یہانتک کہ سات آٹھ آدمیوں میں گھوم گھام پھر پہلے صحابی کے پاس لوٹ کر آئی اور اسکی کافی دلیل ہے حضرت عمر رض کا نصف مال سے علیحدہ ہو جانا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کل مال سے علیحدہ ہو جانا اور عبد الرحمن بن عوف رض کا سات سو اونٹ لدے لدائے دیدینا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جیش تبوک کیلئے سامان کر دینا اور بہت سے عمدہ کام اور اچھے حالات اُنکے منقول ہیں اور دوسری آیت جو ہے رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ الخ اس میں اللہ تعالیٰ نے اُنکے پوشیدہ صدق کی خبر دی ہے جسپر سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اور یہ بہت بڑی تعریف اور فخر کی بات ہے کیونکہ ظاہر افعال میں باعتبار علم مخلوق کے کبھی حالات مشتبہ ہو سکتے ہیں ان آیات سے اُنکے ظاہر اور باطن کا تزکیہ ہوتا ہے اور اُنکے محامد و مفاخر ثابت ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تدبیر دنیا دو قسم پر ہے ایک تدبیر دنیا کی واسطے دنیا کے جیسا دور افتادہ اہل غفلت کا حال ہے دوسری تدبیر دنیا کی واسطے آخرت کے جیسا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا

حال تھا اور اسکی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں نماز میں اپنے لشکر کا سامان درست کرتا ہوں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدبیر معائنہ اور حضوری کی حالت میں تھی سو وہ تدبیر اللہ کے واسطے تھی اسی لئے نماز فاسد ہوئی نہ کمال میں نقصان آیا اگر کوئی اعتراض کرے کہ تمہارا تو یہ دعوی ہے کہ ان میں سے کوئی دنیا کا طالب تھا حالانکہ یوم احد میں اللہ تعالی نے صحابہ رض کو یوں فرمایا کہ بعض تم میں سے دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے طالب تھے۔ یہانتک کہ بعض صحابہ رض کا قول ہے کہ ہم نہیں سمجھتے تھے کہ ہم میں کوئی دنیا کا طالب ہے یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ اب اسکا جواب سمجھ لو۔ اللہ تمکو سمجھنے کی توفیق دے اور اپنے کلام کے سننے کے لائق کرے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ صحابہ رض کے ساتھ نیک گمان رکھے اور انکی بزرگی کا معتقد رہے اور انکے جمیع اقوال و افعال و احوال کو خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے ہوں یا بعد کے اچھے وجوہ پر محمول کرے کیونکہ اللہ تعالی نے جب انکی پاکی بیان فرمائی تو کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیا ایسی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابی کالنجوم الحدیث میں مطلق ارشاد فرمایا اور اس آیت کے دو جواب ہیں **جواب اول** اس آیت کا یہ ہے کہ بعضے تم میں سے دنیا چاہتے تھے یعنی آخرت کے واسطے جیسے وہ لوگ جنھوں نے غنیمت لینا چاہا تھا کہ اسمیں سے خرچ و ایثار کرکے اللہ سے نیک معاملہ کریں اور بعضوں کا یہ مقصود نہ تھا صرف فضیلت جہاد ہی حاصل کرنا مطلوب تھا انھوں نے غنیمت کی طرف مڑکر بھی نہیں دیکھا نہ اسکی طرف التفات کیا پس صحابہ رض میں بعض فاضل و کامل تھے بعضے افضل و اکمل ناقص کوئی نہ تھا **دوسرا جواب** یہ ہے کہ آقا اپنے خاص غلام کو جو چاہے کہے ہمکو اس غلام کے ساتھ ادب لازم ہے کیونکہ اسکو آقا سے نسبت خاص ہے یہ نہیں کہ آقا اپنے غلام کو جو کہے ہم بھی وہی نسبت کریں یا اسکو خطاب کرنے لگیں کیونکہ آقا تو غلام کو اسواسطے جو چاہے کہہ لیتا ہے کہ اسکو خدمت کی رغبت پیدا ہو اور اسکی ہمت و عزم کو ترقی ہو اور ہمکو حدود ادب کا لحاظ رکھنا ضرور ہے اور اگر قرآن مجید میں تلاش کیا جاوے بہت سے ایسے مضامین نکلیں گے مثلاً ایک سورہ عبس ہی ہے یہانتک کہ حضرت عائشہ رض کا قول ہے کہ اگر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم وحی میں سے کوئی چیز چھپاتے تو اس سورۃ کو ضرور چھپا لیتے اس سے ثابت ہو گیا کہ اسقاط تدبیر جو ممدوح ہے اسکے یہ معنی نہیں کہ اسباب دنیا اور فکر مصالح میں بقصد طاعت مولی و کار آخرت کے بھی داخل نہو بلکہ تدبیر ممنوع وہ ہے کہ دنیا کی تدبیر دنیا ہی کے لئے کرے اسکی علامت یہ ہے کہ وہ ذریعہ نافرمانی نجاوے و حلال

وحرام سے اسکو سمیٹنا شروع کرے **فائدہ** جاننا چاہیئے کہ اشیاء کا مذموم ومحمود ہونا انکے نتائج کے اعتبار سے ہے پس تدبیر مذموم وہ ہے جو اللہ سے غافل وراداے خدمت مولیٰ سے معطل کردے اور اُس کے معاملے سے باز رکھے اور تدبیر محمود وہ ہے جسکی یہ شان ہو بلکہ اللہ کا قرب بخشے اور اُسکی رضامندی تک پہونچاوے اسیطرح دنیا علی الاطلاق نہ مذموم ہے نہ محمود بلکہ مذموم وہ ہے جو مولیٰ سے غافل کرے اور آخرت کے لیئے سامان کرنیسے باز رکھے جیسے بعض عارفین کا قول ہے جو چیز تجھکو اللہ سے غافل کرے خواہ بیوی ہو یا مال ہو یا اولاد ہو وہ تیرے حق میں منحوس ہے اور دنیائے ممدوح وہ ہے جو طاعت الٰہی میں معین ہو اور خدمت مولیٰ میں سرگرم اور مستعد کردے الحاصل جو اچھے کاموں کا ذریعہ ہو وہ ممدوح ہی جو بُرے کاموں کا ذریعہ ہے وہ مذموم ہے اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ دنیا مُردار گندی سڑی ہے اور فرمایا[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ملعون ہے اور جو اُسمیں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر اور جو چیز اُسکے متعلق ہو اور عالم اور طالب علم اور فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی میں سے جو نجاست نکلتی ہے اللہ تعالیٰ نے اُسکو دنیا کی مثال بنایا ہے اِن احادیث کا مقتضا یہ ہی کہ وہ مذموم ہو اور لوگ اُس سے نفرت کریں اور یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا[۲] ہی کہ دنیا کو بُرا مت کہو کہ ایماندار کے لیئے خوب سواری ہے اسی پر سوار ہوکر خیر حاصل کر سکتا ہے اور شر سے بچ سکتا ہی پس جس دنیا پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے وہ دنیا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کردے اسیواسطے آپنے حدیث میں استثناء فرمادیا کہ الا ذکر اللہ الخ یعنی مگر ذکر اللہ کا اور جو اُسکے متعلق ہو اور عالم اور طالب علم تو آپنے بیان فرمادیا کہ یہ چیزیں دُنیا میں داخل نہیں اور جس دنیا کی نسبت فرمایا کہ بُرا مت کہو یہ وہ دُنیا ہے جو تمکو طاعت الٰہی تک پہونچاوے اسیواسطے حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ ایمان والے کے لیئے خوب سواری ہے سو سواری ہونیکے اعتبار سے اُسکی مدح فرمائی نہ اِس حیثیت سے کہ وہ دہوکہ اور گناہونکا مقام ہے پس تیری سمجھ میں آگیا ہوگا کہ ترک تدبیر کے یہ معنی نہیں کہ بالکل اسباب سے کنارہ اختیار کرے یہانتک کہ انسان ضائع ہونے لگے پھر لوگو نپر بار ہوجاوے اور اللہ کی حکمت جو اثبات اسباب ور ارتباط وسائط میں ہے اُس سے جاہل بنجاوے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ کسی عابد پر آپکا گذر ہوا اُس سے دریافت کیا کہ تو کہانسے کھاتا ہے اُسنے عرض کیا کہ میرا بھائی مجھکو کھانے کو دیتا ہے آپنے فرمایا کہ تیرا بھائی تجھسے زیادہ عابد ہے یعنی تیرا بھائی اگرچہ بازار میں

[۱] حدیث یہ ہے الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالم او متعلم ۱۲ تنویر

[۲] حدیث یہ ہے لا تسبوا الدنیا فنعمت مطیۃ المؤمن علیہا یبلغ الخیر وبہا ینجو من الشر ۱۲ تنویر

رہتا ہے مگر تجھ سے زیادہ عبادت کرتا ہے کیونکہ وہی تو طاعت میں تیرا معین ہی اور تجھکو عبادت کے لئے
فارغ کر رکھا ہے اور اسباب میں قدم رکھنے کا کیسے انکار ہو سکتا ہی جبکہ یہ آتیں آچکیں وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ
وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنے خرید و فروخت کو اللہ نے حلال کیا اور سُود کو حرام کیا وَاَشْہِدُوْا اِذَا تَبَایَعْتُمْ
یعنے گواہ کر لیا کرو جب بیع و شرا کرو اور فرمایا[۵۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ حلال روزی
جسکو آدمی کھاوے وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی کمائی ہو اور داؤد علیہ السلام دستکاری سے کھاتے تھے
اور فرمایا ہے سب سے اچھی کمائی دستکاری ہے جب تک غا فریب نہ کرے اور فرمایا[۵۲] ہی جو سوداگر امانتدار
سچا مسلمان ہو وہ قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ ان آیات اور احادیث کے بعد کیسے ہو سکتا ہی
کہ اسباب کی مطلقاً مذمت کیجاوے لیکن جو اللہ سے غافل کر دے اور اُسکے معاملے سے باز رکھے وہ
بیشک مذموم ہے اور اگر تو یہ اسباب بالکل چھوڑ کر تجرید اختیار کرے مگر اللہ سے غفلت ہو تب بھی
مذموم ہی اور آفات صرف اہل اسباب ہی پر نہیں پڑتے بلکہ اہل تجرید بھی مبتلا ہوتے ہیں اللہ کے قہر سے وہی
بچ سکتا ہے جسپر اُسکی مہر ہو بلکہ بعض اوقات اہل تجرید پر آفت سخت آتی ہے کیونکہ اہل اسباب پر تو یہی
آفت ہے کہ وہ دنیا میں داخل ہوتے ہیں مگر مدعی نہیں ہوتے ظاہر باطن اُنکا یکساں ہی اپنے قصور کا
اقرار کرتے ہیں جو لوگ فارغ ہو کر اللہ کی عبادت میں لگے ہیں اُنکو اپنے سے افضل سمجھتے ہیں اور اہل تجرید کی
آفتیں یہ ہیں کبھی عُجب پیدا ہو جاتا ہے یا تکبر یا نمایش یا تصنع یا مخلوق کیواسطے طاعت الٰہی کا اراستہ
ہونا تاکہ انکا مال حاصل کرے اور کبھی یہ آفت ہوتی ہے کہ مخلوق پر اعتماد اور سہارا ہو جاتا ہی اور اُسکی
پہچان یہ ہے کہ اگر لوگ اُسکی تعظیم نکریں تو اُنکی مذمت کرتا ہی اور جو خدمت نکریں تو اُنپر ناخوش ہوتا ہے
پس جو شخص اسباب میں غفلت کے ساتھ ڈوبا ہے اُسکی حالت اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ اللہ تعالے
ہماری نیتیں درست کرے اور ہمارے نفوس کو اپنے فضل و کرم سے آفات سے پاک کرے **فصل**
شاید اس کلام سے تو یوں سمجھ جائے کہ متجرد و متسبب ایک مرتبے میں ہیں **ف** کیونکہ آفت دونوں پر
آتی ہے اور محفوظ بھی دونوں رہ سکتے ہیں **ت** حالانکہ یہ بات نہیں اور جس شخص نے اپنے کو اللہ
کی عبادت کے لئے فارغ کر دیا اور اپنی اوقات کو اُسکے ساتھ مشغول کر دیا خدائے تعالی ہرگز اُس کو
اُس شخص کے مثل نہیں کریگا جو اسباب میں داخل ہوتا ہے اگرچہ اُسمیں تقوی رکھتا ہو پس اگر تسبب اور
تجرد کا مقام باعتبار معرفت الٰہیہ کے برابر ہو اسوقت متجرد ہی افضل ہی اور اُسکا شغل اعلی اور اکمل ہی

[۵۱] حدیث یہ ہے اطیب ما اکل الرجل من کسب یدیہ وان داؤد نبی اللہ کان یاکل من کسب یدیہ ۱۲ تنویر

آفات اہل اسباب و اہل تجرید

[۵۲] حدیث یہ ہے التاجر الامین الصدوق المسلم مع الشہداء یوم القیامۃ ۱۲ تنویر

فائدہ

[۵۳] یہ مضمون ہے آیت کالانعام ... امیر من امر اللہ الا من رحم ۱۲ مترجم

اسی لیئے بعض عارفین کا قول ہے کہ مثال متسبب اور متجرد کی ایسی ہے جیسے بادشاہ کے دو غلام ہوں ایک سے تو فرمایا کہ کماؤ اور کھاؤ اور دوسرے کو حکم ہوا کہ تم ہمارے دربار میں حاضر خدمت رہا کرو تمہاری حاجت کا ہم انتظام کر دینگے سو اس غلام کا رتبہ آقا کے نزدیک زیادہ ہے اور اسکے ساتھ ایسا معاملہ کرنا اُسکی عنایت کی بڑی دلیل ہے علاوہ یہ ہے کہ اسباب میں داخل ہو کر نافرمانی سے بچنا اور صفائی عبادت نصیب ہونا شاذ و نادر ہے کیونکہ ناجنسوں سے بسر کرنا ہوگا اہل غفلت و عناد سے ملنا ہوگا اور بڑا معین طاعت پر مطیعین کا دیکھنا ہے اور بڑا باعث گناہ میں مبتلا ہونے کا گناہ والوں کا دیکھنا ہے جیسا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے سو ذرا دیکھ بھال کر دوستی کیا کرو کسی شاعر نے کہا ہے ؎ آدمی کو پوچھ مت دیکھ اُسکا یار ہ یار اپنے یار کا ہے مقتدی ہ ہو جو امین شر تو ہو جا جلدی جدا ہ خیر گر ہو ملکے ہو تو مہتدی ہ اور نفس میں خاصیت ہے کہ جس سے ملتا ہے اُس کے ساتھ تشبہ کرتا ہے اور اُسکی نقل اُتارتا ہے اور اُسکی صفات سے متصف و مشابہ ہو جاتا ہے پس غافلین کی صحبت نفس کے لیے اور معین غفلت بنجاتی ہے کیونکہ اہل وضع میں غفلت اُسکے مناسب ہر گاہ اُسکے ساتھ ایسا سبب بھی ملجاوے کہ وہ مخالطت غافلین ہے اُسوقت تو کیا حال ہوگا اور اے بھائی تجکو اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اپنا ہی حال دیکھلے کہ جب تو گھر سے نکلتا ہے اور جب تو لوٹ کر آتا ہے دونوں وقت میں ایکسا حال نہیں ہوتا گھر سے جانے کے وقت تجپر انوار کا غلبہ ہوتا ہے سینہ کشادہ ہوتا ہے طاعت کی ہمت ہوتی ہے دنیا میں بے رغبتی ہوتی ہے اور لوٹتے ہوئے یہ حالت نہیں ہوتی اور یہ مقامات نہیں رہتے جنکا سبب صرف کدورت مخالطت ہے اور ظلمت اسباب میں قلوب کا غرق ہونا اور اگر یہ بات ہوا کرتی کہ اسباب معاصی کے جانے سے اُنکا اثر بھی جاتا رہا کرتا تو بیشک قلوب کے لیئے سیر الی اللہ سے بعد انفصال و زوال کے مانع نہوتے مگر اُنکا حال تو آگ کا سا ہے کہ جلنا موقوف ہو جائے مگر سیاہی باقی رہتی ہے اور اہل اسباب کو دو چیز دنکی بڑی ضرورت ہے علم اور تقویٰ علم کے ذریعہ سے تو حلال و حرام کو جانے گا اور تقویٰ کی وجہ سے ارتکاب گناہ سے بچے گا۔ حاجت علم کی تو اسلیئے ہے کہ جو احکام متعلق معاملات بیع و سلم و صرف وغیرہ کے ہیں اُنکو جاننا ضرور ہے ساتھ ہی اُسکے جو واجبات و فرائض معینہ ہیں اُنکا علم بھی ضروری ہے **ف** تاکہ فوت نہو جاویں **ت تنبیہ و اعلام** چند امور کا التزام اہل تسبب کو رکھنا چاہیئے **اول امر** قبل گھر سے نکلنے کے اللہ کے ساتھ پورا عزم کرلیں کہ اگر مجھکو

له حدیث یوں ہے المرء علیٰ دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل ۱۲ تنویر

کوئی شخص رنج پہونچاویگا تو معاف کر دونگا کیونکہ بازار ایسا موقع ہے جسمیں جھگڑا بات جیت ہوہی جاتی ہے اسیواسطے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تم ابی ضمضم کی برابر بھی نہیں ہوسکتے اُسکی عادت تھی کہ گھر سے نکلتے وقت دعا کرتا یا اللہ میں نے اپنی آبرو مسلمانوں پر تصدق کر دی **دوسرا امر** قبل باہر نکلنے کے مناسب ہے کہ وضو کرکے دو رکعت پڑھ لے اور اللہ سے دعا کرے کہ اس جانے میں سلامتی رہے کیونکہ اس شخص کو معلوم نہیں کہ کیا مقدر ہے کیونکہ بازار میں جانیوالا ایسا ہی جیسا لڑائی میں جانیوالا۔ پس مسلمان کو زیبا ہے کہ اعتصام و توکل کی زرہ پہنے جو دشمنوں کے تیروں سے اُسکو بچائے

ف یعنی بازار میں شیطان کا پورا دخل ہے اُس کے اور اُس کے لشکر جن و انس کے مکائد سے پناہ مانگنا ضرور ہے **ت** اور جو اللہ کی پناہ میں آیا اُسکو سیدھی راہ ملی اور جو اللہ پر بھروسا کرے اللہ اُسکو کافی ہے **تیسرا امر** جب گھر سے جانے لگے تو مناسب ہے کہ اپنے اہل و عیال اور گھر کو اور گھر کی چیزوں کو اللہ کے سپرد کرے کہ اللہ کی حفاظت اسمیں زیادہ ہوتی ہے اور یہ آیت پڑھے فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ہ یعنی اللہ اچھا نگہبان ہے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اور یہ دعا جو حدیث میں آئی ہے پڑھے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْمَالِ کیونکہ اللہ کے سپرد کرنے میں امید ہے کہ لوٹ کر انکو اچھی حالت میں پائیگا کسی شخص نے سفر کیا اور اُسکی بی بی حاملہ تھی جب سفر کو جانے لگا کہا یا اللہ جو اس عورت کے پیٹ میں ہے تجکو سونپتا ہوں اتفاق سے اُسکے پیچھے وہ بیوی مرگئی جب سفر سے آیا اُسکا حال دریافت کیا لوگوں نے کہا کہ وہ تو حالت حمل میں مرگئی جب شب ہوئی قبرستان میں ایک نور نظر آیا وہ اُسکی تاک پر چلا تو کیا دیکھتا ہے کہ اُس عورت کی قبر سے نور نکل رہا ہے اور ایک بچہ اُسکی چھاتیوں سے دودھ پی رہا ہے ایک ہاتف نے آواز دی کہ تو نے ہمکو بچہ سونپا تھا وہ تو نے پایا اگر دونوں کو سونپ جاتا دونوں کو پاتا **چوتھا امر** جب گھر سے نکلنے لگے تو مستحب ہے کہ یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اس کہنے سے شیطان مایوس ہو جاتا ہے **پانچواں امر** لوگوں کو اچھے کام بتلائے بُری باتوں سے منع کرے اور اُسکو نعمت قوت و تقوی کا شکر سمجھے جو کہ اللہ نے اُسکو عنایت کی ہیں اور اس ارشاد خداوندی کو یاد کرے اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ہ یعنی ایسے لوگ کہ اگر ہم انکو قدرت دیں زمین میں تو

امر دوم

ف حدیث یہ ہے ایعجز احدکم ان یکون

امر سوم

کابی ضمضم کان اذا خرج من بیتہ قال اللھم انی تصدقت بعرضی علی المسلمین ۱۲

امر چہارم

تنبیہ

امر پنجم

نمازیں قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک باتیں تبلادیں اور برے کاموں سے منع کریں و راللہ ہی کے لیئے ہی انجام سب کاموں کا پس جس شخص کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ممکن ہو اور کسیطرح کا صدمہ اُسکی جان یا آبرو یا مال کو نہ پہونچے تو وہ قدرت والوں میں داخل ہے اور وجوب اُسکے ساتھ متعلق ہے اور اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پہلے صدمہ پہونچے یا بعد میں صدمہ پہونچنے کا ظن غالب ہو تو اُسسے وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور دل سے بُرا سمجھنا ہی کافی ہے چھٹا امر سکون و وقار کے ساتھ چلے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا یعنی اللہ کے خاص بندے ایسے ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نرمی سے اور جب بات چیت کرتے ہیں اُنسے جاہل لوگ کہتے ہیں وہ ملنساری کی بات اور یہ سکون و وقار کچھ چلنے کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ امر مطلوب یہ ہے کہ تیرے سب افعال میں سکون ہو اور ہر امر میں استقلال ہو ساتواں امر یہ کہ بازار میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنیوالا ایسا ہی جیسے بھاگنے والوں میں لڑنیوالا بازار میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہی جیسا مردوں میں زندہ اور بعض بندگان پیشین کی عادت تھی کہ خچر پر سوار ہو کر بازار جاتے اور اللہ ذکر کر کے لوٹ آتے اور خاص اسیواسطے جایا کرتے آٹھواں امر بیع و شرا اور کسب معاش میں باجماعت وقت پر نماز پڑھنے سے غافل نہ ہو کیونکہ ان اشغال کے سبب اگر نماز ضائع کردے تو اللہ کے غضب اور کمائی میں بے برکتی کا مستحق ہوتا ہے اور اس سے شرمانا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ اپنے بندے کو ایسی حالت میں دیکھے کہ اپنے حظوظ نفسانی میں اپنے رب کے حقوق سے غافل ہو جاوے اور بعض سلف کی یہ عادت تھی کہ اپنا کام کر رہے ہیں ہتوڑا اُٹھایا ہے کہ مؤذن کی آواز سنی اُسکو پیچھے ہی چھوڑ دیا تاکہ طاعت کی طرف بُلائے جانیکے بعد کچھ بھی مشغولی نہو اور جب مؤذن کی آواز سُنے تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد کرے یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ یعنے اے ہمارے لوگو اللہ کے پکارنیوالے کا کہا مانو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ یعنے اے ایمان والو کہا مانو اللہ کا اور رسول کا جب تمکو ایسی چیز کی طرف بلاوے جو تمہاری حیات کا باعث ہو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ یعنے اپنے رب کا کہا مانو اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانے میں نعل مبارک درست فرماتے اور خادم کو سہارا لگا دیتے جہاں اذان ہوئی اسطرح چل کھڑے ہوتے گویا ہمسے کچھ جان پہچان ہی نہیں

۵۱ حدیث یہ ہے ذاکر اللہ فی الغافلین کالمقاتل بین الفارین ذاکر اللہ فی السوق کالحی بین الموتی ۱۲ تنویر

۵۲ حدیث یہ ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یکون فی بیتہ یخصف النعل ولیعین الخادم فاذا نودی للصلوۃ قام کانہ لا یعرفنا ۱۲ تنویر

نواں امر قسم نہ کھلئے اور اپنی چیز کی حد سے زیادہ تعریف نکرے اور اسکے بارے میں سخت وعید آئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سودا گر لوگ فاجر ہیں مگر جو نیکی کرے اور سچ بولے دسواں امر غیبت اور چغلخوری سے زبان بند کریں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد کریں وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا الخ یعنے آپسمیں ایک دوسرے کی غیبت نکرے کیا تمکو یہ بات پسند ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ ضرور تمکو برا لگے گا اور جاننا چاہیئے کہ غیبت سننے والا بھی مثل غیبت کرنیوالے کے ہے پس اگر اسکے سامنے کسی کی غیبت کیجاوے تو اول تو انکار کرنا چاہیئے اور اگر کوئی اسکی بات نہ سنے تو وہاں سے اٹھ کھڑا ہو اور خلقت کی حیا اللہ کے لیئے کھڑے ہونے سے باز نہ رکھے کیونکہ اللہ سے شرم کرنا زیادہ زیبا ہی اور اللہ و رسول کا راضی رکھنا لوگوں کے راضی رکھنے سے زیادہ مناسب ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ غیبت چھتیس زنا سے جو حالت اسلام میں ہوں زیادہ شدید ہے شیخ ابو الحسن فرماتے ہیں کہ فقیر متسبب کے چار آداب ہیں اگر فقیر انسے خالی ہے تو اسکی کچھ قدر نہ کرو گو سارے جہان سے علم میں زائد ہو ایک تو ظالموں سے کنارہ کرنا دوسرے آخرت والونکو ترجیح دینا تیسرے فاقے والونکی غمخواری کرنا چوتھے پانچوں نمازیں با جماعت ادا کرنا اور واقعی شیخ نے سچ فرمایا کیونکہ ظالمونسے کنارہ کرنے میں دین کی سلامتی ہی وجہ یہ کہ ظالمونکی صحبت نور ایمانکو تاریک کردیتی ہے اور انسے کنارہ کرنا عذاب الٰہی سے بھی بچاتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ یعنے ظالمونکی طرف مت جھکو کبھی لگے تمکو آگ اور یہ جو فرمایا کہ آخرت والونکو ترجیح دینا اسکا مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے پاس بکثرت آمدورفت رکھے اور انسے فیوض و برکات حاصل کرے تاکہ کدورت اسباب پر زور آور رہے اُن اولیاء اللہ کے برکات اور آثار اسپر ظاہر ہوں اور اکثر اوقات اسباب میں بھی انسے مدد پہونچتی ہے اور انکی محبت اور اعتقاد کی بدولت معصیت سے محفوظ رہتا ہی اور یہ جو فرمایا کہ فاقے والونکی غمخواری کرنا اسکی وجہ یہ ہے کہ بندے پر واجب ہے کہ اللہ کی جو نعمت اسکے پاس ہو اسکا شکر کرے پس جب اسباب تجھپر کشادہ فرمائے تو انکا خیال کر جنپر اسباب کے دروازے بند ہیں ف یعنے سامان میں بے سامانوں کا خیال رکھے اور جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اغنیا کا امتحان اہل فاقہ سے اور اہل فاقہ کا امتحان اغنیا سے فرمایا ہی جیسا کہ خود ارشاد فرمایا وَجَعَلْنَا بَعْضَکُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَۃً اَتَصْبِرُوْنَ وَکَانَ رَبُّکَ بَصِیْرًا الآیہ یعنی کیا ہمنے بعضے تمہارے کو واسطے بعضے کے آزمایش آیا صبر کرتے ہو اور ہے پروردگار

تیرا دیکھنے والا اور فلقے والو نکا وجود اہل غنا پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ اُنکو ایسے لوگ ملے جو اُنکے
بوجھ آخرت تک اٹھا کرے جاتے ہیں ف یعنی اگر غنی چاہے کہ اپنا مال اسباب آخرت میں بھیجوں تو یہ
امر محتاجوں کے ذریعے سے ممکن ہوت اور انکو ایسے لوگ ملے کہ جہاں اُنھوں نے لیا تو اللہ نے لیا اور
اللہ خود غنی محمود ہے اگر اللہ تعالیٰ فقیر کو نہ پیدا کرتا تو اغنیا کے صدقات کیسے مقبول ہوتے اور ایسے
لوگوں کو کہاں پاتے جو اُنسے لیویں اسیواسطے فرمایا [۵۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حلال مال سے
صدقہ دے اور اللہ حلال ہی مال قبول کرتا ہے تو گویا وہ خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں رکھتا ہے اللہ
اُسکو پالتا ہے جیسے تم میں کوئی شخص اپنا بچھڑا یا اونٹ کا بچہ پالا کرتا ہے یہانتک کہ ایک لقمہ اُحد پہاڑ
کے برابر ہوجاتا ہو ف یعنی اُسکا ثواب بڑھتا رہتا ہے ت اسیواسطے قیامت کی ایک علامت یہی
کہ صدقہ دینے والیکو کوئی شخص ایسا نہ ملے گا جو اُسکا صدقہ لیوے اور یہ جو فرمایا شیخ نے کہ پانچوں وقت
کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرے اسکی وجہ یہ ہے کہ جب فقیر متسبب کو یہ امر میسر نہ ہوا کہ اللہ کی عبادت کے
لیئے فارغ ہو کر خاص طور پر خدمت و اطاعت میں لگا ہے تو اتنا ضرور ہے کہ پانچ وقت کی نماز جماعت سے
فوت نہ ہو تا کہ یہ التزام جدید انوار و حصول بصیرت کا موجب ہو اور فرمایا [۵۲] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ جماعت کی نماز تنہا نماز پڑھنے پر پچیس حصہ زیادہ بزرگی رکھتی ہے اور دوسری حدیث میں ستائیس حصہ
آئے ہیں اور اگر یہ امر مشروع کر دیا جاتا کہ ہر شخص اپنی دوکان اور گھر میں نماز پڑھ لیا کرے تو مسجدیں
ساری بیکار ہی ہوجائیں جنکے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ
فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ
الآیۃ [۵۳] دوسری وجہ یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ ہمیشہ نماز پڑھنے میں قلوب مجتمع رہتے ہیں ایک دوسرے
کی مدد کرتے ہیں آپسمیں اتفاق رہتا ہے مسلمانوں کا یکجا دیکھنا میسر ہوتا ہے اور فرمایا [۵۴] رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اللہ کا ہاتھ ہے جماعت پر اور یہ بات ہے کہ جب جماعت مجتمع ہوتی اُنکے قلوب کے برکات
حاضرین پر کھلتے ہیں اور اُنکے انوار پاس والوں پر پھیلتے ہیں اور اُن کا مجتمع اور منفصل ہونا مثال ایک لشکر
کے ہوتا ہے کہ جب وہ مجتمع اور متصل ہوتا ہے تو غلبے کا سبب ہوتا ہے اور اس آیت کے ایک یہ بھی معنی ہیں
إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ یعنی اللہ تعالیٰ
ایسے لوگوں کو چاہتا ہے جو اُسکی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں جیسے ایک مکان ہے جسمیں سیسہ بھرا ہو

---

[۵۱] حدیث یہ ہے من تصدق بعدل تمرة من کسب طیب ولا یقبل اللہ تعالیٰ الا الطیب فان اللہ یتقبلہا بیمینہ ثم یربیہا لصاحبہ کما یربی احدکم فلوہ حتی تکون مثل الجبل ۱۲ تنویر

[۵۲] حدیث یہ ہے تفضل صلوٰۃ الجماعۃ علی صلوٰۃ الفذ بخمس وعشرین درجۃ وفی الحدیث الثانی بسبع وعشرین جزء ۱۲ تنویر

[۵۳] یہ آیت مع ترجمہ اوپر گذر چکی ۱۲ مترجم

[۵۴] حدیث یہ ہے ید اللہ مع الجماعۃ ۱۲ تنویر

ضمیمہ اور اے ایمان والے تجھ پر یہ بھی لازم ہے کہ اپنے کام کے لئے نکلنے کے وقت سے لوٹنے تک اپنی نگاہ ناجائز چیز کے دیکھنے سے پست رکھے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کرے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَھُمْ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں سے کہدو کہ نیچی کریں اپنی نگاہیں اور محفوظ رکھیں اپنی شرمگاہیں یہ بات بڑی ستھری ہے انکے واسطے اور یہ بات جاننا چاہیئے کہ نگاہ اللہ کی بڑی نعمت ہی سو نعمت آلہی کی ناشکری نہ کرنا چاہیئے اور یہ ایک امانت ہے اسمیں خیانت نکرنا چاہیئے اور اس ارشاد خداوندی کو یاد کرنا چاہیئے یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ یعنے اللہ تعالیٰ جانتا ہے آنکھونکی چوری کو اور جو چھپاتے ہیں سینے اور فرمایا اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰى ہ یعنے کیا اسکو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور جب کسی نامشروع چیز دیکھنے کا ارادہ دلمیں آوے تو یہ سمجھ لے کہ وہ دیکھتا ہے اور جاننا چاہیئے کہ جب کوئی اپنی نگاہ ناجائز چیز سے پست کریگا اللہ تعالیٰ اسکی بصیرت کو کشادہ فرماویگا یہ پوری جزا ہے پس جو شخص عالم شہادت میں اپنی جان پر تنگی کرتا ہی اللہ تعالیٰ عالم غیب میں اسپر کشادگی فرماتا ہے اور بعضوں کا قول ہی کہ کسی شخص نے اپنی نگاہ حرام چیز سے پست نہیں کی مگر اسکے قلب میں ایک نور پیدا ہوا جسکی حلاوت پاتا ہی **رجوع بمطلب** جاننا چاہیئے کہ تدبیر کرنا اللہ کے آگے اہل بصیرت کے نزدیک ربوبیت کا مقابلہ کرنا ہے وجہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز یعنی بلا وغیرہ تجھ پر پڑے اور تو اسکا اٹھانا چاہے یا کوئی چیز یعنے رزق تجھسے اٹھائی جائے اور تو اسکا مقرر کرنا چاہے یا کسی ایسے امر میں فکر کرے جسکو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکا ذمے وار ہے اور تیرے لئے انتظام کرنے والا ہی سو یہ ربوبیت کا مقابلہ ٹھیریگا اور حقیقت عبودیت سے نکلنا قرار دیا جاویگا اس مقام میں قول خداوندی کو خیال کر کہ فرمایا ہے اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ہ یعنی کیا آدمی نے دیکھا نہیں اس بات کو کہ پیدا کیا ہمنے اُس کو نطفے سے پس یکایک وہ کھلا جھگڑالو نکلا پس اس آیت میں آدمی کو توبیخ کی گئی ہے چونکہ وہ اپنی اصل پیدائش سی غافل ہوا اور پیدا کرنیوالے سے جھگڑالو نکلا اور اپنی ابتدا کے بھید سے ناواقف ہو کر ابتدا کرنیوالے سے منازعت شروع کی اور جسکی پیدائش نطفے سی ہو اسکو کیسے لائق ہے کہ اللہ سے احکام میں جھگڑا کرے اور اسکے توڑ جوڑ میں مخالفت کرے پس احتیاط کر اللہ کے آگے تدبیر چلانے سے تجھپر اللہ کی مہر ہو۔ اور جاننا چاہیئے کہ مطالعہ غیب کے بڑا حجاب قلب کے لئے تدبیر کرنا

رجوع بمطلب

اور بات یہی ہی کہ نفس کے لیئے تدبیر کرنے کا منشا نفس کی محبت ہے اور اگر نفس سے فنا ہو کر بقا باللہ
حاصل کر تجکو اپنے واسطے تدبیر کرنی اور بذاتِ خود تدبیر کرنیسے غائب کردے اور ایسا بندہ کسقدر قبیح ہی
کہ اللہ کے افعال سے جاہل ہوا اللہ کی عنایت سے غافل ہو کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سُنا
قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہدو کہ اللہ کافی ہے پس اللہ کو کہاں کافی سمجھتا ہی جو شخص
اسکے آگے تدبیر چلاتا ہے اور اگر اللہ کو کافی سمجھتا تو یہ اعتقاد اسکو اللہ کے آگے تدبیر چلانیسے برطرف کردیتا

تنبیہ و اعلام جاننا چاہیئے کہ اکثر تدبیر کا طاری ہونا طالبین اور مریدین پر رسوخِ یقین اور حصول
تمکین سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ اہل غفلت اور بدکردار لوگ تو کبائر اور خلاف شرع اور اتباع شہوات میں
شیطانکا کہنا مان چکے ہیں تو اب شیطان کو کون ضرور ہی کہ اُنکو تدبیر کی طرف بلاوے اور اگر بلاوے تو وہ جلدی
سے قبول کرلیں سو اُنکے حق میں یہ بڑا جال نہیں بلکہ تدبیر کو اہل طاعت اور طالبین پر داخل کرتا ہی کیونکہ دوسرے
طریقے سے اُنپر دسترس نہیں پس بعض اوقات اہتمام تدبیر اور فکر مصالح صاحب ورد کو اُسکے ورد یا حضور
سے معطل کر دیتی ہے بعض صاحب ورد کو شیطان کمزور دیکھتا ہے تو خفیہ تدبیریں اُسکے دل میں ڈالتا ہی
تاکہ صفاء وقت کو روک دے کیونکہ وہ تو حاسد ہے اور حاسد کا بڑا حسد اُسوقت ہوتا ہی کہ تیری اوقات
صاف ہوں اور تیرے حالات اچھے ہوں پھر تدبیر کے وسوسے ہر شخص کو اُسکی حالت کی موافق آیا کرتے
ہیں جس شخص کو آج یا کل کے گذارے کے لائق تدبیر کرنا ہوا اُسکا تو علاج یہ ہی کہ یقین رکھے کہ اللہ آپ
میرے رزق کا کفیل ہے خود اُسکا ارشاد ہے وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا
یعنے نہیں کوئی جاندار زمین پر چلنے والا مگر اُسکا رزق اللہ کے ذمے ہی اور مفصل کلام باب رزق میں
اسکے بعد ایک مستقل باب میں آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور جس شخص کی تدبیر کسی دشمن کے دفعیہ میں ہو
جسکے مقابلے کی اسکو طاقت نہیں پس اس امر کا یقین کرے کہ جس سے یہ ڈرتا ہے اُسکی چوٹی حق تعالیٰ
کے ہاتھ میں ہی اور وہ کچھ نہیں کر سکتا مگر جو کچھ خدا کرے اور ان آیات کو خیال کرے فرمایا اللہ تعالیٰ نے
وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ ع یعنی جو شخص اللہ پر بھروسا کرے اللہ اسکو بس ہی اور فرمایا
اللہ تعالیٰ نے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ع وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ یعنی کیا اللہ تعالیٰ
اپنے بندے کو کافی نہیں ہے اور دھمکاتے ہیں تجکو اُن لوگوں سے جو خدا کے سوا ہیں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ
نے اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا ع

۱ [illegible]

وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ٥ یعنے اہل ایمان ایسے ہیں کہ اُن سے جو لوگوں نے کہا کہ اہل مکہ نے تمہاری لڑائی کے واسطے سامان ولشکر جمع کیا ہی سو تم اُنسے ڈرو تو اُنکا اور بھی ایمان بڑھگیا اور جواب دیا کہ کافی ہے ہمکو اللہ اور وہ اچھا کارساز ہی پس پھرے گھر لوٹ کر آئے اللہ کی نعمت وفضل لیکر کہ نہیں لگی اُنکو کچھ رنج کی بات اور پیروی کی انھوں نے خدا کی رضامندی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہی اور گوش دل کو اِس ارشاد خداوندی کی طرف متوجہ کر فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ یعنے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام ہوا کہ جب تجکو موسیٰ کے مقدمے میں کچھ خوف ہو تو اُسکو دریا میں پھینکدے اور نہ خوف کر نہ غم کر اور جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہنا زیادہ مناسب ہے پھر وہ پناہ دیتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ یعنے اللہ پناہ دیتا ہے اور اُسکے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت طلب کرنا زیادہ لائق ہے پھر وہ نگہبانی کرتا ہے جیسا ارشاد ہے، فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا ص وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ٥ اور اگر تدبیر اسوجہ سے کرنا پڑتی ہے کہ قرض کی میعاد گذر گئی اور ادا کرنے کو کچھ بھی نہیں اور قرض خواہ صبر نہیں کرتے تو اسوقت یہ یقین کر کہ جس خدا نے اپنے لطف سے تجھکو ایسا شخص میسّر کر دیا جسنے تجکو وقت حاجت پر دیدیا وہی خدا اپنے لطف سے ادائی کا سامان بھی میسّر کر دیگا هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ یعنی نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ف مطلب یہ کہ خدا نے جیسا تیرے ساتھ احسان کیا تو اُسکے ساتھ نیک اعتقاد رکھ ت اور تُف ہے ایسے شخص پر جسکو اپنے قبضے میں آئی چیز پر قرار ہو اور جو خدا کے قبضے میں ہو اُسپر اطمینان نہو اور اگر تدبیر اسوجہ سے ہے کہ اپنے عیال کو چھوڑ آیا ہی اور اُنکی کفایت کے موافق اُنکے پاس نہیں تو اُسوقت یہ یقین کرنا چاہیئے کہ جو خدا تیرے مرنیکے بعد اُنکا سامان کریگا وہی تیرے سامنے اور پیچھے بھی تیری زندگی میں سامان کرے گا اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سُنو اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ یعنی یا اللہ تو سفر میں ہمارا ساتھی ہے اور گھر والوں میں ہمارے بعد خبرگیراں ہے پس جس سے اپنے سامنے اُمید رکھتا ہے اُسی سے اپنی غیبت میں اُمید رکھ اور ایک بزرگ کی بات سُن وہ کہتے ہیں جس خدا کی طرف میں اپنے کو متوجہ کرتا ہوں اُسی کو اپنے گھر والوں کا محافظ چھوڑ آیا ہوں ایکدم اُنکا حال اُس سے پوشیدہ نہیں اُسکا فضل میرے فضل سے وسیع تر ہی اور اللہ تعالیٰ

تجھ سے زیادہ اُنپر مہربان ہے تو اُسکی فکر مت کر جو دوسرے کی کفالت میں ہے اور اگر تیری تدبیر و اہتمام کسی مرض کے باعث ہے جو تجکو لاحق ہے اُسکے طول اور امتداد مدت سے ڈرتا ہی تو یقین کرلے کہ ہر بلا اور بیماری کی عمر مقرر ہے جیسے کوئی جاندار نہیں مرتا جبتک اُسکی عمر پوری نہو اسیطرح کوئی بلا نہیں ختم ہوتی جبتک کہ اُسکا وقت پورا نہو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد خیال کرو فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ہ یعنے جب اُنکی عمر پوری ہوجاتی ہے تو نہ پیچھے ہٹتے ہیں ایک ساعت نہ آگے بڑھتے ہیں۔ کسی شیخ کا ایک بیٹا تھا باپ مرگیا بیٹا رہگیا اور فتوحات بند ہوگئے اسکے باپ کے بہت یار تھے یعنی مُرید وغیرہ عراق میں پھیلے ہوئے تھے اُسنے فکر کی کہ اپنے باپ کے کونسے یار کے پاس جاوے پھر قصد کیا کہ جو سب سے زیادہ لوگوں میں وجاہت رکھتا ہو وہاں جانا چاہیئے ایک ایسے بھی تھے اُنکے پاس آیا اُنھوں نے تعظیم و تکریم کی پھر کہا کہ اے سردار اور سردار کے صاحبزادے تمہارے آنیکی کیا وجہ ہی اسنے کہا کہ میںنے اسباب دنیا پر اکتفا کیا میں چاہتا ہوں کہ حاکم شہر کے پاس میرا ذکر کردو شاید میری کوئی صورت کردے جسمیں میرا گذر چلے اُن بزرگ نے بڑی دیر تک سر جھکایا پھر سر اُٹھا کر فرمایا کہ میرے امکان میں نہیں کہ شام کو صبح کردوں میں کہاں تم کہاں جبکہ تم اہل عراق کے حاکم بنائے جاؤگے **ف** ان بزرگ کو مکاشفے سے معلوم ہوگیا کہ اس لڑکے کو چند روز میں حکومت عراق کی ملے گی مگر تقدیر الٰہی میں ابھی اُس کا وقت نہ آیا تھا اسواسطے اُنھوں نے فرمایا کہ میں شام کو صبح نہیں کرسکتا یعنی جسوقت ملنا مقدر ہے اُس وقت کو کیسے حاضر کرسکتا ہوں **ت** وہ لڑکا غضبناک ہوکر اُنکے پاس سے چلا گیا اور اُن بزرگ کی بات نہیں سمجھا اتفاقاً ایسا ہوا کہ خلیفہ کو اپنے لڑکے کے واسطے معلّم کی تلاش ہوئی کسی نے اس لڑکے کا پتہ دیا اور کہا کہ فلاں شیخ کا بیٹا ہے غرض خلیفہ زادہ کی تعلیم کے لیئے مقرر ہوا چند روز اُسکو تعلیم دیتا رہا پھر اُسکا مصاحب ہوگیا یہانتک کہ چالیس برس گذر گئے اُس خلیفہ کا انتقال ہوا اُسکا ہی لڑکا خلیفہ ہوا اُسنے اپنے معلّم کو حاکم عراق بنادیا اور اگر فکر و تدبیر بسبب زوجہ یا کنیزک کے ہی جو مرگئی کہ تجھسے تمام حالات میں مزاج موافق آگیا تھا اور تیری ضروریات کاروبار کو انجام دیتی تھی تو یہ یقین کر کہ جسنے تجکو عنایت کی تھی اُسکا فضل و احسان ختم اور منقطع نہیں ہوگیا اور اُسکو قدرت ہے کہ اپنی عنایت سے تجھکو اُس سے بڑھکر ویسے جو حُسن اور واقفیت میں اس سے زیادہ ہوں بس جاہل مت بن اور جن وجوہ سے حسرت فکر تدبیر ہونے لگتی ہے وہ بیشمار ہیں اُن کا پورا بیان کرنا ممکن نہیں کیونکہ وہ منضبط اور منحصر نہیں جب

نسخہ بزرگ زادہ

اللہ تعالیٰ فہم عنایت کر دیگا خود تجھکو بتلا دیگا کہ کیا علاج کرنا چاہیئے **تنبیہ و اعلام** جاننا چاہیئے کہ
کہ تدبیر جو نفس سے پیدا ہوتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اسمیں حجاب ہے اور اگر نفس کی ہمسائگی و خطرے سے
قلب سالم اور محفوظ رہے تو تدبیر کا اسمیں گذر نہونے پاوے اور میں نے اپنے شیخ ابو العباس مرسی رح سے
سُنا ہے کہ فرماتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر پیدا کیا اسمیں اضطراب تھا پہاڑ و نسے اُسکو ٹھہرایا
اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا اسیطرح جب نفس کو پیدا کیا مضطرب ہوتا تھا
تو اُسکو جبال عقل سے ٹھہرایا پورا ہوا کلام شیخ ابو العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پس جس شخص کی
عقل کامل در نور وسیع ہوتا ہے اُسپر پروردگار کی جانب سے سکون نازل ہوتا ہے پس اُسکا نفس اضطراب
سے ساکن ہو جاتا ہے اور مسبب الاسباب پر وثوق ہوتا ہے پس مطمئنہ بنجاتا ہے یعنی احکام آلہیہ کے
روبرو دب جاتا ہے ٹھہر جاتا ہے اُسکی قضا کے آگے ثابت رہتا ہے تائید خداوندی اور انوار غیب سے
اُسکی مدد ہوتی ہے تدبیر اور مقابلہ تقدیر سے برطرف ہوتا ہے اپنے رب کے حکم کو تسلیم کرتا ہے یہ یقین
رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کیا کفایت نہیں کرتا تیرا رب کہ وہ شئے پر حاضر و ناظر ہے پھر وہ
نفس اس قابل ہوتا ہے کہ اُسکو یوں خطاب کیا جاوے یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی
رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ یعنے اے اطمینان والی جان اپنے
رب کی طرف رجوع کر تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی پس داخل ہو جا میرے بندوں میں
اور داخل ہو جا میری جنت میں اور اس آیت میں ایسے نفس کی بڑی خصوصیتیں اور اوصاف مذکور
ہیں **وصف اول** یہ کہ نفس تین طرح کے ہیں امارہ لوامہ مطمئنہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے کلام
پاک میں کسی نفس کو مخاطب نہیں کیا سوائے نفس مطمئنہ کے امارہ کی شان میں فرمایا اِنَّ النَّفْسَ
لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اور لوامہ کی شان میں فرمایا وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اور اس نفس کو خطاب
کر کے فرمایا یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ **دوسرا وصف** اُس کا ذکر لقب سے فرمایا اور
لقب عرب کے نزدیک تعظیم فی الخطاب کی دلیل ہے اور اہل عقل کے نزدیک افتخار کا باعث ہے **تیسرا
وصف** طمانینت کے ساتھ اُسکی مدح فرمائی اس میں تعریف نکلی کہ وہ مطیع ہے اور متوکل ہے **چوتھا
وصف** طمانینت کے ساتھ اُسکو موصوف فرمایا اور مطمئن کہتے ہیں پست زمین کو جب اُسنے تواضع
انکسار کے ساتھ پستی اختیار کی مولا نے اُسکی تعریف فرمائی تاکہ اسکی بڑائی ظاہر ہو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

تنبیہ و اعلام

ف یہ اشارہ ہے مضمون آیت کی طرف اولم یکف بربک انہ علی کل شئی شہید ۱۲ مترجم

ف حدیث یہ ہے من تواضع رفعہ اللہ ۱۲ تنویر

اوصاف نفس مطمئنہ وصف اول

وصف دوم

وصف سوم

وصف چہارم

علیہ وسلم نے جس شخص نے تواضع کی اللہ کے واسطے بلند قدر کیا اُسکو اللہ نے **پانچواں[۱] وصف** اُسکو فرمایا اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً اسمیں اشارہ ہے کہ نفس امّارہ و لوّامہ کو باعزاز رجوع ہونے کی اجازت نہیں بلکہ یہ دولت نفس مطمئنہ کو نصیب ہے چونکہ اُسمیں وصف اطمینان ہے اسیلئے حکم ہوا کہ اپنے رب کی طرف خوش اور پسندیدہ ہو کر کیونکہ ہمنے تیرے لیئے اپنی درگاہ میں آنا اور اپنی بہشت میں ہمیشہ رہنا مباح فرمادیا اسمیں آدمی کو ترغیب ہے مقام اطمینان پر اور اس مقام تک کوئی نہیں پہونچ سکتا تاوقتیکہ اطاعت اور ترک تدبیر اختیار نہ کرے **چھٹا[۲] وصف** اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ فرمایا اِرْجِعِیْٓ اِلَی الرَّبِّ نہیں فرمایا نہ اِلَی اللہِ فرمایا۔ اسمیں اشارہ ہو گیا کہ اُس کا رجوع کرنا اللہ کی طرف باعتبار لطف ربوبیت کے ہے باعتبار قہر الوہیت کے نہیں اس میں اس کو مانوس کرتا ہے اور اپنا لطف وکرم وعنایت ظاہر فرماتا ہے **ساتواں[۳] وصف** رَاضِیَةً فرمایا یعنی خوش ہو اللہ سے دنیا میں اُسکے احکام سے اور آخرت میں جود و انعام سے اسمیں بندے کو آگاہ کرنا ہے کہ رجوع الی اللہ بدون طمانینت و رضا کے میسر نہیں ہوتا اور اسمیں یہ اشارہ ہی کہ جبتک کہ اللہ سے دنیا میں راضی نہو اللہ کے نزدیک آخرت میں مرضی و پسندیدہ بھی نہیں ہوسکتا **ف** کیونکہ مَرْضِیَّةً پر رَاضِیَةً کو مقدم کیا **ت** اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا بندے سے خوش ہونا نتیجہ اسکا ہے کہ بندہ اللہ سے خوش ہو اور دوسری آیت سے **ف** رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ **ت** معلوم ہوتا ہے کہ بندے کا خوش ہونا اللہ سے نتیجہ اس کا ہے کہ اللہ بندے سے خوش ہو **ف** حاصل اعتراض یہ کہ ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رضا بندے کی طرف سے ہوتی ہے اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے **ت** جواب میں سمجھنا چاہیئے کہ ہر آیت اپنے مضمون کو ثابت کرتی ہے اور دونوں آیتوں کی تطبیق میں کچھ خفا نہیں وجہ یہ کہ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کا مدلول یہ ہے کہ وجود ترتیبی میں پہلے اللہ کی طرف سے رضا ہوتی ہے پھر بندے کی طرف سے اور حقیقت اسی کو مقتضی ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اول نسے راضی نہو تو یہ کیسے راضی ہوسکتی ہیں **ف** کیونکہ کمالات عبد کے بالعرض ہیں اور کمالات حق کے بالذات اور ما بالذات مقدم ہوتا ہے ما بالعرض پر ۵

[۱] وصف پنجم
[۲] وصف ششم
[۳] وصف ہفتم

اگر از جانبِ معشوق نباشد کششے		طلبِ عاشق بیچارہ بجائے نرسد

ت اور دوسری آیت کا حاصل یہ ہی کہ جب بطریق مذکور بندہ اللہ سے دنیا میں راضی ہوگا اللہ اُس سے آخرت میں خوش ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے اسمیں کچھ اشکال نہیں آٹھواں وصف اُسکے حق میں فرمایا مَرْضِيَّةً اور اس نفس کی بڑی تعریف سب تعریفوں سے بڑھکر ہی کیا تو نے یہ ارشاد خداوندی نہیں سُنا وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ الخ یعنے اللہ کی طرف سے رضامندی ہونا سب سے بڑی دولت ہے۔ یہ بعد بیان نعیم اہل جنّت کے فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ دولت رضا تمام نعماء جنت سے بزرگتر ہے نواں وصف فَادْخُلِي فِي عِبَادِي فرمایا اس میں نفس مطمئنہ کو بڑی بشارت ہے کہ وہ خاص بندوں میں داخل ہونے کیلئے پکارا اور بلایا گیا اور یہ لوگ کون بندے ہیں وہ خصوصیت و نصرت کے بندے ہیں مملوکیت و قہر کے بندے نہیں وہ ایسے بندے ہیں جنکی شان میں فرمایا اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ الخ یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ چلیگا۔ اور خود شیطان کے قول سے خبر دی اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ یعنی تیرے مخلص بندوں کو نہ بہکاونگا۔ وہ بندے نہیں جنکے حق میں فرمایا۔ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا یعنی جتنے آسمان و زمین والے ہیں سب کو رحمٰن کے پاس بندہ ہوکر آنا ہے پس نفس مطمئنہ کو اس ارشاد فَادْخُلِي فِي عِبَادِي کی زیادہ خوشی ہے دوسرے ارشاد سے وَادْخُلِي جَنَّتِي کیونکہ پہلی نسبت اپنی طرف ہے اور دوسری نسبت جنّت کی طرف دسواں وصف وَادْخُلِي جَنَّتِي فرمایا اسمیں یہ اشارہ ہے کہ جو اوصاف نفس مطمئنہ میں ہیں انھوں نے اس نفس کو اس قابل بنادیا کہ اُسکے خاص بندوں میں داخل کیا جاوے اور جنّت میں داخل کیا جاوے دنیا میں جنت طاعت اور آخرت میں مشہور جنّت ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے فائدہ آیت دو وصفوں کو متضمن ہے ہر ایک کا مدلول یہی ہے کہ قواعد تدبیر کو ترک کیا جاوے تفصیل اسکی یہ ہی کہ جس نفس کی اتنی خصوصیتیں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائیں اُسکو چند اوصاف سے موصوف فرمایا ایک طمانینت دوسری رضا اور یہ دونوں بدون ترک تدبیر نہیں حاصل ہوتے کیونکہ نفس جبھی مطمئن بنے گا جب اللہ کی خوبی تدبیر پر وثوق کرکے اسکے آگے تدبیر چھوڑ دے وجہ یہ کہ جب اللہ سے راضی ہوگا اُسکے آگے گردن جھکائیگا اُسکے حکم کی اطاعت کریگا اُسکے فرمانے کو مانیگا پھر اسکی ربوبیت پر مطمئن ہوگا اور اسکی الوہیت پر اعتماد کرکے قرار پکڑیگا اور

وصف ہشتم

وصف نہم

وصف دہم

اضطراب نہ رہے گا کیونکہ اُسکو نورِ عقل جو عطا فرمایا ہے وہ اُسکو ثابت رکھے گا اور اُسکو کچھ جنبش ہوگی اُسکے احکام کے آگے دب جائیگا اُسکے توڑنے جوڑنے میں اپنے کو اُسکے سپرد کر دیگا **فائدہ** جاننا چاہیئے کہ حکمت تدبیر واختیار کے پیدا کرنے میں اپنی قہاریت کا ظہور کرنا ہے پس جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے چاہا کہ اپنے بندوں کو صفت قہر سے اپنی شناخت کرائے اُنہیں تدبیر واختیار کو پیدا کیا پھر اُنکو حجابوں سے وسعت دی تب کہیں تدبیر اُنسے ممکن ہوئی کیونکہ اگر حضوری اور معاینہ میں رہتے تو تدبیر واختیار ممکن ہونا جیسے ملاءِ اعلیٰ کو ممکن نہیں پس جب بندوں نے تدبیر واختیار شروع کیا اپنے قہر وغلبے سے اُس تدبیر کی طرف توجہ فرما ہوئے اُن کے ارکان کو ہلا دیا اور اُنکی عمارت کو گرا دیا۔ جب اپنے غلبۂ مراد سے بندوں کو اپنی شناخت کرائی اُنکو یقین ہوا کہ بیشک وہی اپنے بندوں پر قاہر ہے سو ارادہ تیرے اندر اسواسطے نہیں پیدا کیا کہ وہ تیری چیز ہو بلکہ اسلیئے پیدا کیا کہ اُسکا ارادہ تیرے ارادے پر غالب آوے پس تجھکو معلوم ہو جاوے کہ تیرا ارادہ کچھ نہیں اسیطرح تدبیر کو اسلیئے نہیں بنایا کہ تجھ میں ہمیشہ رہا کرے بلکہ اسواسطے بنایا کہ تو بھی تدبیر کرے اور وہ بھی تدبیر کرے پھر اُسکی تدبیر چلے تیری نہ چلے اسیواسطے کسی بزرگ سے جو پوچھا گیا تمنے اللہ کو کاہے سے پہچانا جواب دیا ارادوں کے توڑنے سے **فصل** ہمنے اوپر وعدہ کیا تھا کہ تدبیر رزق کے بارے میں ایک مستقل باب لاوینگے **ف** یعنی وہ باب یہی ہے **ت** کیونکہ اکثر قلوب میں جو تدبیریں آتی ہیں وہ رزق کے لئے ہوتی ہیں **ت** یعنی تقریر گذشتہ میں تو مطلق تدبیر کی بحث تھی اور یہاں خاص تدبیر رزق کی ہے **ت** جاننا چاہیئے کہ تدبیر رزق سے قلوب کا سالم رہنا بڑی عنایت ہے یہ اُنہیں کو میسر ہوتی ہے جو اللہ کی طرف سے توفیق دیے گئے ہیں جنھوں نے اللہ کے ساتھ خوبی وثوق میں سچا معاملہ کیا ہے پس اُنکے دلوں کو چین ہو گئی اور توکل کو محقق کر لیا یہانتک کہ بعض مشائخ کا قول ہے کہ رزق کے قصے کو میرے لیئے مضبوط کر لاؤ اور مقامات کو جانے دو **ف** یعنی اپنے مُریدوں سے فرمایا کہ رزق کے مقدمے میں توکل ٹھیک کر لو اور مقامات میں چنداں ریاضت کی حاجت نہیں **ت** اور بعض بزرگوں کا قول ہے کہ سب سے بھاری فکر یہ ہے کہ کھانیکا تقاضا ہوتا ہے اور شیخ موصوف نے جو فرمایا ہے اُسکی شرح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِس آدمی کو ایسی مدد محتاج بنایا ہے کہ اُسکی ترکیب کو قائم رکھے اور اُسکی قوت کو بڑھاوے کیونکہ اسمیں جو حرارت عزیزی ہے وہ اجزائے بدن کو تحلیل کر دیتی ہے اور جب غذا پہونچتی ہے

حکمت ایجاد تدبیر واختیار

حکمت تدبیر رزق

اُسکو معدہ طبخ دیکر اُسکا خلاصہ قبول کر لیتا ہے وہ جزو بدن اور تحلیل شدہ کا بدل ہوتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو انسانکو مدد حیات اور غذا کھانے سے مستغنی کر دیتا مگر اللہ کو منظور ہوا کہ جاندار کا محتاج غذا ہونا اور اُسکی طرف مضطر ہونا اور اپنا ان حاجات سے غنی ہونا ظاہر فرما وے اسیواسطے حق سبحانہٗ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ یعنی کہدو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا خدا کے سوا کسی کو مددگار بناؤں اور خدا بھی کیسا آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا اور وہ اوروں کو کھلاتا ہے اور اُس کو کوئی نہیں کھلاتا پس اللہ تعالیٰ نے اپنی مدح دو وصفوں سے فرمائی ایک یہ کہ اوروں کو کھلاتا ہے کیونکہ جتنے بندے ہیں سب اُسکے احسان سے لے رہے ہیں اور اسکے رزق و منت سے کھا رہے ہیں اور دوسرا وصف یہ کہ کھاتا نہیں کیونکہ حاجت غذا سے مقدس ہی بلکہ وہ صمد ہے اور صمد اُسی کو کہتے ہیں جسکو کھانے کی حاجت نہو اور یہ کیا وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے حیوان ہی کو محتاج غذا بنایا اور موجودات کو نہیں بنایا وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانداروں کو اپنی صفات سے سقدر عنایت فرمایا ہے کہ اگر اسکو بھوک نہ لگے تو خدا جانے کیا دعوی کر بیٹھے یا کوئی دوسرا اسکی نسبت دعوی کرنے لگی اللہ تو بڑی حکمت والا خبردار ہے اُسکو منظور ہوا کہ اسکو کھانے پینے کا محتاج بنادیں تاکہ بار بار کا محتاج ہونا سبب ہو جاوے اسکا کہ نہ خود دعوی کرے نہ کوئی دوسرا اسکے نسبت دعوی کر سکے **فائدہ** جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ نوع حیوان کو خواہ آدمی ہو یا غیر آدمی محتاج بناؤں تاکہ اُسکو اللہ کی معرفت ہو یا اُسکے ذریعہ سے اللہ کی معرفت ہو **ف** یعنی اگر آدمی اپنے نفس میں غور کرے تو اُسکو اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اگر اسکے حالات میں کوئی دوسرا غور کری تو اُسکے ذریعے سے اُس غور کنندہ کو اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے **ت** تو دیکھتا نہیں کہ محتاج ہونا بڑا ذریعہ ہے اللہ تک پہونچنے کا اور بڑا وسیلہ ہے جو تجھکو خدا تک پہونچا دے تو نے اللہ کا ارشاد نہیں سنا یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ہ یعنی اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز تعریف کے قابل ہے پس محتاجی کو سبب بنایا اللہ تک پہونچنے کا اور اُسکے روبرو ہمیشہ حاضر رہنے کا اور شاید اس مقام سی سمجھ گیا ہو گا معنی اس حدیث کے جو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے پہچانا اپنے نفس کو اُسنے پہچانا اپنے رب کو یعنی جسنے اپنے کو پہچانا ساتھ محتاجی اور فقر اور ذلت اور فاقہ اور مسکینی کے پہچانا اُسنے اپنے رب کو ساتھ عزت اور غلبہ اور کرم اور احسان وغیرہ اوصاف کمال کے خصوصاً نوع آدمی میں اللہ تعالیٰ نے

صفت اختیاری عبادہ
۹٪
حدیث یہ ہے
من عرف نفسہ عرف ربہ ۱۲
تنبیہ

اسباب حاجت کو مکرر فرمایا اور انواع احتیاج کو متعدد کیا کیونکہ یہ محتاج ہے اپنے معاش و معاد کی اصلاح کا اس مقام میں اس آیت کو سمجھو لقد خلقنا الانسان فی کبد یعنے ہمنے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا یعنی دنیا و آخرت کے کاروبار میں چونکہ اللہ کے نزدیک یہ مکرم ہے اسلیئے اسباب حاجت کو اسمیں مکرر فرمایا دیکھو کہ اقسام حیوانات بسبب اُون اور بال کے لباس کے محتاج نہیں اور اپنے تھان اور گھونسلے کے سبب گھر سے مستغنی ہیں **فائدہ دیگر** وہ یہ ہے کہ حق تعالی کو انسان کا امتحان مقصود ہے اسلیئے متفرق چیزوں کا اُسکو محتاج بنادیا تا دیکھیں کہ اپنی عقل و تدبیر سے اُن چیزوں کو حاصل کرتا ہے یا اللہ کی تقسیم و تقدیر کی طرف رجوع کرتا ہے **فائدہ دیگر** اللہ تعالی کو منظور ہوا کہ بندے کا محبوب بنے پس جسوقت اسباب حاجت کے اُسپر وارد کرکے وہ حاجت رفع فرماتا ہے اُسوقت اسکے نفس میں ایک حلاوت اور قلب میں ایک راحت پیدا ہوتی ہو یہ تجدید محبت کا موجب ہوتا ہے فرمایا[له] پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سے محبت کرو چونکہ اپنی نعمتوں سے تمکو غذا دیتا ہے پس جسقدر نعمتیں تازہ ہوتی جاتی ہیں ویسے ہی محبت تازہ ہوتی ہو **فائدہ دیگر** اللہ کو منظور ہوا کہ شکر کیا جاوے پس بندوں پر اول حاجت وارد فرمائیں پھر اُسکو پورا کیا تاکہ اُسکا شکر ادا کریں اور اُسکو احسان و سلوک کے ساتھ پہچانیں فرمایا اللہ تعالی نے کلوا من رزق ربکم واشکروا له بلدة طيبة ورب غفور یعنے کھاؤ اپنے رب کی روزی سے اور شکر بجالاؤ اُسکا شہر ہے ستھرا اور رب ہے بخشنے والا **فائدہ دیگر** حق تعالی کو منظور ہوا کہ بندوں پر دروازہ مناجات یعنی رازداری کا کشادہ فرمائے جب وہ کھانوں کے اور دوسری نعمتوں کے محتاج ہوتے ہیں بلند ہمتی کے ساتھ اُسکی طرف متوجہ ہوتے ہیں پس اُسکی مناجات سے مشرف ہوتے ہیں اور اُسکے عطایا سے دیے جاتے ہیں اور اگر محتاجی اُنکو مناجات کی طرف نہ لاوے تو عام لوگ ہرگز اُسکی حقیقت نہ سمجھیں اور اگر حاجت نہ ہوتی تو بجز اہل عشق کے باب مناجات کو کوئی نہ کھلواتا پس حاجت کا وارد ہونا سبب مناجات کا ہوا اور مناجات بڑی بزرگی ہے اور عزت کا بڑا رتبہ ہے تم خیال نہیں کرتے کہ حق سبحانہ تعالی نے موسی علیہ السلام کی خبر اس ارشاد میں فرمائی ہے فسقى لهما ثم تولى الى الظل فقال رب انى لما انزلت الى من خير فقير یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اُن دونوں لڑکیوں کی خاطر سے بکریوں کو پانی پلایا پھر

[له] حدیث یہ ہے احبوا اللہ لما یغذوکم ۱۲ تنویر

سایہ کی طرف پھرے۔ پھر دعا کی کہ اے پروردگار بیشک میں اُس رزق کا جو میرے واسطے اُتارا ہی
محتاج ہوں حضرت علیؓ فرماتے ہیں قسم اللہ کی اور کچھ نہیں مانگا بجز ایک روٹی کے جسکو کھاویں اور
لاغری سے یہ حال ہوگیا تھا کہ پیٹ کی جھلی کے اندر سے ساگ کی سبزی نظر آتی تھی پس غور کرکے پھر اللہ کی
مہر ہو کہ کسطرح خدائے تعالیٰ سے سوال کیا کیونکہ یقین رکھتے تھے کہ بجز خدا کے کوئی کسی چیز کا مالک نہیں اور
مومن کو ایسا ہی ہونا زیبا ہے اللہ سے چھوٹی بڑی سب چیزیں مانگنا چاہیئے یہانتک کہ بعضوں کا
قول ہے کہ میں نماز میں اللہ سے مانگا کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ آٹے کا نمک بھی۔ اور اے ایمان والے
جس چیز کی حاجت ہو اُسکے قلیل ہونے کے خیال سے مانگنے سے مت رکو اگر قلیل اُس سے
نہ مانگے گا تو اُسکے سوا کوئی دوسرا رب نہ ملے گا جو وہ چیز عنایت کرے اور مطلوب اگرچہ قلیل ہی ہو
لیکن چونکہ ذریعۂ مناجات بن گیا اس اعتبار سے تو جلیل ہی یہانتک کہ شیخ ابوالحسنؒ فرماتے ہیں کہ دعا
میں اسکی فکر نہونا چاہیئے کہ وہ کام پورا ہو جاوے اسمیں تو اپنے رب سے حجاب ہو جاتا ہی بڑا قصد
مناجات مولیٰ ہونا چاہیئے اور اس آیت میں چند فائدے ہیں **پہلا فائدہ** یہ ہے کہ مومن کو
اپنے رب سے تھوڑا بہت سب مانگنا چاہیئے اور اسکو ہم ابھی بیان کرچکے ہیں **دوسرا فائدہ** موسیٰ
علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو اسم ربوبیت سے پکارا کیونکہ اس مقام کے مناسب یہی ہے کیونکہ رب
اُسکو کہتے ہیں جسنے تجکو اپنے احسان سے پالا ہو اپنی منت سے تجھکو غذا دی ہو اس اسم میں اپنے
مالک کو مہربان بنانا ہے کہ اُسکو اسم ربوبیت سے ندا کی جسکے آثار و فوائد کبھی اُنسے بند و موقوف نہیں
ہوئے **تیسرا فائدہ** یوں کہا رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ یوں نہیں کہا انی الی الخیر
فقیر اسمیں یہ فائدہ ہے کہ اگر انی خیرك فقیر یا الی الخیر فقیر کہتے تو یہ بات نہ معلوم ہوتی کہ اللہ
تعالیٰ رزق اُتار چکا ہے اور انکو مہمل نہیں چھوڑا اسلیے یوں کہا رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ
خَیْرٍ فَقِیْرٌ تاکہ معلوم ہو کہ انکو اللہ تعالیٰ پر وثوق ہے اسکا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو بھولے گا
نہیں گویا اسطرح کہا کہ اے پروردگار یہ مجھکو یقین ہے کہ تو نہ مجھکو اور نہ کسی دوسری مخلوق کو مہمل
چھوڑیگا اور تو میرا رزق نازل فرما چکا ہے اب اُس نازل کیے ہوئے رزق کو میرے پاس جسطرح
چاہے جس طور چاہے اپنے احسان و امتنان کے ساتھ مقرون کرکے بھیجدے سو اسمیں دو فائدے
ہوگئے ایک طلب دوسرا اقرار اس امر کا کہ حق سبحانہ تعالیٰ اُن کا رزق نازل فرما چکا ہو مگر وقت

یہ سوال پیغمبری سے نہ تھا بلکہ بیان مناجات تھا ۱۲ ملفوظ شریف

فائدہ اول

فائدہ دوم

فائدہ سوم

اور سبب اور واسطہ معین نہیں فرمایا تاکہ بندے کو اضطرار ہو اور اضطرار کے ساتھ قبولیت ہوتی ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ اور اگر سبب اور وقت اور واسطے کو معین فرما دیتے تو بندونکو اضطرار نہوتا جو کہ ابہام کے وقت حاصل ہے پس پاک ہے اللہ تعالیٰ حکمت والا قدرت والا علم والا چوتھا فائدہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنا عبودیت کے منافی نہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو مقام عبودیت میں کمال حاصل تھا پھر بھی اللہ سے مانگا اس سے معلوم ہوا کہ طلب کرنا مقام عبودیت کے منافی نہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر طلب کرنا مقام عبودیت کے خلاف نہیں تو ابراہیم علیہ السلام نے کیوں نہیں طلب کیا جب اُن کو منجنیق میں رکھکر پھینکا اور جبرئیل علیہ السلام نے آکر پوچھا کہ آپکو کچھ حاجت ہے اور آپنے جواب دیا کہ تمسے تو نہیں ہاں اللہ سے ہے پھر جبرئیل علیہ السلام بولے اللہ ہی سے دعا کرو اور آپنے فرمایا کہ میرے مانگنے سے اسکا جاننا بس کرتا ہے سو علم الٰہی پر اظہار طلب سے اکتفا کیا جواب اسکا یہ ہے کہ حضرات انبیا علیہم السلام ہر مقام پر وہی معاملہ کرتے ہیں جسکو اللہ کی طرف سے سمجھ لیتے ہیں کہ یہ مناسب ہے سو ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ اس مقام پر یہی مقصود ہے کہ طلب نہ کروں اور اسکے جاننے پر اکتفا کروں سو یہ اُسی کے موافق تھا جو اللہ کی طرف سے سمجھا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو منظور تھا اپنا راز و عنایت جو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھی ملاء اعلیٰ پر ظاہر کر دوں جنسے اللہ تعالیٰ نے مشورہ فرمایا تھا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ بنانیوالا ہوں اور اُنھوں نے کہا تھا کہ آپ ایسے شخص کو مقرر فرماتے ہیں جو زمین میں فساد و خونریزی کریگا اور ہم تو تسبیح و تحمید و تقدیس آپ کی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ بیشک میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے پس جس روز ابراہیم علیہ السلام منجنیق میں پھینکے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کو اس ارشاد کا بھید ظاہر کرنا منظور ہوا کہ میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے گویا اسطرح فرمایا کہ اے وہ لوگو جو یوں کہتے تھے کہ آپ مفسد اور خونریز کو زمین میں بناتے ہیں تمنے میرے خلیل کو کیسا دیکھا زمین میں اہل فساد سے جو خرابیاں ہونیوالی ہیں جیسے نمرود اور اُسکے امثال سے ہوئیں تمنے اُنپر تو نظر کی اور اہل صلاح اور رشد سے جو خیر ہونے والی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام سے اور جو اہل عشق ہیں سے اُنکی پیرو ہیں اُنسے ہوئیں اُسپر نظر نہیں کی رہے موسیٰ علیہ السلام اُنکو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اُسوقت یہی مقصود ہے کہ احتیاج ظاہر کریں اور زبان سوال کھولیں سو مقتضائے وقت کا حق بجالائے اور ہر ایک کی ایک جہت ہے جسطرف اُسکا رخ ہے اور سب کے پاس دلیل روشن اور ہدایت اور توفیق من اللہ اور

لہ یہ اشارہ ہے مضمون آیت کی طرف وَلِکُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۱۲ مترجم

رعایت ہے **پانچواں فائدہ** غور کرو کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے کسطرح رزق طلب کرتے ہیں کہ صراحۃً نہیں مانگا۔ بلکہ اللہ کے روبرو اپنے فقر و حاجت کا اقرار کیا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے غنی ہونیکی گواہی دی کیونکہ انھوں نے جب اپنے کو فقر و فاقہ سے پہچانا اُسوقت اپنے رب کو غنا اور بھرپوری کے ساتھ پہچانا اور یہ مناجات کے بساطوں میں سے ایک بساط ہے **ف** یعنی طریق مناجات سے ایک طریقہ ہے **ت** اور یہ بساط بہت ہیں کبھی اللہ تعالیٰ تجھکو بساط فقر پر بٹھلاتا ہے اُسوقت تو پکاریگا یا غَنِیُّ کبھی بساط ذلت پر بٹھلاتا ہے اُسوقت پکارے گا یا عَزِیْزُ کبھی بساط عجز پر بٹھلاتا ہے تو پکاریگا یا قَوِیُّ اسیطرح باقی اسماء ہیں سو موسیٰ علیہ السلام نے فقر و فاقہ کا اقرار کیا اسمیں تعریض و اشارہ ہوگیا طلب کا اگرچہ صاف طلب نہیں ہوئی اور تعریض طلب کبھی سطرح ہوتی ہے کہ بندہ اپنے اوصافِ فقر و حاجت ذکر کرتا ہے۔ اور کبھی سطرح ہوتی ہے کہ اپنے مالک کے اوصاف جہات یکتائی بیان کرتا ہے جیسا حدیث میں آیا ہے میری اور انبیائے سابقین کی سب دعاؤں میں افضل یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ سو اللہ کی ثنا کو بھی دعا فرمایا کیونکہ اپنے غنی مالک کے اوصاف کمال ذکر کرکے تعریف کرنا اُسکے فضل و عطا کا تعریضاً مانگنا ہے جیسا شاعر کا قول ہے ؎ اسقدر ہے صاحب خلقِ کریم ۞ خُلق یکساں اُسکا ہے صبح و مسا ۞ گر کرے اُسکی ثنا کوئی کبھی ۞ مانگنے سے اُسکو کافی ہے ثنا ۞ اللہ تعالیٰ نے یونس ع کی حکایت میں فرمایا ہے فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ یعنی یونس ع نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں بےموقع کام کرنے والوں میں ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا معاملہ بیان فرمایا فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ یعنی ہمنے اُنکی دعا قبول کرلی اور اُنکو غم سے نجات دی اور اسیطرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں اور یونس علیہ السلام نے صراحۃً سوال نہیں کیا لیکن چونکہ اپنے رب عزّ و جل کی ثنا کی اور اُسکے روبرو اپنی خطا کا اقرار کیا تو اُنکی طرف اپنا محتاج ہونا ظاہر کردیا اللہ تعالیٰ نے اُسکو طلب قرار دیا **ف** کیونکہ جواب میں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فرمایا جسکے معنی ہیں سوال پورا کرنا **ت** **چھٹا فائدہ** اور یہ سب میں زیادہ قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیوں کے ساتھ سلوک کردیا اور اُنسے اُجرت و جزا طلب نہیں کی بلکہ جب اُنکی بکریوں کو پانی پلا چکے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوکر اُس سے مانگا

اُن دونوں سے نہیں مانگا بلکہ اپنے مالک سے مانگا جسکی یہ شان ہے کہ جب اُس سے مانگا اُسنے عطا کیا اور صوفی وہی ہے کہ اوروں کے حقوق جو اُسکے ذمّے ہیں پورے کر دے اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرے اور اس مضمون میں ہمارے اشعار ہیں ؎

عمر شکوۂ خلق میں ضائع نہ کر — وقت کم ہے اور جاتا ہے چلا
کیوں شکایت ہی تجھے جب ہے یقین — ہوتا ہے جو کچھ وہ سب لکھا گیا
جب خدا کا حق نہیں کرتے وفا — کیا وفا تجھ سے کرینگے ہے توکیا
دیکھ جو کچھ تجھپہ ہیں اُن کے حقوق — صبر سے اُن کو تو پورا کر ادا
جب کرے کچھ کام کر اس کا خیال — ہے خدا تیری نیت کو جانتا

پس موسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرف سے حق ادا کیا اور اپنا حق نہیں مانگا انکے لئے اللہ کے پاس پوری جزا ہوئی اور دُنیا میں بھی سر دست عنایت فرمائی علاوہ اُسکے جو آخرت میں جمع ہی یعنی ایک لڑکی سے اُنکا نکاح کر دیا اپنے نبی شعیب علیہ السلام کا داماد بنایا اور اُنکے ساتھ مانوس کر دیا یہانتک کہ پیغمبری کا وقت آ گیا۔ سو اَے بندے اپنا معاملہ اللہ ہی سے رکھ نفع والوں میں ہیگا اور اللہ تعالیٰ تیری وہی خاطر کریگا جیسی متقی بندوں کی فرمائی **ساتواں فائدہ** اللہ تعالیٰ کی اس ارشاد کو دیکھو فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کو جائز ہے کہ سایہ کو دھوپ پر اور سرد پانی کو گرم پانی پر اور سہل طریق کو دشوار طریق پر اختیار کریں اور مقدم رکھیں اور اس سے آدمی مقام زہد سے خارج نہیں ہوتا دیکھو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا قصّہ بیان کیا کہ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ یعنی سایے کا قصد کیا اور اُسکی طرف آئے اگر کوئی اعتراض کرے کہ کسی بزرگ کا قصّہ ہی کہ کوئی شخص اُنکے پاس گیا اور دیکھا کہ جس گھڑے کا پانی پیتے ہیں اُسپر دھوپ پھیل رہی ہی اس مقدمے میں اُنسے کہا گیا اُن بزرگ نے جواب دیا کہ میں نے جب یہ گھڑا رکھا تھا تو دھوپ نہ تھی اب مجھکو شرم آتی ہی کہ اپنے حظ نفس کے لئے چلوں۔ جواب میں جاننا چاہیئے کہ یہ اُس شخص کی حالت ہے جو صدق کو بتکلّف طلب کر رہا ہی اور اپنے نفس کو اُسکی آرزوؤں سے روک رہا ہے تاکہ اُسکو غفلت عن اللہ سے باز رکھے اور اگر اُسکا مقام کامل ہو جاتا تو پانی کو دھوپ سے اُٹھا لیتا اور قصد یہ ہوتا کہ اپنے نفس کا حق اسلیئے ادا کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے اُسکا حکم فرمایا ہے نہ اُسکی لذّت حاصل کرنے کو بلکہ اسلیئے اس بات میں

اللہ تعالیٰ کا حق ادا کروں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ
یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یُرِیۡدُ اللّٰہُ
اَنۡ یُّخَفِّفَ عَنۡکُمۡ وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا ہ یعنی اللہ کو منظور ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کردے اور
انسان پیدا ہوا ہے کمزور اسی واسطے فقہا کے نزدیک مسئلہ ہے کہ اگر کوئی منت مانے کہ مکہ معظمہ تک
ننگے پاؤں جاؤنگا تو اسکو جوتا پہن لینا جائز ہے برہنہ پا جانا واجب نہیں کیونکہ شریعت کا خاص
مقصود نہیں کہ لوگ سختی میں پڑیں اور شریعت لوگوں کو لذات حاصل کرنے سے نہیں روکتی اور کیونکر
روکے آخر یہ لذات انھیں کے لیئے پیدا کئے گئے ہیں ربیع بن زیاد حارثی نے حضرت علی رضی سے عرض کیا
کہ میرے بھائی عاصم کے مقدمے میں میری مدد فرمایئے آپ نے پوچھا اسکا کیا حال ہے عرض کیا کمل
اوڑھا ہے فقیر بننا چاہتے ہیں حضرت علی رض نے فرمایا کہ اسکو میرے پاس لاؤ غرض وہ اس ہیئت سے حاضر
کیے گئے کہ ایک کملی باندھے ہوئے تھے اور دوسری کملی اوڑھے ہوئے تھے۔ سر اور داڑھی کے بال
میلے پریشان تھے آپ انکو دیکھکر چین بہ جبیں ہوئے اور فرمایا تیرے حال پر افسوس ہے تجھکو اپنی
بیوی سے شرم نہ آئی تجھکو اپنے بچے پر ترس نہ آیا کیا اللہ تعالیٰ ستھری چیزیں تیری لئے مباح کرکے
پسند نہیں کرتا کہ تو اسمیں سے کچھ کھائے تیری قدر اللہ کے یہاں اتنی کہاں ہے کیا تو نے اللہ کا یہ
قول نہیں سنا وَالۡاَرۡضَ وَضَعَہَا لِلۡاَنَامِ الیٰ قولہ یَخۡرُجُ مِنۡہُمَا اللُّؤۡلُؤُ وَالۡمَرۡجَانُ ہ تجھے
معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں اسیواسطے مباح کی ہیں کہ برتیں اور اللہ کی تعریف کریں
پھر اللہ ثواب دے اور اللہ کی نعمتوں کا ابتذال فعلی ابتذال قولی سے بہتر ہے **ف** یعنی کھانے
پینے برتنے میں تو فعلاً ابتذال ہے اور انکار میں قولاً ابتذال ہے کہ اسکو بے قدر سمجھکر چھوڑ دیا تو
یہ تناول ترک سے بہتر ٹھیرا **ت** عاصم بولے پھر آپکی کیا حالت ہے کہ موٹا کھاتے ہیں اور موٹا پہنتے ہیں حضرت
علی رضی نے جواب دیا تجھپر افسوس ہے اللہ تعالیٰ نے ائمہ حق پر اسی بات کو فرض کیا ہے کہ اپنے کو غریب
لوگوں کے برابر رکھیں **ف** تاکہ غربا کو ان تک رسائی ہو اور انکی حالت دیکھکر تسکین ہو اور بہت مصلحتیں
ہیں **ت** حضرت علی رضی کی تقریر سے واضح ہوگیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں سے یہ نہیں
طلب کیا کہ لذات کو چھوڑ دیں بلکہ ان کو شکر ادا کرنے کا حکم کیا ہے پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے کُلُوۡا مِنۡ
رِّزۡقِ رَبِّکُمۡ وَاشۡکُرُوۡا لَہٗ یعنی اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اسکا شکر کرو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ یعنی اے ایمان والو کھاؤ ستھری چیزیں جو ہمنے تمکو دیں اور شکر کرو اللہ کا اور فرمایا يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا یعنی اے پیغمبرو کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو اچھے اور یوں نہیں فرمایا کہ کھاؤ مت بلکہ یوں فرمایا کہ کھاؤ اور عمل کرو اگر کوئی اعتراض کرے کہ ان دونوں آیتوں میں طیبات سے مراد حلال چیزیں ہیں کیونکہ شریعت کی نظر میں تو طیب وہی ہیں تو جواب سمجھو کہ یہ بھی ممکن ہے کہ طیبات سے مراد حلال چیزیں ہیں کیونکہ وہ اسوجہ سے طیب ہیں کہ انکے ساتھ گناہ یا مذمت یا حجاب متعلق نہیں ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ طیبات سے مراد لذیذ کھانے ہوں و حکمت انکی اباحت و کھلانے کی اجازت کی یہ ہے کہ انکا کھانے والا لذت پائے پھر اسکی ہمت شکر کے لیئے بڑھے اور خدمت بجالاوے اور حق حرمت کی رعایت کرے شیخ ابوالحسن رح فرماتے ہیں کہ میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا اے بیٹا پانی ٹھنڈا پیا کرو کیونکہ بندہ جب گرم پانی پیتا ہے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جی اُترے سے کہتا ہے اور جب ٹھنڈا پانی پیتا ہے تو ہر ہر عضو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنے میں ساتھ دیتا ہے پھر فرمایا وہ جو گھڑے والے کا قصہ ہو چکا اور جو گذرا وہ صاحب حال ہے اسکا اقتدا نہیں کیا جاویگا **رجوع بمطلب** اسکو تو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حیوان کو خصوصاً آدمی کو غذا کے محتاج بنانے میں رجو اسکو مدد پہنچانی ہے کیا علت ہے اب اسمیں گفتگو کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس غذا دینے اور اسکے پہونچانے کی کفالت فرمائی ہے سو جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے جب حیوان کو ایک مدد کا محتاج بنایا جو اسکی امداد کرے اور غذا کا محتاج بنایا جس سے اسکا وجود قائم رہے اور ان دونوں جنس یعنی انسان جن کی خلقت اسلیئے ہوئی ہے کہ انکو عبادت کا حکم ہووے اور انسے اپنی طاعت کا مطالبہ ہو اسلیئے **ف** انکو بے فکر کرنے کے لیئے **ت** یہ فرمادیا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ۝ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝ یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انسان کو مگر اسواسطے کہ میری عبادت کریں میں انسے رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھکو کھلادیں بیشک اللہ رزق دینے والا قدرت والا زور والا ہے سو اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ ان دونوں جنس کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے یعنی اسواسطے پیدا کیا ہے کہ انکو عبادت کا حکم کریں جیسے کوئی اپنے غلام سے کہے کہ اے غلام

ہیں نے تجکو صرف اسلیئے خرید اہے کہ میری خدمت کرے یعنی اسلیئے خرید ا ہی کہ تجکو خدمت کا حکم کروں اور تو اُسکو بجا لائے **ف** یہ تاویل اسواسطے کی کہ معتزلہ کا مذہب ٹوٹ جائے چنانچہ آگے آتا ہی **ف** اور کبھی غلام مخالفت اور سرکشی کرتا ہے اور تیرا خریدنا اسواسطے نہ تھا بلکہ اسلیئے تھا کہ تیری مہمات بجالائے اور تیرے کام پورے کرے اور معتزلی لوگ اس آیت کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے خلق کو صرف اطاعت کے لیئے پیدا کیا ہے اور کفر و معصیت کے خالق خود بندے ہیں اور ہم اس مذہب کو اوپر باطل کر چکے ہیں **ف** حاصل جواب کا اہل سنت کی طرف سے یہ ہے کہ قصد دو ہیں ایک قصد تشریعی دوسرا قصد تکوینی سو اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ صرف عبادت کے قصد سے انکو پیدا کیا ہی یہ قصد تشریعی ہے کہ وہ معصیت کے ساتھ متعلق نہیں کیونکہ شرع میں اُس سے ممانعت ہی اور قصد تکوینی یعنی تخلیق طاعت و معصیت دونوں کے ساتھ متعلق ہے بقولہ تعالیٰ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ہ سو معتزلہ نے اس آیت میں قصد تکوینی مراد لیا ہے حالانکہ اُنکے پاس کوئی دلیل نہیں **فتامل ف** اور حکمت تخلیق و ایجاد کے بیان کر دینے میں لوگونکو تبلادینا اور آگاہ کرنا ہے کہ کسواسطے پیدا ہوئی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا جو اُنکے مقدمے میں مقصود ہی اُس سے ناواقف نہ رہیں اور طریق ہدایت سے بھٹک جائیں اور رعایت حقوق کو چھوڑ نہ دیں اور بعض اخبار میں آیا ہے کہ ہر روز چار فرشتے آپسمیں سوال جواب کرتے ہیں ایک کہتا ہی کاش یہ خلقت پیدا نہ ہوتی دوسرا کہتا ہی کہ اگر پیدا ہو چکے تھے تو یہ جانتے کہ کیوں پیدا ہوئی تیسرا کہتا ہی کہ جب جانتے کہ کیوں پیدا ہوئے تو علم کے موافق عمل کرتے چوتھا کہتا ہے کہ اگر عمل نہیں کیا تھا تو بُرے اعمال سے توبہ ہی کرتے پس حقتعالیٰ نے اس امر کو بیان کر دیا کہ بندوں کو اُنکی ذات کیلیئے پیدا نہیں کیا بلکہ اسواسطے پیدا کیا کہ اللہ کی عبادت اور توحید میں مشغول ہوں کیونکہ تو غلام اسلیئے نہیں خریدتا کہ وہ اپنے کام میں لگا ہے بلکہ اسلیئے خرید اکرتا ہے کہ تیری خدمت کرے پس یہ آیت ایسے لوگوں پر حجت ہی کہ اپنے حظوظ نفسانیہ میں رب کے حقوق سے اور اپنی ہوائے نفسانی میں مولیٰ کی طاعت سے غافل ہیں اسیواسطے جب ابراہیم بن ادہم رحمہ شکار کو نکلے تو گھوڑے پر چڑھے ہوئے ہاتف کی آواز سنی اور یہی اُنکی توبہ کا باعث ہوا وہ ہاتف کہتا ہی ای ابراہیم کیا اسی لیئے تو پیدا کیا گیا ہی یا تجکو یہی حکم ہوا ہی پھر دوسری آواز سنی اے ابراہیم اسلیئے تو پیدا ہوا ہے نہ تجکو یہ حکم ہوا ہے۔ سو سمجھدار وہ شخص ہی جو حکمت ایجاد کو سمجھ کر اُسپر عمل کرے اور فقہ حقیقی یہی ہی جسکو یہ عنایت ہوا اُسکو بڑی نعمت ملی۔ اور اسی کے حق میں امام مالک رح فرماتے ہیں کہ فقہ کثرت روایت سے نہیں ہوتا

بلکہ فقہ ایک نور ہے جسکو اللہ تعالیٰ قلب میں رکھدیتا ہے اور میں نے اپنے شیخ ابو العباس رح سے سُنا ہی فرماتے تھے کہ فقیہ وہ شخص ہے جسکے دیدۂ دل سے حجاب ہٹ جاوے پس جسکو اللہ کی طرف سے حکمت ایجاد کی سمجھ عنایت ہوگی کہ صرف اسکو اپنی طاعت کے لیے پیدا کیا ہے اور صرف خدمت کیلئے بنایا ہی اُسکا یہ سمجھنا سبب ہوجائیگا دُنیا سے مُنھ موڑ کر آخرت کی طرف رُخ کرنیکا اور حظوظ نفسانیہ کو چھوڑ کر فکر معاد و آمادگی کے ساتھ اپنے مالک کے حقوق میں لگ جانیکا یہانتک کہ ایک بزرگ کا قول ہی کہ اگر مجھے خبر دیجاوے کہ تو کل کو مرجاویگا تو اپنے نفس میں کچھ تغیر نپاؤں ف کیونکہ آخرت کیلئے تو بنا رہی بیٹھا ہوں ت اور کسی بزرگ سے اُنکی ماں نے کہا اے بیٹا تو روٹی کیوں نہیں کھاتا جواب دیا کہ روٹی چبانے اور چبے ہوئے کھانے میں پچاس آیتیں پڑھی جاتی ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی عقلوں کو انتظار ہول قیامت اور ملاقات جبار نے اِس دُنیا سے غافل کردیا ہے اور اس خیال نے دُنیا کی لذت کی آگاہی اور مسرت کی خواہش سے دور ڈالدیا یہانتک کہ ایک عارف کہتے ہیں میں مُلک مغرب میں کسی شیخ کے پاس اُنکے گھر گیا اور وضو کیلئے پانی بھرنے اُٹھا وہ شیخ اُٹھکر بھرنے لگے میں نے منع کیا اُنھوں نے نہ مانا اور رسّی کا سرا اپنے ہاتھ میں باندھا ف تاکہ ڈول چھوٹ نہ جاوے ت اور گھر میں اُنکے قریب کنوئیں کے کنارے پر زیتون کا درخت تھا کہ گھر پر مثل شامیانہ پھیلا ہوا تھا میں نے کہا اے حضرت رسّی کا سرا اِس درخت سے کیوں نہیں باندھ دیتے فرمانے لگے آیا یہاں درخت بھی ہی مجھکو اِس گھر میں ساٹھ برس ہوئے مگر مجھکو خبر نہیں کہ اس گھر میں درخت بھی ہی سوای طالب فرا یہ حکایت اور اُسکے مثل کان کھولکر سُن تجکو معلوم ہوگا کہ اللہ کے ایسے بندے ہیں کہ اُنکو اپنے ساتھ مشغول کرکے سب سے غافل کردیا ہی اور کوئی شے اُنکو اللہ سے غافل نہیں کرسکتی انکی عقلوں کو اُسکی عظمت نے ازخود رفتہ کردیا ہے اُنکی نفسوں کو اُسکی ہیبت نے متحیر بنادیا اُنکے دلوں میں اسکی محبت بیٹھ گئی اللہ تعالیٰ ہمکو بھی اُنکے زمرے میں شامل کرے اور اُنسے جدا نہ کرے اِسی طرح کی اور حکایت ہی کہ صعید[۵] میں کوئی ولی کسی مسجد میں رہتے تھے کسی خادم نے اجازت چاہی کہ مسجد میں جو کھجور کے دو درخت کھڑے ہیں ایک میں سے ایک شاخ توڑ لوں اُنھوں نے اجازت دیدی اُس شخص نے پوچھا کہ حضرت کون سے درخت سے لوں زرد سے یا سُرخ سے فرمایا اے بیٹا مجکو اس مسجد میں چالیس برس ہوئے مجکو زرد و سرخ کا حال معلوم نہیں اور ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ اُنکے بچے اُنکے گھر میں پھرا کرتے پوچھتے تھے کہ یہ کس کے لڑکے ہیں جب تک بتلائے نہ جاتے تھے

۵ ایک مقام کا نام ہے ۱۲ مترجم

پہچانتے نہ تھے اللہ کے ساتھ ایسے مشغول رہتے ایک بزرگ اپنی اولاد کو دیکھکر کہتے کہ اگرچہ انکا باپ
جیتا ہے مگر یہ یتیم ہیں۔ اور اس جھلک کے آثار ہیں کلام بڑھانا مقصود کتاب سے علیحدہ کردیگا **رجوع**
بمطلب جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ میں نے جن و انس کو عبادت ہی کیلئے پیدا کیا ہے تو اللہ
تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ انکو حوائج بشریہ پیش آوینگے کہ اپنے مقتضا کے موافق اُنسے مطالبہ کرینگے اور اخلاص
توجہ عبودیت کو مشوش کرینگے اسواسطے اُنکے لیئے رزق کی کفالت فرمائی تاکہ خدمت خداوندی فراغت سے
کریں اور طلب رزق میں لگ کر عبادت سے غافل نہو جاویں سو فرمایا مَآ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ
یعنی میں اُنسے یہ نہیں چاہتا کہ اپنے کو رزق دیں کیونکہ میں اپنی کفایت وکفالت سے اس میں کافی
ہوچکا ہوں وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ۝ یعنی میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ لوگ مجھے کھلائیں کیونکہ
میں قوی ہوں صمد ہوں جسکو کھانے کی حاجت نہیں اسیواسطے اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ
هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ۝ یعنی چونکہ میں اُنکا رزق دینے والا ہوں اسلیئے یہ نہیں چاہتا کہ وہ
اپنے لیئے سامان رزق کریں اور چونکہ میں قوت والا ہوں اسلیئے یہ نہیں چاہتا کہ وہ مجھے کھلائیں کیونکہ جسکی
ذاتی قوت ہوگی وہ کھلائی جانیسے غنی ہوگا پس یہ آیت اس مضمون پر مشتمل ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی رزق کا کفیل ہے
خود فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ اور ایمان دار پر یہ بات لازم ٹھیرادی کہ رزق رسانی میں اسکو یگانہ
سمجھیں اور اسکا شمہ بھی مخلوق کی طرف منسوب کریں اور اسباب و اکتساب کی جانب مستند نہ کریں اور راوی کہتے ہیں
کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت جسکی رات کو بارش ہوچکی تھی فرمانے لگے تمکو کچھ خبر ہے کہ تمہارے پروردگار
نے کیا فرمایا ہے ہمنے عرض کیا یا رسول اللہ ہمکو تو خبر نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ آج صبح کو میرے
بندوں میں سے بعضے مومن ہوئے بعضے کافر سو جسنے کہا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے ہمپر بارش ہوئی
وہ شخص تو مجھپر ایمان لایا اور ستارے کیساتھ انکار کیا اور جسنے کہا چاند کی فلاں منزل یا فلاں ستارے
کی وجہ سے ہمپر بارش ہوئی اُسنے میرے ساتھ کفر کیا اور ستارے پر ایمان لایا انتہی اس حدیث میں اہل ایمان
کو بڑا فائدہ اور اہل یقین کو بڑی بینائی اور اللہ تعالیٰ کیساتھ ادب کی تعلیم ہے اور امید ہے کہ یہ حدیث
مومن کو علم نجوم اور اُنکی تاثیرات کے قائل ہونے سے روکنے کے لیئے کافی ہے اور جاننا چاہیئے کہ قضائے
الٰہی تیرے مقدمے میں مقدر ہے کہ ضرور اُسکو نافذ فرمائیگا اور اُسکا حکم مقرر ہے کہ اُسکو ظاہر فرماویگا پھر
علام الغیوب کے علم کی جستجو کرنے سے کیا فائدہ ہے حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بندوں کے احوال جستجو کرنیسے

بیان مقصود وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

منع کیا ہو اور فرمایا ہے لَا تَجَسَّسُوْا تو غیب خداوندی کو جستجو کرنا ہمکو کیسے زیبا ہے کسی نے خوب کہا ہے

میری جانب سے نجومی کو کہو — حکم کوکب کو نہیں ہیں مانتا
جو خدا چاہے وہی ہوگا ضرور — بالیقیں اِس امر کو ہوں جانتا

فائدہ جاننا چاہیئے کہ صیغہ رزّاق کا فعّال کے وزن پر آنا مبالغہ معنی رزق کو مقتضی ہے سو رزّاق زیادہ بلیغ ہے رازق سے کیونکہ فعّال مبالغے میں فاعل سے زیادہ بلیغ ہے سو ممکن ہے کہ یہ مبالغہ اسوجہ سے ہو کہ جنکو رزق دیا جاتا ہے اُنکی تعداد بہت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود چونکہ رزق بھی بہت ہے اسلیئے مبالغہ ہوا اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں امر مقصود ہوں **دوسرا فائدہ جو علم بیان سے متعلق ہے** جاننا چاہیئے کہ جس مضمون سے ثنا مقصود ہو اُسپر صفت کی دلالت فعل کی دلالت سے زیادہ بلیغ ہوتی ہے سو تیرا یہ کہنا کہ زَیْدٌ مُحْسِنٌ اس سے زیادہ بلیغ ہے کہ زَیْدٌ یُحْسِنُ یا قَدْ اَحْسَنَ وجہ اسکی یہ ہے کہ صفت تو ثبوت اور استقرار پر دلالت کرتی ہے اور فعل اپنی اصل وضع میں تجدد اور انقراض کے لیئے ہے اسی جہت سے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ کہنا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَرْزُقُ سے زیادہ بلیغ ہے اور اگر اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَرْزُقُ فرماتے تو صرف اثبات رزّاقیت کو مفید ہوتا حصر حاصل نہوتا جب اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ کہا تو اُسنے انحصار کا بھی فائدہ دیا تو جب اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ کہا تو گویا یوں کہا کہ لَا رَازِقَ اِلَّا اللّٰہُ یعنے کوئی رازق نہیں سوائے اللہ کے دوسری آیت رزق کے باب میں یہ ہے اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ یعنے اللہ ایسا ہے جسنے تمکو پیدا کیا پھر تمکو روزی دی پھر تمکو وفات دیگا پھر تمکو جلائیگا یہ آیت دو فائدوں کو متضمن ہے **پہلا فائدہ** یہ کہ خلق و رزق دونوں ساتھ ساتھ ہیں یعنی جیسا تمنے اللہ کی خالقیت کو تسلیم کر لیا خود دعوی خالقیت نہیں کرتے اسیطرح رازقیت بھی تسلیم کر لو اور رزّاقی کے مدعی مت ہو یعنی اللہ تعالے جیسا تخلیق و ایجاد میں یگانہ ہے ایسا ہی رزّاقی اور مدد پہونچانے میں یکتا ہے اسلیئے دونوں کو ساتھ ذکر کیا تاکہ بندوں پر حجّت قائم ہو اور اُن کو اس سے ممانعت ہو کہ اُسکے رزق کو دوسرے کی طرف سے سمجہیں اور اُسکے احسان کو مخلوق کی طرف سے خیال کریں اور اللہ تعالی جیسا بلا واسطہ و بلا اسباب خالق ہے اسیطرح بیواسطہ بیسبب رازق بھی ہے **دوسرا فائدہ** یہ کہ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ میں اللہ تعالی نے یہ بات بتلا دی کہ رزق کا قصہ گذر چکا اور اُسکی بات پختہ ہو چکی

اب قضا کسی وقت اُسمیں کوئی نئی بات نہیں کرتی اور زمانے کے آنے پر اُسکے آنے کا انتظار نہیں البتہ اُسکا ظہور تازہ ہوتا ہے نہ کہ ثبوت اور رزق کا لفظ دو قسم کے رزق پر بولا جاتا ہے ایک وہ جو ازل میں مقدّر ہوچکا دوسرا وہ جو بندے کے موجود ہونے کے بعد ظاہر ہونا شروع ہوا اور اِس آیت میں دونوں معنوں کا احتمال ہے پس اگر مراد وہ رزق ہے جو مقدّر ہوچکا اسوقت ثم محض ترتیب ذکری کے لیئے ہے **ف** اور ترتیب وقوع کے لئے نہیں ورنہ لازم آویگا کہ بعد پیدا کرنے کے رزق مقدّر فرمایا حالانکہ تقدیر یہ سابق ہی ایجاد سے **ت** اور اگر مراد اِس سے وہ رزق ہے جو بعد وجود ظاہر کیا گیا سو یہ آگاہ کرنا ہے تاکہ عبرت حاصل ہو **ف** یعنی تخلیق کے بعد جو رزق دیا جاتا ہے وہ تو ظاہر ہی ہے پھر تبلا دینے سے کیا فائدہ جواب یہ کہ اہل غفلت کو آگاہ کرنا مقصود ہے **ت** اور مقصود اِس آیت سے جسکے لیئے یہ بیان کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے لیئے الوہیت کا ثابت کرنا ہے گویا یوں کہا جاتا ہے کہ اے غیر اللہ کے پرستش کرنیوالو اللہ تعالیٰ ایسا ہے جسنے تمکو پیدا کیا پھر روزی پونہچائی پھر تمکو موت دیگا پھر تمکو جلائیگا۔ آیا یہ وصاف غیر اللہ میں پاتے ہو یا کسی مخلوق میں ان اوصاف کا ہونا ممکن ہی سو جو ذات اِن اوصاف میں یگانہ ہے اُسی کی الوہیت کا اقرار کرنا چاہیئے اور اُسی کو ربوبیت میں واحد سمجھنا چاہیئے اسیواسطے اسکے بعد فرمایا هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ یعنے آیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو اِن کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے پاک ہے وہ اور برتر ہے اُس چیز سے کہ شریک لاتے ہیں تیسری آیت رزق کے مقدمے میں یہ ہے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ۝ یعنی حکم کرو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو نماز کا اور اُسپر قائم رہو ہم تمسے روزی نہیں مانگتے ہم تمکو خود روزی دینگے اور نیک انجام تقویٰ کا ہے اور اِس آیت میں چند فوائد ہیں پہلا فائدہ جاننا چاہیئے کہ اگرچہ مخاطب اس آیت کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر اسکا حکم اور وعدہ آپ کی اُمت کے ساتھ بھی متعلق ہے پس ہر بندے کو یہی کہا جاتا ہی وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ۝ جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب جاننا چاہیئے کہ لے بندے اللہ تعالیٰ نے تجکو یہ فرمایا ہے

وامر اہلک بالصلوٰۃ

فائدہ اول

کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر کیونکہ جیسا اسباب دنیاوی سے انکے ساتھ سلوک کرنا اور انکی حاجت کا خیال رکھنا تجھپر واجب ہے اسیطرح یہ سلوک کرنا بھی تجھپر واجب ہے کہ انکو طاعت الٰہی کی طرف لاوے اور اسکی نافرمانی سے بچاوے اور جیسا تیری گھر والے دنیوی سلوک کے مستحق ہیں اسیطرح سلوک اخروی کے بھی مستحق ہیں دوسرے یہ وہ لوگ تیری رعیّت ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیتہ یعنی تم میں ہر شخص حاکم ہے اور ہر ایک سے اسکی رعیّت کا حال پوچھا جاویگا اور دوسری جگہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ یعنے اپنے قرابت والے کنبے کو ڈراؤ جیسا یہاں فرمایا وَاۡمُرۡ اَهۡلَکَ بِالصَّلٰوةِ **دوسرا فائدہ** دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں اول یہ فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو پھر حکم کیا کہ تم بھی دوام کرو تاکہ یہ بات جتلادو کہ یہ آیت خاص اسی مضمون کے لیئے بیان کی گئی ہے کہ گھر والوں کو نماز پڑھاؤ اور دوسرا مضمون تبعاً ضمناً آگیا ہے اگرچہ بذاتِ خود وہ بھی مقصود ہو لیکن چونکہ بندہ یقیناً جانتا ہے کہ مجھکو تو نماز کا حکم ہے ہی اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اپنے بندوں کو ایسے امر سے آگاہ فرماوے جسکا مہمل چھوڑ دینا ممکن ہے **ف** یعنی گھر والونکو نماز پڑھوانا **ت** اسلیئے اپنے رسول ﷺ کو حکم فرمایا تاکہ دوسرے لوگ بھی سنیں اور پیروی کریں پھر اسکی طرف دوڑیں اور اسکی بجاآوری پر دوام کریں **تنبیہ** جاننا چاہیئے کہ تجھپر واجب ہے کہ اپنے گھر والونکو نماز کا حکم کرے جیسے بیوی لونڈی بیٹی اور انکے سوائے جو اپنے متعلق ہوں اور نماز چھوڑنے پر انکو مارنا بھی جائز ہے اور اللہ کے پاس تیرا یہ عذر مقبول نہیں کہ میں نے تو کہا تھا مگر انھوں نے سنا ہی نہیں اگر گھر والونکو یقین ہوجاوے کہ تجھپر انکا نماز چھوڑنا اسقدر شاق ہے جیسے کھانا بگڑجانا یا کسی ضروری کام کا رہ جانا تو ہرگز نماز نہ چھوڑیں مگر انکو تو عادت ہوگئی ہے کہ تو انسے اپنے حظوظ نفسانیہ میں مطالبہ کرتا ہے اور اللہ کے حقوق کا مطالبہ نہیں کرتا اسیواسطے وہ لوگ ان حقوق کی رعایت نہیں رکھتے اور جو شخص خود نماز کا پابند ہو اور اسکے گھر والے نماز نہ پڑھتے ہوں اور وہ انکو تاکید بھی نہ کرتا ہو تو قیامت کے روز ان ہی لوگونکی جماعت میں اٹھے گا جو نماز کو ضائع کرنیوالے تھے اور اگر کوئی کہے کہ میں نے تو ان سے کہا تھا مگر انھوں نے نہیں کیا اور انکو نصیحت کی تھی مگر انھوں نے نہیں مانا اور مار پیٹ کی بھی سزا دی مگر وہ کسیطرح سے سیدھے ہی نہیں ہوتے اب میں کیا کروں جواب یہ ہے کہ تجھکو چاہیئے کہ جسکی مفارقت طلاق وغیرہ سے ممکن ہے اُس سے مفارقت کر اور جس سے مفارقت ممکن نہیں اُس سے اعراض کر اور اللہ کیلیئے انسے

ف اس تدبیر کو تدبیر محمود کہتے ہیں اور جو تدبیر آخرت کے لیئے ہو وہ محمود ہے ۱۲ ملفوظات شریف

بولنا چھوڑ دے کیونکہ اللہ کے لیئے کسی سے جدا ہونا اللہ سے وصل کرنا ہی تیسرا **فائدہ** یہ جو فرمایا کہ
وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا یعنی نماز پر صبر کرو اور قائم رہو اسمیں اشارہ ہی کہ نماز میں نفس کو کسیقدر تکلیف ہوتی
ہے جو نفس پر شاق ہی کیونکہ نمازیں لوگوں کے لذات و اشغال کے وقت میں آتی ہیں اور تقاضا کرتی ہیں
کہ سب کو چھوڑ کر اللہ کے روبرو کھڑا ہو اور غیر اللہ سے بالکل فارغ ہو جاؤ دیکھو صبح کی نماز کیسے نیند کے مزدار
وقت میں آتی ہے اور اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اپنے حظوظ اور حقوق کیلئے اور اپنی مراد میری مراد کیلئے
چھوڑ دے اسیواسطے صبح کی اذان میں خاص کرکے دو بار یہ پڑھا گیا اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ رہی ظہر کی
نماز وہ بھی قیلولے کے اور محنت اور مشقت سے رجوع کرنے کے وقت آتی ہی رہی عصر کی نماز وہ بھی ایسے وقت
آتی ہے کہ لوگ اپنی تجارتوں اور پیشوں میں غرقاب ہوتے ہیں اور اسباب دنیوی پر متوجہ ہوتے ہیں
رہی مغرب کی نماز وہ بھی کھانا کھانے کے اور اپنے بدن کی اصلاح و اہتمام کے وقت آتی ہی رہ گئی
عشا کی نماز وہ بھی ایسے وقت میں آتی ہے کہ دن بھر کا تکان ہوتا ہے اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا اور فرمایا حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ یعنے جو کسی کرو سب نمازوں کی
اور خصوصًا نماز عصر کی اور فرمایا اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا ۝ یعنی نماز
اہل ایمان پر لکھی ہوئی اور وقت مقرر کی ہوئی ہے اور فرمایا اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ یعنی نماز قائم کرو اور دلیل
اسکی کہ نماز کے اہتمام رکھنے میں تکلیف عبودیت ہے اور اسکا اہتمام خلاف مقتضائے بشریت ہی یہ
ارشاد خداوندی بس ہے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝
یعنی سہارا چاہو صبر اور نماز کا۔ نماز بیشک بھاری ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر پس صبر اور نماز کو
ایک ساتھ لانا اشارہ ہی کہ نماز میں کئی طرح کے صبر کی حاجت ہے ایک صبر کرنا اسکی پابندی وقات پر دوسرے
بجا آوری واجبات و سنن پر تیسرے دفع غفلت کے اسباب پر اسیواسطے اسکے بعد یوں فرمایا وَاِنَّهَا
لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ سو نماز کو علیحدہ کرکے بیان کیا اور صبر کو جدا بیان نہیں کیا کیونکہ اگر
صبر کا ذکر ہوتا تو یوں فرماتے وَاِنَّهُ لَكَبِيْرٌ کیونکہ صلوٰۃ مونث ہے اور صبر مذکر ہے پس اوپر
کے بیان سے معلوم ہوا کہ صبر اور صلوٰۃ دونوں باہم لازم و ملزوم ہیں گویا دونوں ایک ہی چیز ہیں
جیسے دوسری آیت میں ہی وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ یعنے اللہ اور رسول کا راضی رکھنا
زیادہ لائق ہے اور فرمایا وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اوقات مخصوصہ وقت نماز

لہ انها لکبیرۃ علی الامارۃ دون الخاشعین ای المطمئنۃ بطوعہ شریف ۱۲

یعنے جو لوگ جمع کر کے رکھتے ہیں سونا چاندی اور صرف نہیں کرتے اُسکو اللہ کی راہ میں اور فرمایا
وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَنِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا یعنے جب دیکھتے ہیں وہ لوگ تجارت یا کھیل کو چلے جاتے
ہیں اُسکی طرف پس اچھی طرح سمجھ لو ف مقصود ان سب مثالوں سے یہ ہے کہ جیسے ان آیتوں میں دو دو
چیزوں کا ذکر فرماکر ضمیر مفرد کی لائے اور مقصود دونوں چیزیں ہیں مگر تلازم کی وجہ سے ضمیر واحد پر
اکتفا کیا مثلاً یُرْضُوْهُ کی ضمیر میں اللہ اور رسول دونوں مقصود ہیں لَا يُنْفِقُوْنَهَا کی ضمیر میں ذہب و فضہ دونوں
مقصود ہیں انْفَضُّوْا اِلَيْهَا کی ضمیر میں لہو و تجارت دونوں مقصود ہیں اسیطرح آیت ما فیہ البحث میں بھی اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ
ضمیر مفرد کی لائے جو بوجہ تانیث کے صلوٰۃ کی طرف راجع ہے مگر مقصود صبر و صلوٰۃ دونوں ہیں باہم ان دونوں کا تلازم
موجب اکتفائے ضمیر واحد ہوگیا فافہم ف اور نماز کی بڑی شان ہے اور اللہ کے نزدیک اسکی بڑی
قدر ہے اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ یعنی بیشک
نماز باز رکھتی ہے بیحیائی اور بُری بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ سب
اعمال میں افضل عمل کون ہے آپنے فرمایا نماز پڑھنا اپنے وقت پر اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندے کو سب سے زیادہ
قرب خداوندی سجدے میں میسر ہوتا ہے اور ہمنے غور کر کے دیکھا تو نماز میں اتنی عبادتیں جمع ہیں
کہ دوسرے عمل میں نہیں مثلاً پاک ہونا خاموش رہنا کلام وغیرہ سے قبلے کی سمت رخ کرنا تکبیر کیساتھ شروع
کرنا قرآن پڑھنا کھڑا ہونا جھکنا سجدہ کرنا رکوع و سجود میں اللہ کی پاکی بیان کرنا سجدے میں دعا کرنا اور
بہت سی عبادتیں ہیں پس نماز متعدد عبادتوں کا مجموعہ ہے کیونکہ صرف ذکر کرنا ایک مستقل عبادت ہے
صرف قرآن پڑھنا ایک عبادت ہے اسیطرح تسبیح و دعا و رکوع و سجود و قیام انمیں ہر عمل جداگانہ عبادت
ہے اور اگر اندیشہ تطویل کا نہوتا تو نماز کے اسرار و انوار میں ہم تفصیلی گفتگو کرتے اس مقام پر اتنی ہی جھلک
کافی ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ چوتھا فائدہ فرمایا اللہ تعالی نے لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ
یعنی ہم تُمسے یہ نہیں سوال کرتے کہ تم اپنے کو یا اپنے گھر والوں کو رزق دو اور ہم تمکو یہ حکم کیسے کریں اور
یہ تکلیف کسطرح دیں کہ تم اپنے کو رزق دو حالانکہ تمکو اسکی قدرت نہیں اور ہماری شان کب لائق ہے کہ تمکو
خدمت کرنے کو کہیں اور تمہاری روزی کا سرانجام نہ کریں گویا جب خدائے تعالی نے جانا کہ لوگونکو رزق
طلب کرنا دوام طاعت میں خلل انداز ہوگا اور یہ فکر فراغ طاعت سے مانع ہوگی اسلیئے اپنے رسول کو

۵۱ یہ تین حدیثیں ہیں اول مسلم نے روایت کیا ہے افضل قال الصلوٰۃ لوقتہا ثانی قال صلی اللہ علیہ وسلم المصلی یناجی ربہ ثالث قال صلی اللہ علیہ وسلم اقرب ما یکون العبد من ربہ فی السجود ۱۲ تنویر

۵۲ کوئی دوم کسی بزرگ سے بیعت ہوا انھوں نے پابندی جماعت کا تہدید اکثر اوقات عین گرمی مجالس نشاط پر اذان ہوتی وہ چھوڑ چھاڑ اُٹھ جاتا آخر وہ خود ہی اور دوسرے لوگ بھی اس سے تنگ ہو گئے سب دوستوں نے اُسکا اسطرح چھوڑ دیا ۱۲ ملفوظ شریف

۵۳ جیسے سجدہ میں قرب شہود ہوتا ہے اسوقت دعا کیجاتی ہے ۱۲ ملفوظ شریف

خطاب فرمایا تاکہ اور لوگ سنیں پس فرمایا وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ ج یعنی تم ہماری خدمت بجالاؤ ہم اپنی روزی کا تمہارے لیے سرانجام کریں اور یہ دو چیزیں ہیں ایک چیز کا تو اللہ کفیل ہوگیا ہے اُس سے بدگمانی مت کر یعنی رزق دوسری چیز تجھ سے طلب کی ہے اُسکو مت چھوڑ یعنی عبادت پس جو شخص اللہ کے ذمّے کی ہوئی چیز کی تحصیل میں لگ کر اُسکی طلب کی ہوئی چیز کو چھوڑ بیٹھا یعنی رزق کے پیچھے عبادت چھوڑ دی اُسکی بڑی جہالت اور بہت غفلت ہے اور جگانے سے بھی نہیں جاگتا بلکہ بندے کو سزاوار ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے طلب کیا اُسمیں لگ جاوے اور جسکی اُسنے خود ذمّے داری کرلی ہے اُس سے بیفکر رہے حق سبحانہٗ وتعالےٰ جب منکرین کو رزق دیتا ہے تو مومنین کو کیسے نہ دیگا اور اہل کفر پر جب رزق جاری کر رکھا ہے تو اہل ایمان پر کیسے جاری نہ فرماویگا پس اے بندے تجھکو معلوم ہوگیا کہ دُنیا کا تو ذمّہ ہوگیا اسقدر کہ تیری کجی کو سیدھا کرے یعنی بقدر کفایت اور آخرت کی تجھسے طلب ہے یعنی آخرت کے لیے عمل کرنا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی یعنی توشہ لو بیشک اچھا توشہ تقویٰ ہے پس تیری عقل بصیرت کسطرح ثابت ہو حالانکہ تجھکو مضمون کے اہتمام نے مطلوب کے اہتمام سے غافل کر رکھا ہے یہانتک کہ کسی بزرگ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دُنیا کی کفالت کی اور آخرت کو طلب فرمایا کاش آخرت کی کفالت فرمالیتے اور دُنیا طلب کرتے اور نَحْنُ نَرْزُقُكَ صیغہ مضارع سے اسلیے لائے تاکہ استمرار و دوام پر دلالت کرے کیونکہ اَنَا اُکْرِمُكَ صیغہ مضارع کے ساتھ اور اَکْرَمْتُكَ ماضی کے ساتھ برابر نہیں کیونکہ اَنَا اُکْرِمُكَ کے معنی تو یہ ہیں کہ بار بار اکرام ہوتا ہے اور اَنَا اَکْرَمْتُكَ ماضی سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ ماضی میں اکرام ہوچکا تکرار و دوام پر دلالت نہیں پس نَحْنُ نَرْزُقُكَ کے یہ معنی ہوئے کہ ہم بار بار ہمیشہ رزق دیتے رہتے ہیں اپنی منّت تمسے معطّل نہیں کرتے اپنی نعمت تم سے منقطع نہیں کرتے اور جیسا ہمنے بندوں پر ایجاد سے احسان کیا اسیطرح دوام امداد کا سرانجام کیا اسکے بعد فرمایا وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی یعنی انجام کی بھلائی تقوے کے لیے ہے گویا یوں ارشاد ہوتا ہے کہ ہمکو معلوم ہے کہ جب تم اسباب دُنیا سے مُنھ موڑ کر اور اُسکے اشغال کو چھوڑ کر ہماری خدمت میں لگے رہوگے اور ہماری طاعت کی طرف متوجہ رہوگے تو تمہارا رزق امیروں کا سا اور تمہارا عیش فراغت والوں کا سا نہ ہوگا

لیکن اس حالت پر صبر کیجیو کیونکہ عاقبت کی خوبی اہل تقویٰ ہی کے لیئے ہے جیسا اِس آیت سے اول فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ہ یعنے اپنی آنکھیں مت بڑھا وُاس چیز کی طرف کہ فائدہ دیا ہمنے اُس سے کفار کی جماعتوں کو وہ رونق ہے زندگی دُنیا کی تاکہ ہم اُسمیں اُنکو فتنے میں ڈالیں اور روزی تیرے پروردگار کی اچھی ہے اور زیادہ باقی رہنے والی اگر کوئی اعتراض کرے کہ تقوے کے ساتھ عاقبت ہی کو کیوں مخصوص فرمایا کیونکہ اہل تقویٰ کو تو حسن عاقبت کیساتھ دُنیا میں بھی مزے کا عیش ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً یعنے جو شخص نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت مگر مومن ہو زندگی دینگے ہم اُسکو اچھی زندگی جواب سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ بندونسے انکی عقل کے موافق خطاب فرماتا ہے گویا یہ معنی ہوئے کہ اے بندو اگر تمکو یہ خیال ہے کہ اہل غفلت و عدوان کے لیئے دُنیا ہے تو اہل تقویٰ کے لیئے عقبیٰ ہے وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ پس لوگوں سے اُنکی عقل و فہم کے موافق خطاب فرمایا جیسا آیا ہے اللہ اکبر اگرچہ کوئی اُسکے سوا بڑائی نہیں رکھتا جو اِس کہنے کی ضرورت ہو کہ اللہ اکبر یعنی اللہ سب سے بڑا ہے لیکن چونکہ نفوس آثار قدرت کی بڑائی مشاہدہ کر رہے ہیں جیسا خود فرمایا لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ہ یعنے البتہ پیدایش آسمانوں اور زمین کی بہت بڑی ہے پیدایش سے آدمیونکی لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے پس گویا یوں کہا گیا کہ اگر تم کو کسی شے میں خواہ مخواہ بڑی نظر ہی آتی ہے تو اللہ اُس سے بھی بڑا ہے اور ہر بڑے سے بڑا ہے جیسے آیا ہے اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ یعنی نماز زیادہ بہتر ہے سونے سے بجائے اسکے اگر یوں کہا جاتا کہ سونے میں بالکل بہتری نہیں تو نفوس یوں کہتے کہ ہم تو اُسکی لذت اور راحت دیکھ چکے ہیں اسلیئے اُنکے علم کو تسلیم کرکے کہا گیا کہ جسکی طرف ہم تم کو بلاتے ہیں یہ اُس سے زیادہ بہتر ہے جس سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں یعنی نماز سونے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ جس سونے کی طرف تم مائل ہو رہے ہو وہ بے بقا ہی اور جسکی طرف بُلا رہے ہیں وہ ایسا معاملہ ہے جسکی جزا ہمیشہ باقی رہے گی کبھی فنا نہو گی اور اللہ کے پاس کی چیزیں زیادہ بہتر ہیں اور زیادہ باقی رہنے والی ہیں **فائدہ جلیلہ** جاننا چاہیئے

ف یہ مضمون ہے آیت کا وما عند اللہ خیر و ابقیٰ ۱۲ مترجم

کہ جنکو اللہ کی طرف کی سمجھ ہے انکو اس آیت نے یہ بتلا دیا کہ اللہ کے رزق کو کیونکر ڈھونڈھیں سو
جب انپر اسباب معیشت تنگ ہونگے وہ زیادہ خدمت و اطاعت کرینگے وجہ یہ ہے کہ اس آیت نے یہ بات
انکو بتلائی ہے تم خیال نہیں کرتے اللہ تعالی یوں فرماتا ہے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ
عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ سو وعدہ رزق کا دو امر کے بعد فرمایا ایک گھر والونکو نماز
پڑھوانا دوسرے خود اسکی پابندی کرنا ان دونوں امر کے بعد فرمایا نَحْنُ نَرْزُقُكَ پس اہل معرفت
سمجھ گئے کہ جب روزی کی راہیں بند ہوں دروازہ رزق کو اسطرح کھلوانا شروع کریں رزاق سے
معاملہ اچھا رکھیں یہ نہیں جیسے اندھے غافلوں کی عادت ہی کہ جب اسباب دنیا تنگ ہوا انھوں نے
اور زیادہ مشقت شروع کی اور غفلت والے دل اور بھولی ہوئی عقل سے اور بھی بنا پر پڑگئے اور
اہل معرفت ایسا معاملہ کیوں نہ کرتے جب اللہ کا حکم سن چکے کہ فرماتا ہی وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا
یعنی گھر والو میں انکے دروازوں سے داخل ہو انکو یقین ہوا کہ رزق کا دروازہ رزق دینے والے کی طاعت
ہے پھر نافرمانی سے رزق کیسے طلب کیا جائے اور اسکی مخالفت سے کیونکر باران فضل کی درخواست
کیجائے حالانکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کی نعمتیں اسکو ناراض کرکے نہیں ملتیں یعنی
بدون اطاعت روزی نہیں مانگی جاتی اور اللہ تعالی نے اس مضمون کو ایک جگہ واضح فرمادیا وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ
يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ یعنی جو اللہ سے ڈرتا ہی اللہ اسکے لئے کوئی
راہ نکال دیتا ہے اور ایسی جگہ سے اسکو روزی دیتا ہے کہ اسکا گمان بھی نہ تھا اور فرمایا اللہ تعالی نے
لَوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَّآءً غَدَقًا یعنی اگر وہ لوگ سیدھی راہ پر مستقیم رہتے
تو ہم انکو فراغت کا پانی دیتے اور بہت سی آیتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہی کہ تقوی دونوں رزق کی کنجی
ہے دنیا کے رزق کی بھی اور آخرت کے رزق کی بھی جیسے فرمایا وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا
لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيْلَ
وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ یعنی اگر اہل کتاب ایمان
لاتے اور تقوی اختیار کرتے تو ہم انکی برائیاں دور کردیتے اور انکو نعمت کی بہشتوں میں داخل کرتے
اور اگر وہ لوگ قائم رکھتے توراۃ کو اور انجیل کو اور اس کتاب کو جو اتاری گئی ہی انکی طرف انکے رب کی طرف
سے یعنی قرآن تو البتہ کھاتے وہ اپنے اوپر اور نیچے سے یعنی اوپر سے تو بارش ہوتی اور نیچے سے پیداوار اسی طرح سے بچا

و تعالی نے اُسکو ظاہر کر دیا کہ اگر وہ لوگ توریت اور انجیل کو قائم رکھتے یعنی اُنکے احکام پر عمل کرتے تو
اوپر نیچے سے اُنکو کھانے کو ملتا یعنی ہم اُنپر روزی کو فراخ کرتے اور ہمیشہ اُنپر خرچ کرتے رہتے مگر اُنہوں نے تو جو
ہم چاہتے تھے وہ نہیں کیا اسلیئے ہمنے بھی جو وہ چاہتے تھے نہیں کیا یعنی اُنھوں نے طاعت کی اور ہمنے وسعت کی
چوتھی آیت مقدمہ رزق میں یہ ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا
وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ٥ یعنی نہیں کوئی جاندار زمین پر چلنے والا مگر اللہ کے ذمہ ہے
اُسکی روزی اور جانتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکے قرار کی جگہ اور سپردگی کی جگہ سب موجود ہے کھلی کتاب میں
اس آیت نے حق تعالیٰ کا کفیلِ[۵] رزق ہونا صاف تبلا دیا اور تمامی وسوسوں اور خطروں کو اہلِ ایمان
کے قلوب سے مٹا دیا اگر کبھی خطرات آنا چاہتے ہیں تو لشکر ایمان اور توکل کے اُنپر حملہ کرکے بھگا دیتے
ہیں جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ
یعنے بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں حق کو باطل پر وہ اُسکا بھیجا نکالدیتا ہے پس یکایک جاتا رہتا ہے پس
لینے اس ارشاد سے کہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا اپنے بندوں کی کفالت
فرمائی تاکہ صفت مودت کے ساتھ اُنکی معرفت ہو اگرچہ یہ اُسکے ذمے واجب نہیں بلکہ اپنی ذات پر
بطور کرم و احسان کے لازم ٹھہرالیا پھر یہ اِس کفالت کو عام فرما دیا گویا معنی آیت کے یہ ہوئے
کہ لے شخص میری کفالت اور رزاقی کچھ تیرے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ زمین پر جتنے جاندار ہیں سب کا
ذمے دار اور روزی رساں ہوں اِس سے میری کفالت کی وسعت و استغنائے ربوبیت و احاطہ
قدرت کو قیاس کرلے اور میرے کفیل ہونے پر وثوق کر اور مجھ کو کارساز سمجھ سو ہر گاہ تو میری تدبیر
و رعایت و کفالت کو اور حیوانات کیلئے دیکھتا ہے سو تو تو اشرف الانواع ہو اور زیادہ مستحق
ہے کہ میری کفالت پر وثوق کرے اور میرے فضل پر نظر رکھے دیکھو اللہ تعالیٰ نے کسطرح فرمایا ہے
وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ یعنی ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی دوسرے حیوانات پر اسطرح کہ اُنکو اپنی
خدمت کے لئے حکم کیا اور اپنی بہشت میں داخل کرنے کا وعدہ فرمایا اور اپنی درگاہ میں بلایا اور
انسان کا مکرم ہونا بہ نسبت دوسری مخلوقات کے یوں واضح ہوتا ہے کہ تمام مخلوق اُسکے لیئے پیدا
ہوئی اور یہ درگاہ خداوندی کیلئے پیدا ہوا میں نے شیخ ابو العباس رح سے سنا ہے کہ کہتے تھے
کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لے ابن آدم میں نے تمام اشیاء کو تیرے لئے پیدا کیا اور تجھکو اپنے لیئے

یہ رزق مضمون کہلاتا ہے اور دوسرا رزق لہ[؟] موعود ہے تیسرا مبسوط چوتھا معلوم ۱۲ ملفوظات شریفہ

۵ لے بالمعرفۃ والفضل ۱۲ ملفوظات شریفہ

پیدا کیا سو اپنی مملوک میں لگ کر مالک کو مت بھول اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے
وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ یعنی زمین کو مخلوق کے لیئے پیدا کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَسَخَّرَ
لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ یعنی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ
آسمانوں میں ہے اور زمین میں سب کو اپنی طرف سے اور میں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہی
فرماتے تھے کہ تمام کائنات تیرے غلام ہیں کہ انکو تیرے کام میں لگا رکھا ہی اور تو غلام درگاہ ہی
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ
بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا یعنی اللہ
ایسا ہے جسنے پیدا کیئے سات آسمان اور زمین سے بھی اتنی ہی نازل ہوتا ہی حکم ان سب میں تاکہ
تم جانو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ نے گھیر لیا ہی ہر چیز کو علم سی سو اللہ تعالیٰ
نے یہ بیان کر دیا کہ تمام آسمان و زمین اسی لیے پیدا ہوئے ہیں کہ تجکو علم حاصل ہو جب تجکو معلوم ہو گیا
کہ تمام کائنات تیرے ہی لیئے پیدا ہوئے ہیں خواہ برتنے کو یا نظر و فکر کرنے کو کہ یہ بھی ایک نفع ہی تو اب
یہ جاننا ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو تیری خاطر پیدا کیا ہے جب انکو رزق دیتا ہی تو تجکو
کیسے نہ دیگا تم نے یہ آیت نہیں سنی وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝ یعنی تمہارے
لیئے پیدا کیا میوہ اور گھاس تمہارے فائدے کو اور تمہارے چارپایوں کے فائدے کو اور جملہ
يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا کفیل ہونے کی تاکید ہے یعنی کسی جاندار کا مقام اور حال اُسپر
مخفی نہیں بلکہ سب جانتا ہے اور ہر ایک کے پاس اُسکا حصہ پہونچاتا ہے **پانچویں آیت**
مقدمہ رزق میں یہ ہے وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ
لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝ یعنی آسمان میں ہے تمہارا رزق اور جس چیز کا تمسے وعدہ ہے پس
قسم ہے پروردگار آسمان و زمین کی کہ یہ بات سچی ہے جیسے تم بول رہے ہو اور یہ وہ آیت ہی جسنے
شکوک کو اہل ایمان کے قلوب سے دہو ڈالا اور اُنکے قلوب میں انوار الیقین کو روشن کر دیا پس اُن
قلوب پر اصل مقصود کے علاوہ بہت سے زائد مضامین وارد کیئے چونکہ اُسمیں فوائد تھی کیونکہ یہ آیت اتنی
چیزوں کو شامل ہے ذکر رزق محل رزق قسم کھانا اسپر تشبیہ دینا ایسے امر سے جسمیں ذرا خفا نہیں اب ہمکو
چاہیئے کہ سب فوائد ایک ایک کرکے بیان کریں **پہلا فائدہ** جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو چونکہ

۱۲ ہی فی السماء بحکم الصوری او ہی فی السماء بحکم المعنوی از المعنوی من الحقائق والمعارف ۱۲ ملفوظ شریف ؕ ؕ ؕ

فوائد آیۃ و فی السماء رزقکم الآیۃ

فائدہ اول

معلوم ہے کہ نفس کو مقدمہ رزق میں بڑا اضطراب ہوتا ہے اسلیئے بار بار اُسکا ذکر فرمایا چونکہ اُسکے عوارض قلوب پر بار بار وارد ہوتے ہیں جیسے جب معلوم ہو کہ شبہ جانب مقابل کے دلمیں بہت جما ہوا ہے دلیل کو بار بار بیان کیا جاتا ہے جسطرح اللہ تعالی نے قیامت کے حق ہونے پر متعدد آیتوں میں استدلال فرمایا چونکہ ملحدین اسمیں بہت اضطراب کرتے ہیں اور اسکو مستبعد سمجھتے ہیں کہ جب آدمی کے جوڑ علیحدہ ہو گئے اُسکی ترکیب مضمحل ہو گئی اور مٹی ہو گیا یا درندوں اور کیڑے مکوڑوں نے کھا لیا پھر وہ زندہ ہوا اسلیئے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بہت سے دلائل بیان کیئے ایک اُنمیں سے یہ آیت ہے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ یعنی بیان کی انسان نے ہمارے لیئے کہاوت اور بھول گیا اپنی پیدائش کو کہتا ہے کون جلاویگا ہڈیوں کو جب وہ گل گئی ہوں لے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیدو کہ اُنکو وہی جلاویگا جسنے پہلی بار پیدا کیا اور دوسری بیت میں فرمایا وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ یعنی دوبارہ پیدا کرنا تو اللہ کو اور بھی آسان ہے اور فرمایا اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى یعنے جسنے زمین کو زندہ کیا وہی مُردوں کو زندہ کریگا ایسا ہی جب اللہ تعالی کو معلوم ہوا کہ مقدمہ رزق میں نفس کا اضطراب بہت بڑھا ہوا ہے اسلیئے اسکی دلیل کو کئی آیتوں میں مؤکد فرمایا بعض آیتیں تو گذر چکیں اور بعض ہمنے ذکر نہیں کیں چونکہ اللہ تعالی کو یہ بات لوگونکے نفسونکی معلوم تھی کبھی یوں فرمایا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ کبھی یوں فرمایا اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ کبھی یوں فرمایا نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ کبھی یوں فرمایا اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ یعنے بھلا جو تمکو روزی دیتا ہے اگر اپنی روزی بند کرے تو تم کیا کرلو اور اس مقام پر فرمایا وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ تاکہ رزق کا مقام معلوم ہو جاوے پھر قلوب کو تسکین ہو جاوے اور مقام مبہم رکھنے کے ساتھ جو ذمہ داری ہے وہ اُس مرتبہ کی نہیں جو مقام بیان کر دینے کے ساتھ ہے گویا یوں ارشاد ہے کہ ہمپر واجب تو نہیں کہ تمہارے رزق کا مقام بیان کر دیں بلکہ تمہارا رزق ہمارے پاس ہے جب اُسکا وقت آئیگا تمہارے پاس پہونچاوینگے اور ہمارے ذمے اُسکا بیان کرنا ضرور نہیں مگر پھر بھی اپنے لطف و رحمت و فضل و منت سے مقام رزق کا بیان فرما دیا تاکہ بھروسا زیادہ ہو اور شک بالکل دفع ہو جاوے اور اسمیں ایک

حاشیہ: [1] وجہ الاضطراب ما قال اللہ تعالی الشیطان یعدکم الفقر ۱۲ ملفوظات شریف

اور بھی فائدہ ہو وہ یہ کہ مقام جو بیان کر دیا اسمیں طالب کی توجہ مخلوق سے بالکل اُٹھ گئی اور یہ کہ بجز بادشاہ حقیقی کے کسی سے طلب نکریں کیونکہ جب تیرے قلب میں کسی مخلوق کی طرف سے طمع آئی یا کسی سبب پر حوالہ آیا تبھی ارشاد ہوا وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ہ یعنی اے روزی ڈھونڈھنے والے زمین میں مخلوق سے کہ جو خود ضعیف عاجز ہے تیرا رزق اُس کے پاس نہیں وہ تو میرے پاس ہے اور میں حکومت والا قدرت والا ہوں اسیوجہ سے کسی اعرابی نے جو یہ آیت سُنی تو اپنی اونٹنی ذبح کر ڈالی اور سب چھوڑ چھاڑ کر اللہ کی طرف بھاگا اور کہتا تھا سبحان اللہ میرا رزق تو آسمان میں ہے اور میں اُسکو زمین میں ڈھونڈھتا ہوں سو خیال کر تجھپر اللہ کی مہر ہو کہ وہ اللہ کی بات کو کیسے سمجھا کہ مقصود اللہ تعالیٰ کا یہی ہو کہ اپنے بندوں کی ہمتیں اپنی طرف متوجہ کرے اور اُنکی رغبت اُسی چیز میں ہو جو خدا کے پاس ہے جیسا دوسری آیت میں فرمایا وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ہ یعنے کوئی ایسی چیز نہیں جو ہمارے یہاں ڈھیر کے ڈھیر نہ ہوں اور ہم ایک معین اندازے سے زیادہ نازل نہیں کرتے یہ بھی اسی لیئے فرمادیا تاکہ ہمتیں اُس کے دروازے کی طرف بڑھیں اور تاکہ قلوب اُسکی درگاہ کی طرف جھکیں سو خدا کی تجھپر عنایت ہو آسمان والا بلندی والا ہے زمین والا پستی والا مت ہو اسیواسطے کسی نے کہا ہے ؎ جب تجھے پانی ندے دستِ لئیم ٭ رکھ قناعت سے شکم کو تو بھرا ہو اگرچہ جسم تیرا خاک پر ٭ رہ مگر ہمت سے بالائے سما ٭ جان دینا سہل ہی لیکن ہی سخت ٭ آبرو کھو کر کے کرنا التجا ٭ اور میں نے اپنے شیخ ابوالعباس سے سُنا ہو فرماتے تھے کہ واللہ میں نے کسی بات میں عزت نہ دیکھی مگر اسمیں مخلوق سے امید اُٹھائی جاوے اور اِس مقام پر اللہ کا ارشاد یاد کر وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اللہ ہی کی ہی عزت اور رسول کی اور مومنین کی پس اللہ تعالیٰ نے جو عزت مومن کو دی ہو اُس سے اُسنے اپنا قصد مولیٰ کی طرف متوجہ کر دیا اور اللہ پر وثوق کیا نہ اور کسی پر اور اللہ سے شرم کر کہ اُسنے تجھکو خلعت ایمان پہنایا اور زینتِ معرفت سے آرایش دی اِسکے بعد بھی تجھپر غفلت و نسیان غالب ہے کہ مخلوق کی طرف راغب ہے اور غیر اللہ سے جود و احسان کا طالب ہے اسیواسطے کسی نے کہا ہے ؎ مجھے اُسنے حکمِ حقائق دیا ٭ کرم مجھپہ خالق نے کیا کیا کیا ٭ کیا مُطّلع مجکو ملکوت پر ٭ میں اسپر بھی اوروں سے مانگوں گا کیا ٭ اگر تجکو نفس غافل کہے کہ اپنی حاجت مخلوق کی طرف لیجا سو تو اُسکی طرف لیجا

جسکی طرف وہ مخلوق بھی اپنی حاجت لیجاتی ہے اور نفس کو یہ بات بڑی سہل ہو کہ تو اُسکی خواہش
پورا کرنے کے لیئے اپنے ایمان کی بیقدری کرے اور اُسکی آرزو حاصل کرنے کے لیئے اپنی کو خوار کرے
جیسا کسی نے کہا ہے ۵ نفس نے بس اپنی عزت کے لیئے ؛ میری ذلت کو گوارا کر لیا ؛ کہنا ہو یحیی
بن اکثم سے تو مانگ ؛ مین کہا کر رب یحیی سے دُعا ؛ اور مومن کے لیئے یہ امر نہایت زشت ہے کہ باوجود
یقین وحدانیت اور یگانگی ربوبیت اللہ تعالیٰ کے پھر اورون کے روبرو اپنی حاجت پیش کرے حالانکہ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد سن رہا ہے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ج یعنی کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں
اور یہ امر یون تو ہر شخص سے زشت ہے مگر مومن سے ہو تو زشت تر ہے اور اس ارشاد خداوندی کو یاد کرنا
چاہیئے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط یعنی اے ایمان والو پورا کرو عہدوں کو اور جو
عہد تو نے اللہ تعالیٰ سے کیئے ہین اُنمین سے ایک یہ بھی ہو کہ اپنی حوائج اور کسی سے پیش نکریگا اور اُسی پر توکل
کریگا اور یہ عہد اُس اقرار ربوبیت سے لازم آتا ہے جو یوم میثاق میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں
ہوا تھا یہ کیسی بات ہے کہ وہاں تو اُسکی معرفت اور توحید حاصل تھی یہان آکر بھلا دیا حالانکہ اسکے احسانات
تجھ پر پیاپے ہو رہے ہیں اور اُسکے فضل و منت نے تجھکو گھیر رکھا ہو جیسا کسی نے کہا ہے ۵ دل میں
میرے گھر تمہارا ہو گیا ؛ اب نہ لیلیٰ اور نہ شیریں کی ہی جا ؛ آپ کو جانا تھا میں میثاق میں ؛ کیا بڑھاپے
مین تمہیں دونگا بھلا ؛ اور خلق سے ہمت کو بلند رکھنا ہی فقر کی میزان اور مردونکی پہچان ہو اور جیسے اجسام
کا وزن کیا جاتا ہے ایسے ہی احوال و صفات کا بھی وزن کیا جاتا ہو فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ
بِالْقِسْطِ یعنی وزن کو عدل کے ساتھ قائم رکھو تاکہ سچا اپنی راستی سے اور مدعی اپنی آمیزش سے ظاہر ہو جاوے
اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اُس حالت پر نچھوڑیگا جسمین اب ہو یہانتک کہ گندی کو پاک سے الگ کر دے
اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی حکمت و منت سے مدعی فقیروں کو اسطرح جانچا کہ جو کچھ اُنکے اندر حب دُنیا
وشہوت پوشیدہ تھی اُسکو ظاہر کر دیا پھر انھوں نے اپنے کو دُنیا داروں کے روبرو بے قدر کر دیا اُن سے
بے تکلفی کرتے ہیں اُن سے نرمی کرتے ہیں اُنکی خواہشوں پر اُنکی موافقت کرتے ہیں اُنکے دروازے پر دھکے
کھاتے ہوئے جاتے ہیں بعضوں کو تو دیکھے گا کہ دُلھن کی طرح بناؤ سنگار کرتے ہیں ظاہر کی اصلاح میں بھنس رہے
ہیں باطن کی اصلاح سے غافل ہیں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اُن لوگو نپر ایک دھبہ لگا دیا جس سے اُن کا
عیب ظاہر ہو گیا اور سب اتراتیر اکھل گیا سو اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ سچا کرتے ہین تو اُنکی نسبت کہلاتا عبد اللہ یعنی

---

۵ ۱ ایسواسطے بزرگوں نے اُخرم سوء الظن کو حق نفس میں فرمایا ہی ۱۲ ملفوظ شریف ۱۲

۵ ۲ یہ مضمون ہی آیت کا ما کان اللّٰہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب ۱۲ مترجم

یعنی خدا کا بندہ اور اللہ والا اب ناراستی کے وبال میں اس نسبت سے نکلکر یوں کہا جاتا ہے شیخ الامیر یعنی فلاں امیر کا شیخ اور اُستاد ف وہ دُھبہ یہ ہی ہے کہ پہلے خدا کی طرف نسبت ہوتی اب امیر کی طرف ہونے لگی ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا ت یہ لوگ اللہ پر جھوٹ بولنے والے ہیں لوگوں کو اولیاء اللہ کی صحبت سے روکنے والے ہیں کیونکہ عوام لوگ جو انکی حالت دیکھتے ہیں وہ سب اللہ والوں کو اسی پر قیاس کر لیتے ہیں خواہ سچا ہو یا جھوٹا سو یہ مدعی لوگ اہل تحقیق کی آڑ ہیں اور آفتاب توفیق کے بادل ہیں ف یعنی جیسا آڑ اور بادل میں اشیاء و انوار چھپ جاتے ہیں اسیطرح اچھے لوگ ان جھوٹوں میں چھپ جاتے ہیں ت یہ لوگ اُنکے نقاشے بجا رہے ہیں اور اُنکے نشان کھڑے کھڑے ہیں اور انکی زرہیں پہن رکھی ہیں ف مطلب یہ کہ انکی سی وضع بنائے ہوئے ہیں ت جب حملہ ہوگا الٹے پاؤں بھاگینگے ف یعنی امتحان کے وقت جھوٹے نکلیں گے ت زبانیں دعوے میں چلتی ہیں دل تقوے سے بالکل خالی ہیں کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ صادقین سے اُنکے صدق کی تحقیق کریگا کیا تو سمجھ سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ صادقین سے پوچھے گا ان مدعیوں کو بے پوچھے چھوڑ دیگا کیا انھوں نے یہ ارشاد نہیں سنا وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان منافقوں سے کہدو کہ تم اپنے کام کیے جاؤ اللہ تعالیٰ تمھارے عمل دیکھ رہا ہے اور پیغمبر اور اہل ایمان بھی دیکھ رہے ہیں اور قریب ہے کہ لوٹائے جاؤ گے طرف جاننے والے چھپے اور کھلے کے پھر تمکو خبر دیگا اُس چیز کی جو تم کرتے تھے پس یہ لوگ وضع تو سچے لوگوں کی ظاہر کرتے ہیں اور عمل اعراض والوں کا سا ہے جیسا کہا گیا ہے ؎

خیمے تو ایسے ہیں جیسے اُن کے تھے	عورتیں اُن عورتوں کے ہیں سوا
میں قسم کھاتا ہوں ذاتِ پاک کی	لوگ کرتے حج ہیں جس کے بیت کا
آگیا جب کوئی خیمہ بھی نظر	سامنے ہوکر کھڑا روتا رہا

پس تجکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ اپنی ہمت مخلوق سے بلند رکھنا یہ اہل طریقت کی زینت و اہل حقیقت کی علامت ہے اور اس مضمون میں ہمارے اشعار ہیں ؎

وہ لگی کرنے جو شکوہ دھر کا — پھیر کر رُخ اُس سے میں نے یوں کہا
شکوہ کیوں کرتی ہو ایسے دھر کا — جس سے مطلق ہو نہ اُمیدِ وفا
مجکو گمنامی سے کیا نقصان ہے — بدر کو کیا ہو چھپا یا ہو کھلا
کیوں نہ لوگوں سے بچاؤں آبرو — کیوں نہ دیکھیں ٹھاٹھ شاہانہ مرا
کیوں کروں ظاہر میں اُنسے اپنا فقر — سب کے سب عاجز ہیں جب پیشِ قضا
مانگوں کیوں مخلوق سے خالق کا رزق — گر کروں اب تو ہے پوری جفا
ہے بڑی کم ہمتی عاجز سے گر — دوسرا عاجز کرے شکوہ گلا
مانگ رزق اللہ سے جس کا کرم — ہے تمامی خلق کو شامل ہوا
التجا کر اُس سے پائے گا مراد — اُسکے دروازے سے مت ہو تو جدا

دوسرا فائدہ یہ جو فرمایا وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ اسکے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک معنی تو یہ ہو سکتے ہیں کہ رزق سے مراد اثبات رزق ہو یعنی لوح محفوظ میں تمھارا رزق ثبت کر دیا ہو اگر یہ مراد ہے تو اسمیں لوگوں کو مطمئن کر دینا ہو اور اُن کو جتلا دینا ہے کہ تمہارا رزق یعنی جس چیز سے تمکو رزق دیا جاویگا ہم اپنے پاس لکھ چکے ہیں اور اپنی کتاب میں ثبت کر چکے ہیں اور اپنی آیات میں اُسکو تمہارے ہونے سے پہلے مقدر کر چکے ہیں اور تمہارے ظہور سے پہلے معیّن کر چکے ہیں پھر تم کسلیئے مضطرب ہوتے ہو اور تمکو کیا ہوا کہ میری طرف قرار نہیں پکڑتے اور میرے وعدے پر وثوق نہیں کرتے دوسرے معنی یہ ہو سکتی ہیں کہ رزق سے مراد سبب رزق ہو یعنی پانی جیسا اللہ تعالی نے فرمایا ہو وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ہ یعنی ہمنے سب زندہ چیزیں پانی سے بنائی ہیں کیا اُنکو یقین نہیں ابن عباسؓ نے اسیطرح تفسیر کی ہو کہ رزق سے مراد بارش ہے اس صورت میں رِزْقُکُمْ کے یہ معنی ہونگے کہ جو چیز تمہارے رزق کی اصل ہو دوسرے یہ کہ خود پانی بھی رزق ہے **تیسرا فائدہ** یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت سے مقصود حق سبحانہ وتعالی کا لوگوں کو عاجز کرنا ہو اُس دعوے سے کہ ہمکو اسباب پر قدرت ہے وجہ یہ کہ اگر اللہ تعالی بارش کو زمین پر نازل ہونے سے روک لے تو تمام سبب اونکے سب بیکار رہو جائیں خواہ کھیتی والا ہو یا تاجر ہو یا درزی یا منشی یا اور کوئی پیشے کا ہو **ف** کیونکہ سب صنعتوں میں بواسطہ یا بلاواسطہ پانی کی حاجت ہے **ت** پس گویا یوں ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارے اسباب تمکو رزق نہیں

پوہنچاتے بلکہ میں رزق دینے والا ہوں اور اسباب میسر کرنا میرے قبضے میں ہے کیونکہ جس چیز کی بدولت تمھارے اسباب درست ہوتے ہیں اور صنعتیں کامل ہوتی ہیں اُس چیز کو میں نازل کرتا ہوں یعنی پانی **چوتھا فائدہ** رزق کو مَا تُوْعَدُوْنَ کے ساتھ لانے میں بڑا فائدہ ہے وجہ یہ کہ مومنین کو چونکہ یقین ہے کہ اللہ نے جو کچھ وعدہ کیا ہے وہ ضرور ہوتا ہے اور یہ لوگ اُسکے جلدی یا دیر میں ہونے پر قدرت نہیں رکھتے نہ اُسکی تحصیل کی کوئی تدبیر انکے پاس ہے پس گویا یوں ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے تمکو اس امر میں شک نہیں کہ ہمارے وعدہ کی ہوئی چیز ہماری پاس ہے اسیطرح اسمیں بھی تمکو شک نہ ہونا چاہیئے کہ تمھارا رزق بھی ہمارے پاس ہے اور جسطرح تم ہمارے وعدے کے جلدی حاصل کرنے سے قبل وقت عاجز ہو اسیطرح تم اس سے بھی عاجز ہو کہ جس رزق کو ہماری ربوبیت والوہیت نے ایک خاص وقت پر مقرر کیا ہے تم اُسکو جلدی حاصل کر سکو **پانچواں فائدہ** اللہ تعالیٰ نے جو قسم کھائی ہے فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ہ اسمیں لوگوں پر بڑی بھاری حجت ہے کہ ایسے سچے وعدے والا جو ایسا وعدہ بھی کبھی خلاف نہیں کرتا وہ لوگوں کے واسطے اُس چیز پر قسم کھاتا ہے جسکا انکے لئے ذمہ لیا ہے چونکہ اُسکو علم ہے کہ نفس میں کیسا شک و اضطراب ہے اسی لئے فرشتوں نے جب یہ آیت سُنی کہنے لگے یہ آدمی برباد ہو جاویں جنھوں نے اپنے ربّ جلیل کو غضبناک کر دیا یہانتک کہ قسم کھائی کسی نے یہ آیت سُنکر کہا سبحان اللہ کس شخص نے ایسے کریم کو قسم کی ضرورت دلوائی اور جس شخص کی نسبت تمکو یقین ہوتا ہے کہ یہ میرے وعدے پر وثوق کرے گا اُسکے سامنے تجھ کو قسم کھانے کی حاجت نہو گی اور جب یہ معلوم ہو کہ اس شخص کو میرے وعدے میں بے اطمینانی ہے اُسکے سامنے قسم کھاؤ گے پس اس آیت نے بہتوں کو خوش کیا اور بہتوں کو شرمندہ کیا ہے وہ لوگ جنکو خوش کیا وہ تو وہ لوگ ہیں جو پہلے مقام میں ہیں کیونکہ اس قسم سے اُنکا اور ایمان بڑھ گیا اور یقین پکا ہو گیا وسوسہ شیطانی اور شکوک نفسانی میں اُنھوں نے اس سے مدد لی رہے وہ لوگ جن کو اس آیت نے شرمندہ کیا اُنکو خیال ہوا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ہماری بے اطمینانی اور اضطراب دیکھکر ہمکو قائم مقام اہل شک کے ٹھیرا کر قسم کھائی اس خیال نے اُنکو اللہ سے شرمندہ کر دیا اور یہ خجالت مقتضائی فہم ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شئے بعضوں کے لئے باعث مسرت

ہوتی ہو بعضوں کے لیئے باعثِ حزن وخجالت علیٰ کسی کی فہم ہو اور جیسے واردات الہامی ہوں دیکھ
جب یہ آیت نازل ہوئی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ
الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط یعنی آج کامل کر دیا میں نے تمھارے لیئے دین تمھارا اور پوری کردی میں نے
تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمھارے لیئے اسلام کو دین تو تمام صحابہ رضؓ خوش ہوئے اور ابوبکر
رضی اللہ عنہ مغموم ہوئے کیونکہ وہ اس آیت سے خبر وفات پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سمجھے اور
رونے لگے اور اسی مقام سے ماخوذ ہے کہ کوئی چیز جب کامل ہو جاتی ہے اُسپر اندیشہ ہوتا ہو کہ یہ
نقصان کی طرف رجوع کرے جیسا کسی نے کہا ہو ؎ جب کمال آیا ہوا نقصان قریب ٭ بس ہوا
زائل جوں ہی کامل ہوا ٭ گر تو ہو انعام میں رکھ اُسکا پاس ٭ معصیت کی تونے اور زائل ہوا ٭ اور
ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جانا کہ جب تک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ اسوقت تک کسی قسم کا نقصان
ہو نہیں سکتا ف یعنی خبر کمال سے اندیشہ نقصان ہوا اور نقصان حیات میں ہو نہیں سکتا۔ اس سے
خبر وفات سمجھے ت اور دوسرے صحابہ رضؓ بظاہر بشارت پر خوش ہوئے۔ اور جہاں تک ابوبکر رضؓ پہونچے
تھے۔ وہاں تک نہ پہونچے اس سے ظاہر ہو گیا بھید اس حدیث کا کہ ابوبکر تم سے روزہ نماز میں نہیں
بڑھے بلکہ اُنکے دلمیں ایک چیز بیٹھ گئی ہو پس جس چیز سے انکو اوروں پر سبقت تھی وہی اسکی موجب ہوئی کہ
ایسی بات سمجھے جو کسی کی سمجھ میں نہ آئی اور اسی کے مثل یہ آیت ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ ہ یعنی اللہ نے
مول لے لیا مومنین سے اُنکی جانوں کو اور انکے مالوں کو اس معاوضہ میں کہ انکے لیئے جنت ہو لڑتے ہیں وہ اللہ
کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیئے جاتے ہیں اور میں نے شیخ ابو محمد مرجانی رحمہ اللہ سے سنا ہو کہ
فرماتے تھے کہ ایک قوم نے جو اس آیت کو سنا تو اس معاملے سے بہت خوش ہوئے اور خوشی سے انکے چہرے
گورے ہو گئے کہ حق تعالے نے انکو اس لائق کیا کہ انسے خریداری فرمائی اور انکا بڑا مرتبہ ٹھیرایا کہ انکو خریداری
کے لیئے پسند کیا اور نیز بھاری قیمت اور بڑی اُجرت سے خوش ہوئے اور ایک قوم نے جو سنا تو انکے چہرے شرمندگی
سے زرد ہو گئے کہ انسے ایسی چیز خریدی کہ جسکا خود ہی مالک ہو سو اگر اللہ تعالی کو انکی مالکیت کا پوشیدہ دعوی
معلوم نہوتا تو یوں نفرماتے کہ اللہ نے مول لے لیا پس جن لوگوں کے چہرے خوشی سے سفید ہو گئے انکو دو باغ
ملیں گے جسمیں چاندی کے برتن ہونگے اور سب چیزیں بھی چاندی کی ہونگی اور جنکے چہرے شرمندگی سے

زرد ہوگئے انگور و باغ ملیں گے جنمیں سونے کے برتن ہونگے اور سب چیزیں بھی سونے کی ہونگی ختم ہوا
کلام شیخ کا **ف** وجہ مناسبت ظاہر ہے کیونکہ چاندی سفید ہوتی ہے اور سونا زرد **ت ۹** اگر اہل ایمان
میں کچھ بقیہ منازعت کا ہوتا تو انپر یہ خرید و فروخت واقع ہوتی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی
کے بعد مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا اور مِنَ الْاَنْبِیَآءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ نہیں فرمایا اسیواسطے شیخ ابو الحسن
نے فرمایا کہ نفس تین قسم کے ہیں ایک وہ جسکی خریداری نہیں کیجاتی بوجہ بیقدر ہونے کے دوسرا وہ جسکی
خریداری ہوتی ہے بوجہ ذی قدر ہونے کے تیسرا وہ جسپر خریداری واقع نہیں ہوتی بوجہ آزاد ہونیکے
قسم اول کافرین کا نفس ہے کہ بوجہ بیقدر ہونیکے خریدا نہیں جاتا قسم دوم اہل ایمان کا نفس ہے کہ
بوجہ ذی قدر ہونیکے اسکی خریداری ہوئی قسم سوم انبیاء و مرسلین کا نفس ہے کہ بوجہ آزاد ہونیکے انپر خریداری
نہیں واقع ہوئی **چھٹا فائدہ** اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی ربوبیت کی قسم کھائی جو کہ آسمان و زمین کی
کفیل ہے اور کسی اسم کی قسم نہیں کھائی وجہ یہ کہ ایسی ربوبیت جو آسمان و زمین کی کفالت کیئے ہوئے ہے
اسپر وثوق کرنے میں کسی ایماندار کو شک نہیں ہو سکتا اور اسکی شان ہی ہے کہ اتنے بڑے عالم کی کفالت
کرتی ہے اور جب تجکو اس عالم سے نسبت کر کے دیکھیں تو بالکل ایک ناچیز اور بے بود معلوم ہوتا ہے سو
رب کہنا افادہ وثوق میں زیادہ بلیغ ہے بہ نسبت دوسرے اسماء سمیع و علیم و رحمٰن وغیرہ کے خوب سمجھ لو
ساتواں فائدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ اور حق ضد باطل کی
ہے اور باطل کہتے ہیں اُس معدوم کو جسکا بالکل ثبوت نہو اور رزق حق ہے جیسا رزق دینے والا حق ہے
اور رزق میں شک کرنا گویا رازق میں شک کرنا ہے یہانتک ایک شخص کی حکایت ہے کہ قبروں میں سے
کفن چورایا کرتا تھا پھر توبہ کر لی اُسنے ایک عارف سے کہا کہ میں نے ایک ہزار قبریں اد دھیڑی ہیں مگر
میں نے سب مردوں کے منہ قبلے سے پھرے ہوئے پائے اُس عارف نے کہا کہ بدگمانی رزق نے انکے منہ کو
قبلے سے پھیر دیا **ف** یعنی چونکہ رزاق پر بدگمانی کرتے کہ دیگا یا نہیں دوسرے اسباب کی طرف رُخ
توجہ کرتے تھے اُسکی سزا میں یہ رُخ ظاہری بیت اللہ سے پھر گیا **ت آٹھواں فائدہ** فرمایا
اللہ تعالیٰ نے مِثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ اس سے اثبات رزق میں تاکید ہو گئی اور اُسکی حقیقت کو ذہن
میں جما دیا اور یہ بات بتلا دی کہ کسی صاحب ایمان اور اہل ایقان کو اسمیں شک و تردد نہونا چاہیئے اور
اسکا ثبوت دلکی آنکھوں کے سامنے ایسا ہے جیسے ظاہری گویائی ان آنکھوں سے معلوم ہوتی ہے اسلیئے

فائدہ ششم

فائدہ ہفتم

فائدہ ہشتم

معنی کو صورت کی طرف نقل کر دیا اور غیبت کو شہادت سے تشبیہ دی اور مقدمۂ رزق میں لوگوں کا شک قطع کر دیا یعنے جیسا تم باتیں کرتے ہو اور اسمیں شک نہیں کرتے کیونکہ معائنہ سے معلوم ہوتا ہے ایسے ہی تم لوگ مقدمۂ رزق میں شک مت کرو کیونکہ نور ایمان سے اسکا ثبوت ہو رہا ہے سو خیال کرو اللہ کی تجھپر مہر ہو کہ اللہ تعالے نے رزق کے قصے میں کس قدر اہتمام فرمایا اور بار بار اسکا ذکر کیا اور اسکے مقامات تبلائے اسکی نظیر اور مثال محسوسات سے لائے جسمیں دیکھنے والے کو ذرا بھی شک نہیں اور صفت ربوبیت کی قسم کھائی جو آسمان زمین کو محیط ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک میں بھی اسکا ذکر مکرر آیا ہے ارشاد فرمایا ہے اِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوعِي اَنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ یعنے جبرئیل ؑ نے میرے قلب میں یہ بات پھونکدی کہ کوئی جان نہیں مریگی یہاں تک کہ اپنا رزق پورا کرے سو اللہ سے ڈرو اور رزق کو طریق جمیل سے ڈھونڈو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا یعنے تم کو اگر اللہ پر پورا بھروسا ہوتا جیسا ہونا چاہیے تو تم کو اس طرح رزق دیتا جیسا پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے آشیانوں سے آتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر جاتے ہیں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طَالِبُ الْعِلْمِ تَكَفَّلَ اللّٰهُ بِرِزْقِهٖ یعنے طالب علم کے رزق کا اللہ کفیل ہے اور بہت حدیثیں ہیں جو اس بارے میں آئی ہیں **فائدہ** جاننا چاہیئے کہ سبب کا ہونا مقدمۂ رزق میں توکل علی اللہ کے خلاف نہیں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمادیا کیونکہ آپنے یوں فرمایا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ سو طلب کو مباح فرمایا پس گویا یوں ارشاد ہوا کہ جب طلب کرو تو طریق جمیل سے طلب کرو یعنی طلب میں اللہ کے ساتھ تفویض رکھو سو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوہ طلب کو مباح فرمادیا اور طلب منجملہ اسباب ہے اور یہ حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ آدمی جو کھاتا ہے اسمیں بڑی حلال وہ چیز ہے جو اپنے ہاتھ سے کمائے اور بہت حدیثیں ہیں جو اسباب کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں بلکہ اسباب پر ترغیب اور استحسان معلوم ہوتا ہے اور اسباب میں بہت فائدے ہیں پہلا **فائدہ** یہ ہے کہ اللہ تعالی کو لوگوں کے قلوب کا ضعیف ہونا اور مشاہدۂ قسمت سے قاصر ہونا اور سچے بھروسے سے عاجز ہونا معلوم ہے اس لیئے اسباب کو انکے لیئے مباح کر دیا تاکہ انکے دلونکو سہارا رہے اور انکے نفس ثابت رہیں سو یہ اللہ کا

اُنپر احسان ہے **دوسرا فائدہ** یہ ہے کہ اسباب میں آبرو ذلتِ سوال سے اور رونقِ ایمان زوال سے محفوظ رہتی ہے جسکا اندیشہ خلقت سے طلب کرتے ہیں ہو سو تجھکو اللہ تعالیٰ اسباب سے جو عطا فرماتا ہے اسمیں کسی مخلوق کی منت نہیں کیونکہ کوئی یوں احسان نہیں کہتا کہ میں نے تجھسے فلاں چیز خریدلی یا کسی کام پر تجھکو نوکر رکھا کیونکہ اُسنے اپنے حظ نفس میں سعی کی ہے اور اپنی ذات کو نفع پہنچانے کا قصد کیا ہے پس سبب سے بے منت حاصل ہوگیا **تیسرا فائدہ** یہ کہ لوگونکو اسباب میں لگا دینے سے گناہ اور بافراغت مخالفت کرنے سے بچا دیا دیکھو عید وغیرہ میں جب اسباب معطل ہوجاتے ہیں یعنی کوئی کام نہیں رہتا تو غافلین کیسے فرصت میں اللہ کی مخالفت کر دیتے اور اُسکی نافرمانی میں غرقاب ہوجاتے ہیں سو اُنکو کام میں لگا دینا اللہ کی بڑی رحمت ہے **چوتھا فائدہ** یہ ہے کہ اسباب کے سرانجام دینے میں تارکین دُنیا پر رحمت ہے اور طالبان طاعت اور فارغین عبادت پر اللہ کا بڑا احسان ہے اگر اہلِ اسباب سرانجام اسباب نہ کرتے تو خلوت والے کو خلوت اور مجاہدہ والے کو مجاہدہ کیسے بن آیا پس حق سبحانہ وتعالیٰ نے اسباب کو اُن لوگوں کی خدمت کے لیے مقرر کر دیا جو اُسکی طرف متوجہ ہیں اور ادھر رخ کیے ہوئے ہیں **پانچواں فائدہ** یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اہل ایمان آپس میں مل جل کر رہیں چنانچہ فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ سو اسباب تعارف باہمی کا باعث اور محبت باہمی کا موجب ہوگئی اور اسباب کا انکار وہی کریگا جو جاہل ہے یا جو شخص کہ اللہ سے غافل ہے اور اسکو یہ خبر نہیں پہونچی کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو خدا کی طرف بلایا تو اسباب چھوڑ دینے کا اُنکو حکم کیا بلکہ اُنکو ایسے اسباب پر قائم رکھا جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور ہدایت کی طرف انکو بلایا اور قرآن و حدیث دونوں ثبوت اسباب سے پر ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎ دیکھو مریم کو ہوا حکم خدا نخل بن کو تو ہلا اور کھا رطب ؛ چاہتا گر شاخ کر دیتا قریب ؛ ہے مگر عالم میں ہر شئی کا سبب ؛ اس شاعر نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ہ یعنی مریم علیہا السلام کو حکم ہوا کہ ہلا اپنی طرف کو شاخ کھجور کی جھڑیگی تجھپر تر و تازہ چھوارے چنے ہوئے ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی لڑائی میں دو زرہیں اوپر تلے پہنیں اور نیز آپ نے ککڑی کو کھجور کے ساتھ کھایا اور فرمایا یہ اسکی دافع ضرر ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پرندونکی نسبت ارشاد فرمایا کہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹ آتے ہیں

فائدہ دوم

فائدہ سوم

فائدہ چہارم

فائدہ پنجم

اس میں بھی اسباب کا ثبوت ہوتا ہے کیونکہ صبح وشام کی آمد ورفت بھی ایک سبب ہے کہ پرندوں کے حق
میں قائم کیا گیا یہ ایسا ہے جیسا آدمی صبح وشام اپنے پیشوں کی طرف جاتے ہیں اور قول فیصل اس مقدمے
میں یہ ہے کہ اسباب کا وجود تو ضرور ہونا چاہیئے مگر انپر نظر نہونا چاہیئے پس اسباب کو ثابت کر چونکہ اللہ نے
اپنی حکمت سے انکو ثابت کیا ہے مگر اسکا سہارا نکر چونکہ اسکی حدیث کا یقین رکھتا ہے اگر کوئی سوال کرے
ف معانی اجمال فی الطلب
کہ حدیث میں جو آیا ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ سو اس اجمال سے کیا مراد ہے تو جواب جاننا چاہیئے کہ اجمال
فی الطلب کے بہت سے معنی ہو سکتے ہیں ہمکو اللہ نے جسقدر کھولا ہے وہ ہم تجکو بتلاتے ہیں سو جان تو اللہ کی تجھپر عنایت
ہو کہ روزی ڈھونڈھنے والے دو قسم کے ہیں ایک تو وہ شخص ہے جو اسمیں غرق ہو کر اور تمامی ہمت کو اسمیں
ف قسم اول
متوجہ کر کے اسکو طلب کرتا ہے اسمیں تو ضرور اسکا رخ اللہ سے پھر جاتا ہے کیونکہ ہمت جب ایک طرف متوجہ
ہو گی تو دوسری جانب سے ہٹ جاویگی شیخ ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلب ایک طرف متوجہ
ہوتا ہے جس طرف پھیرو گے دوسری طرف سے پھر جاویگا اور حق سبحانہٗ تعالیٰ فرماتا ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ
مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کے جوف میں دو دل نہیں بنائے یعنی ایک
وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اسکا باعث ضعف بشریت ہے کہ دو طرف توجہ ممکن نہیں پس
انسان جب کبھی دو طرف متوجہ ہو گا ایک جہت میں ضرور خلل واقع ہو گا اور تمام جہات کا ایک وقت میں
سرانجام کرنا اس طرح کہ کسی میں خلل واقع نہو یہ اللہ ہی کی شان ہے اسیواسطے ارشاد فرمایا ہے
وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ یعنی وہی ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین
میں بھی معبود ہے اس سے یہ بات بتلا دی کہ وہ اہل آسمان کی طرف بھی متوجہ ہے اور اہل زمین کیطرف
بھی اہل آسمان کی طرف متوجہ ہونا اہل زمین کے حال پر توجہ فرمانے سے مانع نہیں اور اہل زمین کیطرف
متوجہ ہونا اہل آسمان کے حال پر توجہ فرمانے سے مانع نہیں اور اسی طرح کوئی چیز کسی چیز سے اسکو غافل
نہیں کرتی اسیوجہ سے آلہ کے لفظ کو اس آیت میں مکرر لائے اور اگر اس لفظ کو مکرر نہ لاتے تو یہ فائدہ
لفظ سے حاصل نہوتا ہاں اللہ تعالیٰ کی صفات کا مقتضا تو یہ ہی ہے اس سے واضح ہو گیا کہ جو شخص رزق کو
ف معنی اجمال دوم
اس طرح ڈھونڈھے کہ اسپر اوندھا ہو کر اللہ سے غافل ہو جاوے وہ شخص طلب میں اجمال نہیں کرتا اور
جو ایسا نہو وہ اجمال کرتا ہے دوسرے معنی اجمال کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے روزی طلب کرے اور کوئی مقدار
اور سبب اور وقت مقرر نکرے پس حق تعالیٰ اسکو جو چاہے اور جسطرح چاہے جسوقت چاہے روزی دے

اور یہ ادب طلب ہے اور جو شخص روزی طلب کرے اور یا مقدار یا سبب یا وقت معین کرے وہ
اللہ تعالیٰ پر حکومت جتلاتا ہے اور غفلت نے اسکے قلب کو گھیر لیا ہے کسی کی حکایت ہے یوں کہا کرتا تھا
کہ میں چاہتا ہوں کہ ان اسباب کو چھوڑ دوں، اور مجکو دو روٹی روزانہ کہیں سے ملجایا کریں مقصود یہ تھا
کہ کلفت اسباب سے راحت ملے ف دیکھو مقدار جو معین کی اسکا وبال آتا ہے وہ شخص کہتا ہے کہ
میں اتفاقاً قید ہوگیا اور مجکو قید خانے میں ہر روز دو روٹیاں ملا کرتیں اسی حالت میں ایک زمانہ دراز
گذر گیا یہاں تک کہ تنگدل ہونے لگا ایک روز کچھ سوچ رہا تھا کہ مجھسے کہا گیا کہ تو نے ہمسے دو روٹیاں
روز مانگی تھیں اور عافیت نہیں مانگی تھی سو جو تو نے مانگا وہ ہمنے تجکو دیا میں نے استغفار کیا اور رجوع
الی اللہ کیا یکایک کوئی شخص دروازہ قید خانہ کا کھٹکاتا ہے پس میں چھوٹ کر باہر نکلا سوائے ایمان والے
اس قصے سے ادب حاصل کر اور یہ مت طلب کر کہ ایک امر سے نکالکر دوسرے امر میں تجکو داخل کیا جاوے
بشرطیکہ تو جس حالت میں ہے وہ شریعت کے موافق ہو کہ اس طرح طلب کرنا اللہ تعالیٰ کیساتھ بے ادبی ہے
پس صبر اختیار کر کہیں ایسا نہو کہ تو از خود کسی امر سے نکلنا چاہے اور تیرا مطلوب تجکو ملجاوے مگر راحت
نصیب نہو کیونکہ بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ ایک سبب کو چھوڑ کر دوسرے سبب میں داخل ہوئے
تاکہ ثروت و راحت ملے اور وہ اور تعب میں پڑ گئے اور آسانی کے عوض سختی بڑھگئی اس سزا میں اپنے
لیئے یہ صورت تجویز کی تھی اور ہماری ایک دوسری کتاب میں یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر تجکو اسباب
میں رکھے اسوقت تجرید طلب کرنا شہوت خفیہ ہے اور اگر تجھکو تجرید میں رکھے اسوقت اسباب طلب کرنا
خلاف ہمت علیہ ہے پس خوب سمجھ لے اللہ کی تجھپر مہر ہو کہ اس دشمن کی یعنے شیطان کی یہ حالت ہے
کہ جس کام میں تو لگا ہوا اسی راہ سے تیرے پاس آتا ہے اور تیری نظر میں اسکی تحقیر کرتا ہے تاکہ جس
شغل میں تجکو اللہ نے رکھا ہے اسکو چھوڑ کر دوسرے میں لگ جاوے پھر تیرا دل مشوش اور وقت
مکدر ہو اور یہ یوں ہوتا ہے کہ اہل اسباب کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم اسباب چھوڑ دو
اور مجرد ہو جاؤ تو تمہارے انوار روشن ہوں اور تمہارے قلوب و اسرار صاف ہوں اور یوں کہتا ہے
کہ دیکھ فلاں فلاں نے ایسا ہی کیا اور حالانکہ یہ شخص اس قابل نہیں ہے کہ اس سے تجرید کی امید ہو
نہ اسکو اسقدر طاقت ہے بلکہ اسکی خیریت اسباب ہی میں ہے پس وہ اسباب کو چھوڑ بیٹھتا ہے پھر اسکا
ایمان ڈگمگ ہونے لگتا ہے اور یقین جاتا رہتا ہے اور خلقت سے طلب کرنے کیطرف اور رزق

ف ہمت عالی کے لئے

کے اہتمام کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس دریائے دُوری میں پھینک دیا جاتا ہے اور اس دشمن ایمان کا یہی مقصود تھا کیونکہ وہ تیرے پاس خیر خواہ کے پیرایہ میں آتا ہے اسلیئے کہ اگر دوسری صورت میں آوے تو اسکی بات کیسے مانے جیسے آدمؑ و حوّا علیہما السلام کے پاس ناصح بنکر آیا اور کہا مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ جیسا اوپر بیان ہو چکا اسی طرح تارکین اسباب کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ کب تک ان اسباب کو چھوڑے رہوگے تمکو معلوم نہیں کہ ترک اسباب میں قلوب کی توجہ لوگوں کے مال میں ہوتی لگتی ہے اور دروازہ طمع کا کشادہ ہو جاتا ہے اور اس حالت میں تجھسے نہ کسیکی حاجت روائی ممکن ہے نہ سخاوت کرسکتا ہے نہ حقوق ادا کرسکتا ہے اور ہمیشہ تو منتظر بیٹھا رہتا ہے کہ کچھ مخلوق سے فتوح ہو اگر تو اسباب اختیار کرے تو پھر اور لوگ منتظر رہا کرینگے کہ اُنکو تجھسے کچھ فتوح ہو اور بہت سی باتیں سوجھاتا ہے اور حالانکہ اس شخص کا وقت خوش تھا اور نور کشادہ تھا اور انقطاع خلائق میں راحت ملی تھی ہمیشہ اسکے سر رہتا ہے یہانتک کہ اسباب کیطرف رجوع کرتا ہے پھر اسباب کی کدورت اُسکو پہونچتی ہے اور اسکی ظلمت گھیر لیتی ہے اور جو شخص ہمیشہ اسباب میں رہتا ہے اُسکی حالت اس شخص سے اچھی ہو جاتی ہے کیونکہ یہ اسباب الاراہ میں چلکر نہیں لوٹا اور مقصود کیطرف متوجہ ہوکر نہیں مڑا بخلاف اُس شخص کے کہ راہ مولا میں قدم اٹھاکر لوٹ آیا اور اعراض کیا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ تو خوب سمجھ لے اور اللہ کی پناہ میں آ جو اللہ کی پناہ میں آیا وہ سیدھی راہ چلایا گیا صرف مقصود شیطان کا یہ ہے کہ لوگوں کو جو اپنے اپنے حال میں اللہ تعالیٰ و رضا نصیب ہے اُس سے باز رکھو اور یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حالت اُنکے لیئے پسند فرمائی ہے اُس سے جدا کرکے ایسی حالت میں پھنسا دیوے جسکو یہ لوگ خود اپنے لیئے پسند کریں اور اللہ تعالیٰ جس حالت میں داخل فرماتا ہے اُسمیں مدد فرماتا ہے اور جسمیں تو خود داخل ہو تیرے ہی حوالے کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ٥ یعنی دعا کر کہ اے پروردگار داخل کر مجکو داخل کرنا اچھا اور نکال مجکو نکالنا اچھا اور کر میرے واسطے اپنے پاس سے غلبہ حمایت کرنیوالا سو مدخل صدق کے یہی معنی ہیں کہ تو اُسمیں داخل کیا جاوے خود داخل نہو علیٰ ہذا القیاس مخرج صدق کو سمجھو اور اللہ تعالیٰ کو جو امر تجھسے مطلوب ہے یہ ہے کہ تجکو جس حالت میں قائم کردے وہاں ہی ٹھہر جاوے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی تیرے نکالنے کا سامان کردے

یہ اشارہ ہے مضمون آیت کی طرف ومن یعتصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم ۱۲ مترجم

جیسا داخل کرنے کا کیا تھا اور یوں کام نہیں چلتا کہ تو سبب کو چھوڑ دے بلکہ بڑی بات تو یہ ہے کہ سبب تجکو چھوڑ دے کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے اتنے اتنے مرتبہ سبب کو چھوڑا مگر پھر لوٹ پھر کر ادھر ہی آیا پھر مجکو سبب نے چھوڑ دیا پھر میں ادھر نہیں آیا میں ایکبار شیخ ابو العباس مرسیؒ کے پاس آیا اور میرے دل میں تجرید کا پختہ ارادہ تھا۔ اور اپنے جی میں کہتا تھا کہ میری جو حالت اب ہے کہ علم ظاہری میں مشغول ہوں لوگوں سے اختلاط ہوتا ہے اس حالت میں تو وصول الی اللہ بہت بعید ہے میں پوچھنے بھی نہیں پایا تھا کہ فرمانے لگے کہ ایک شخص نے میری صحبت اختیار کی جو علوم ظاہری میں مشغول تھا اور اسمیں صدر نشین تھا اسکو کچھ اس طریق کا مذاق ہوا تو میرے پاس آکر کہنے لگا کہ یا حضرت جس شغل میں میں ہوں اسکو چھوڑ کر فراغت سے آپ کی صحبت میں رہوں میں نے جواب دیا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں تم اپنی حالت میں رہو جو کچھ اللہ نے تمہاری قسمت میں ہمارے ہاتھ سے لکھا ہے وہ تمکو پہونچ رہے گا پھر شیخ میری طرف دیکھکر فرمانے لگے کہ صدیقین کی یہی شان ہے کہ کسی حالت سے خود نہیں نکلتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انکو نکالے پس میں شیخ کی خدمت سے آیا اور اللہ نے یہ خطرات میرے دل سے دھو ڈالے تھے اور مجکو راحت تسلیم میسر ہوئی فی الحقیقت ایسوں ہی کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[۵] کہ یہ وہ لوگ ہیں جنکا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا تیسرے معنی اجمال فی الطلب کے یہ ہو سکتے ہیں کہ اللہ سے مانگے مگر قصد یہ ہو کہ اللہ سے مناجات کرتا ہوں خود وہ چیز مطلوب ہو صرف طلب کرنا ہے تا کہ مناجات ہو اسیواسطے شیخ ابو الحسنؒ فرماتے ہیں کہ دعا میں یہ قصد ہونا چاہیئے کہ مراد مل جاوے کہ اس قصد میں تو اپنے رب سے محجوب ہو جاویگا بلکہ مقصود اعظم مناجات مولیٰ ہو اور منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پوچھتے پھرا کرتے تھے کہ کوئی شخص خدائے تعالیٰ کو کچھ پیغام دیتا ہے یہ صرف اسیواسطے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرا زیادہ باتیں ہوں چوتھے معنی اجمال فی الطلب کے یہ ہیں کہ طلب کرنے کے وقت یہ مشاہدہ کرے کہ جو کچھ تیری قسمت میں ہے وہ خود تجکو ڈھونڈھتا آویگا اور تیرا طلب کرنا اس تلک پہونچا ویگا پس تیری طلب اس حال میں ہونا چاہیئے کہ تو دریائے عجز میں غرق ہو احتیاج میں غوطہ زن ہو اور کبھی اجمال فی الطلب یوں ہوتا ہے کہ حظوظ البشریہ کیلئے طلب ہو بلکہ اظہار عبودیت کے لئے ہو جیسا حکایت ہے کہ حضرت سمنون محب رحمۃ اللہ علیہ کبھی ذوق وشوق میں یوں کہتے

۵ جز تیرے مجکو کوئی بھاتا نہیں ۔ آزمالے جس طرح چاہے مجھے ۔ پس حبس البول کی بیماری میں مبتلا ہوگئے

(یعنی پیشاب کا بند ہوجانا ۱۲ منہ)

پس صبر کیا اور منقول ہے یہاں تک کہ انکا ایک شاگرد آکر کہنے لگا کہ اے استاد میں نے گذشتہ شب تمہاری آواز

حاشیہ: اور یہ کوئی بڑی بات نہیں

۵ حدیث ہے هم القوم لا یشقی جلیسهم ۱۲ منہ

تیسرے معنی اجمال فی الطلب

چوتھے معنی اجمال فی الطلب

پانچویں معنی اجمال فی الطلب

سُنی کہ اللہ سے شفا و عافیت مانگ رہے تھے حالانکہ اُنھوں نے دعا نہیں کی تھی پھر دوسرا شاگرد آیا پھر
تیسرا آیا پھر چوتھا آیا انکو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ اپنی محتاجی اور ضرورت عافیت ظاہر کروں
پھر اللہ سے شفا چاہی۔ پھر مکتب کے بچوں میں گھومتے پھرتے تھے اور فرماتے تھے اپنے چھوٹے چچا کے لیئے
دعا کرو پانچویں معنی اجمال فی الطلب کے یہ ہیں کہ اللہ سے اتنا مانگے جو کافی ہو اور اتنا نہ مانگے جس میں
حد سے نکلنے لگے قدر کفایت سے جو زائد ہو اُسکی طرف حرص کے ساتھ توجہ ہو نہ رغبت کے ساتھ اُسطرف
دل لگانا چاہیئے اور یہ بات ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے کہ دعا مانگے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ
قُوْتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَفَافًا یعنے یا اللہ محمدؐ کے گھر والونکو اتنا دے کہ برابر سرابر ہو جاوے اور کفایت
سے زیادہ طلب کرنیوالا قابل نکوہش ہے اور طالب کفایت پر کچھ ملامت نہیں اسی واسطے حدیث میں
آیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَلَا تُلَامُ عَلٰی كَفَافٍ یعنے قدر کفایت پر تجھے
ملامت نہیں کیجاتی اور اس مضمون میں تیسرے پیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جو ثعلبہ بن حاطب
کو فرمایا تھا کافی ہے جب اُسنے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجکو مال دے
آپ نے فرمایا اے ثعلبہ بن حاطب وہ قلیل جسکا تو شکر ادا کرتا ہے اُس کثیر سے بہتر ہو جو تجھسے اُٹھایا نجاوے
ثعلبہ نے مکرر عرض کیا آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ جس قلیل کا شکر ادا کرے وہ اُس سے اچھا جو تجھسے اُٹھ
سکے وہ برابر اصرار کرتا رہا یہانتک کہ آپنے اُسکی مرضی کے موافق دعا فرمادی پس اُس نے جو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کی ہوئی حالت کی مخالفت کرکے اپنی پسند کی ہوئی حالت کو اختیار
کیا اُسکا انجام یہ ہوا کہ اسکا مال بڑھگیا یہانتک کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز
پڑھنے سے چھوٹ جانا پھر مال اور بڑھا یہانتک کہ بجز جمعہ کے کوئی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
نہ پڑھتا پھر بکریاں مواشی اسقدر بڑھیں کہ جمعہ کی نماز بھی نہو سکی پھر اُسکے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کیطرف سے زکوٰۃ لینے والا آیا کہنے لگا کہ میری رائے میں تو یہ جزیہ ہی یا مشابہ جزیہ کے اور زکوٰۃ ندی اور اسکا
قصہ مشہور ہے اللہ تعالیٰ نے اسکی شان میں یہ نازل فرمایا وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ الیٰ قولہ یَکْذِبُوْنَ
یعنی اُن منافقوں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ اللہ سے عہد کیا کہ اگر ہمکو اپنے فضل سے عطا کرے تو ہم خوب خیرات کریں اور
بھلائی والوں میں سے ہو جاویں پس جب اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے دیا وہ بخل کرنے لگے اور مُنہ موڑا
اعراض کرتے ہوئے پس لٹ بدلہ دیا اللہ نے اُنکو کہ دلوں میں نفاق پیدا کر دیا جو اُس سے ملنے کے دن تک رہیگا

بہ سبب اسکے کہ اللہ سے اُنھوں نے وعدہ خلافی کی اور بسبب اسکے کہ جھوٹ بولتے تھے چھٹے معنے اور اجمال فی الطلب کبھی دنیا مانگنے میں ہوتا ہے ف یعنی اسطرح کہ اسپر بس نکرے بلکہ دعا آخرت کو بھی ملاوے ت فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اِلٰی عَذَابَ النَّارِ یعنے بعضے تو یوں دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمکو دنیا میں بھلائی دے اور اُسکو آخرت میں کچھ حصہ نہیں ملتا اور بعض یوں دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمکو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور بچا ہمکو عذاب دوزخ سے ساتویں معنی کبھی اجمال فی الطلب یوں ہوتا ہے کہ اس طرح طلب کرے کہ ملنے میں شک ہو اور حرمت کا پاس رکھے آٹھویں معنی ایک اجمال فی الطلب یہ ہی کہ طلب کرتا رہے اور یہ تقاضا نہو کہ جلدی قبول ہو اور غیر اجمال یہ ہے کہ جلدی کا تقاضا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہی اور ارشاد ہوا ہی کہ دعا قبول ہوتی ہے جبتک یہ تقاضا نہو کہ میں نے تو دعا کی مگر قبول ہی نہیں ہوتی اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے فرعون کے لیئے بددعا کی جیسا اللہ تعالیٰ نے قصہ بیان فرمایا ہی رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِھِمْ الی قولہ اَلِیْمَ یعنے اے ہمارے رب مٹا دے انکے مال اور سختی کردے انکے دلوں پر بس یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ دیکھیں عذاب دُکھ دینے والا اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا قَدْ اُجِیْبَتْ الی قولہ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنے تم دونوں کی دعا قبول ہوگئی پس دونوں مستقیم رہو اور راہ مت چلو اُن لوگوں کی جو جانتے نہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمانے میں کہ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا اور فرعون کے ہلاک ہونے میں چالیس سال کی مدت تھی شیخ ابو الحسن نے فَاسْتَقِیْمَا کی تفسیر میں فرمایا کہ مستقیم رہو جلدی مراد نہ مانگنے پر اور وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ کی تفسیر میں کہا کہ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو قبولیت دعا میں جلدی مچاتے ہیں نویں معنی کبھی اجمال فی الطلب یوں ہوتا ہے کہ طلب کرے پھر اگر ملجاوے شکر کرے اور اگر نہ ملے تو اُسکی خوبی اختیار اور عمدہ پسند کو مشاہدہ کرے کیونکہ بہت سے طالب ملنے پر شکر نہیں کرتے اور نہ ملنے پر اللہ تعالیٰ کی مصلحت دانی پر نظر نہیں رکھتے بلکہ جو طلب کرتا ہے اُسے یقین ہوتا ہی کہ میری مصلحت ملنے ہی میں ہی حالانکہ اس نادان کو کہاں پہونچتا ہے کہ علم الٰہی کے مقابلے میں حکم لگاوے اور اللہ کے غیب پر واقف ہو جاوے اور بندی کی یہی حالت بس ہے کہ اپنے مولیٰ کے مقابلے میں تجویز لگاوے پس جب اُس سے سوال کرتا ہو تو ایسی طرح سوال کرکہ اُسیکو تفویض کردے اور اسکے آگے نہ تدبیر چلاوے نہ تجویز ٹھہراوے خود ارشاد فرمایا وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ الخ یہ حکم تو اُس امر میں ہے جسکا خیر و شر ہونا معلوم نہو اور تفصیل اسمیں یہ ہی کہ

ساتویں معنی اجمال فی الطلب

۱؎ یعنی عمل نیک ۱۲ ملفوظ شریف

آٹھویں معنی اجمال فی الطلب

۲؎ حدیث یہ ہے یستجاب لاحدکم ما لم یعجل یقول دعوت فلم یستجب لی ۱۲ تنویر

نویں معنی اجمال فی الطلب

دسویں معنی اجمال فی الطلب

آدمی جس چیز کے لیئے دعا کرتا ہی وہ تین قسم ہے ایک[۱] وہ جو یقیناً خیر ہو اُس کو تو بے استثنا اللہ سی مانگنا چاہیئے جیسے ایمان اور سب طاعتیں دوسرے[۲] وہ جو یقیناً شر ہو اُس سے بلا استثنا بچنے کی دعا کرنا چاہیئے۔ جیسے کفر اور سب گناہ تیسرے[۳] وہ جسکا حال معلوم نہو جیسے غنی ہونا معزز ہونا بلند مرتبہ ہونا اسکو اللہ سی یہ کہکر مانگنا چاہیئے کہ یا اللہ اگر یہ میرے حق میں بہتر ہو تو عنایت فرما ورنہ خیر ایسا ہی سنا ہی مینے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سی سوئیں معنی کبھی اجمال فی الطلب یوں ہوتا ہی کہ طلب کے وقت اسکی تقسیم ازلی پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنی دعا کیطرف نسبت نہیں کرتے کبھی اجمال فی الطلب یوں ہوتا ہی کہ طلب کر رہے ہیں مگر یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم مستحق نہیں ہیں ہم تو سزاوار ہیں کہ منت خداوندی کے مستحق ہوں شیخ ابو الحسن رحمۃ اللہ فرماتی ہیں کہ جب مینے اللہ سی کوئی چیز مانگی ہی اپنی برائیاں پیش نظر کر لی ہیں مقصود شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اس مراقبے سی یہ تہا کہ اللہ تعالیٰ سی ایسے صفت کیساتھ سوال نہو جسمیں استحقاق عطا ہو بلکہ اُسکا فضل اُسکے فضل ہی کی ذریعہ سی مانگا جاوے پس یہ وہ سب توجیہیں اجمال فی الطلب کی ہیں اور اختصار مقصود نہیں کیونکہ اسمیں اس سے بھی زیادہ وسعت ہے لیکن ہمنے اُسی قدر بیان کیا ہی جتنا غیب سے مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ نے عنایت کیا اور یہ حدیث کلام صاحب انوار محیط کا ہی ف مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ت سو لینے والا اپنی نورانیت کے موافق اُس سے لے سکتا ہے اور آپکے دریائے جواہر سے اسیقدر ملیگا جسقدر غوطہ لگائیگا اور ہر شخص اپنے مقام کی موافق سمجہتا ہے ایسی مثال ہی جیسے بہت طرح کے درخت ہوں کہ سب ایک ہی پانی سی سیراب ہوتے ہیں پھر بعضونکو بعضونپر میوے میں بزرگی دی ہی ف یعنی فیاض ایک ہی اختلاف فیوض اختلاف استعداد مستفیضین سی ہی ت اور جو چیز لوگوں نے نہیں لی وہ لیئے ہوئے سی زیادہ ہی اور یہ ارشاد نبوی[۵] ہے کہ مجکو جامع کلمات عنایت ہوئے اور میرے لیئے کلام مختصر کیا گیا ہے سو اگر علمای الٰہی ابد الآباد تک آپکے کلام مبارک کے ایک کلمے کے اسرار بیان کریں تب بھی علم میں اسکا احاطہ نہیں کر سکتے اور فہم سے اسکا اندازہ نہیں کر سکتے یہانتک کسی بزرگ کا قول ہی کہ مینے ستر برس تک اس حدیث پر عمل کیا اور ابھی تک فارغ نہیں ہوا حدیث یہ ہی مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ لیعنی آدمی کی اسلام کی خوبی یہ ہی کہ غیر مفید چیزونکو ترک کر دے اور اس بزرگ نے سچ کہا اللہ اُس سے خوش رہے اور اگر وہ بزرگ بقاء دنیا تک زندہ رہتے بلکہ ابد الآباد تک تب بھی اس حدیث کے حقوق سے اور جو کچھ اُسمیں عجائب علوم اور اسرار فہوم رکھے ہیں اُنسے فارغ نہوتے رجوع بمطلب دیکھو یہ ارشاد نبوی اگر تمکو اللہ پر پورا بھروسا ہوتا جیسا ہونا چاہیئے تو تمکو اس طرح رزق دیتا جیسے پرندونکو دیتا ہی صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر جاتے ہیں

معنی اجمال فی الطلب

حدیث یہ ہے اوتیت جوامع الکلم واختصر لی الکلام اختصارا ۱۲

تنوین

مطلب رجوع

اس حدیث کو دیکھتے ہو کہ امر بالتوکل پر دلالت کرتی ہے نفی اسباب پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اسباب کے
اثبات پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یوں فرمایا ہے کہ صبح کو آتے ہیں شام کو جاتے ہیں سو اُنکے لیئے صبح کا آنا
شام کا جانا ثابت کیا اُنکے حق میں یہی سبب ہے البتہ جمع کرکے رکھنے کی نفی فرمائی پس گویا یوں ارشاد ہوتا ہے
کہ اگر تمکو پورا توکل ہوتا تو تم ذخیرہ نہ کیا کرتے اور تمکو توکل کرنا ذخیرہ رکھنے سے بے نیاز رکھتا اور تمکو اسطرح
سے رزق ملتا جیسے پرندوں کو ملتا ہے کہ ایکدن کی روزی ملگئی اگلے دن کے لیئے ذخیرہ نہیں کرتے چونکہ انکو
وثوق ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو ضائع نکریگا سوائے ایمان والو تم تو اسکے زیادہ مستحق ہو پس آپنے یہ بات بتلادی
کہ ذخیرہ کرنیکا باعث ضعف یقین ہی اگر کوئی دریافت کرے کہ ہر ذخیرہ کا یہی حکم ہی یا حالت مختلف ہی تو
جاننا چاہیئے کہ ذخیرہ رکھنا تین قسم پر ہی ذخیرہ رکھنا[ف۱] ظالمین کا ذخیرہ رکھنا مقتصدین کا ذخیرہ رکھنا سابقین
کا **قسم اول** یعنی ظالمین وہ لوگ ہیں جو ذخیرہ کرتے ہیں بخل سے اور دولت بڑھانے کو مساک کرتے ہیں
شیخی بگھارنے کو اور فخر کرنیکو سو ان لوگوں کے قلوب میں غفلت خوب جم گئی اور اُنکے نفوس پر حرص غالب
ہوگئی انکی حرص دنیا سے فراغت نپا دیگی اُنکی ہمت دنیا کی سوا کسی طرف نجاویگی انکی محتاجی ثابت ہی اگرچہ
ظاہر میں غنی ہوں انکی ذلت ظاہر ہے اگرچہ دیکھنے میں معزز ہوں یہ لوگ دنیا سے سیر نہونگی اور اسکی طلب سے
سُست نہونگے اسباب دنیا انکے ساتھ بازی کرتے ہیں اُنکے متفرق رب ہو رہے ہیں یہ لوگ[ف۲] چوپایوں کی طرح
ہیں بلکہ اُنسے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی لوگ ہیں غافل اُسکے دلوں میں علم کے یاد رکھنے کی اور نصیحت سُننے کی جگہ
نہیں پس بہت ہی کم اُنکے اعمال مقبول ہوتے ہیں اُنکے احوال صاف ہوتے ہیں کیونکہ اندیشۂ فقر انکے دلوں میں
بس رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے[ف۳] جسکے دلمیں اندیشۂ فقر جاگزیں ہو اُسکا عمل بہت
ہی کم مقبول ہوتا ہے پس جو بندہ اُس بلا سے عافیت میں ہو جسمیں وہ پھنسے ہیں اور اُس آفت سے سالم ہو
جسمیں وہ بھر رہے ہیں اور اس کدورت سے پاک ہو جسمیں وہ بھر رہے ہیں اُسپر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر
کرے اُس فضل پر جسکے ساتھ اسکو مخصوص کیا اور اپنے عطا سے اسپر انعام کیا اور جب ایسے لوگوں کو دیکھے
تو کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَهٗ تَفْضِیْلًا؀
جیسا جب کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جس پر مصیبت ہوتی ہو تو اللہ کی حمد کرتا ہی جسنے تجکو
عافیت دی اور اسوقت اپنے مولیٰ کے انعام کا مشاہدہ کرتا اسی طرح تجپر واجب و سزاوار ہی کہ اللہ کا
شکر کرے جب تجکو اسباب دنیا اور اسمیں پھنسنے سے عافیت عنایت فرماوے اور دوسروں کو مبتلا کرے اور

[ف۱] یہ تینوں قسمیں لوگونکی اس آیت میں مذکور ہیں فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ ۱۲ مترجم

ف اقسام ادخارہ

ف قسم اول

[ف۲] یہ مضمون ہی آیت کا اولئک کالانعام بل ہم اضل اولئک ہم الغفلون ۱۲ مترجم

[ف۳] حدیث یہ ہے من سکن خوف الفقر قلبہ قل ما یرتفع لہ عمل ۱۲ تنویر

اُنکو حقیر نہ سمجھے بلکہ بجائے حقیر سمجھنے کے اُنپر رحم کر اور بجائے بدعا کے اُنکے لیئے دعا کر اور عارف باللہ حضرت معروف کرخیؒ کے فعل کا اتباع کر جو سراپا معروف یعنی نیکی تھے قصہ یہ ہے کہ ایکبار حضرت معروف کرخیؒ اپنے یاروں کے ساتھ دجلہ پر گذرے اُنکے یاروں نے دجلہ پر ایک جلسہ دیکھا جو کہ اہل لہو و فسق و نشاط تھے سب نے عرض کیا کہ اے استاد اُنکے لیئے بددعا کیجیے آپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر عرض کیا یا اللہ تو نے جیسا انکو دنیا میں خوش کیا ہی آخرت میں بھی اُنکو خوش رکھ یاروں نے عرض کیا کہ ای استاد ہمنے تو بددعا کو کہا تھا آپنے فرمایا کہ جب اللہ کو آخرت میں خوش رکھنا منظور ہوگا تو انکو توبہ کی توفیق دیگا تمہارا اسمیں کیا نقصان ہی اتنے میں تو اُس جلسہ کے لوگ خشکی میں آئی اور مرد ایکطرف اُترے عورتیں ایکطرف دونوں پاک صاف ہوئے اور توبہ کرتے ہوئے اللہ کیطرف متوجہ ہوئے اور انمیں حضرت معروف کرخیؒ کی دعا کی برکت سے بڑے بڑے عابد و زاہد ہوئے پس جب گنہگار و نپر نظر پڑے تو یہ سمجھ کہ علم ازلی اور مشیت قطعی میں انپر یوں ہی حکم ہو چکا ہے اگر تو ایسا نکریگا تو تجھپر اندیشہ ہی کہ ایسے ہی امتحان میں تو نہ پھنس جاوے اور اُنکی طرح تو بھی دور ڈالدیا جاوے شیخ ابو الحسنؒ کا ارشاد حسن کو فرماتے ہیں ایمان والونکی تعظیم کر اگرچہ وہ عاصی فاسق ہوں اور انکو نیک بات بتلا اور بُری بات سے منع کر اور اُن سے ملنا اگر چھوڑی تو وہ بھی شفقت سے ہو نہ اپنی بڑائی جتلانیکو **ف** شفقت یہ کہ ہمارے ملنا چھوڑنے سے اُسکو تنبیہ ہوگی اور راہِ راست پر آجاویگا **ف** اور یہ بھی شیخؒ کا قول ہے کہ اگر مومن عاصی کا نور ظاہر ہو جاوے تو زمین و آسمان کے درمیان تمام فضا کو بھر دیوے تو مومن مطیع کی کیا کیفیت سمجھتے ہو اور اہل ایمان اگرچہ اللہ سے غافل ہوں اُنکی تعظیم کے لیئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بس ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا الیٰ قولہ بِاِذْنِ اللہ یعنے پھر وارث کیا ہمنے کتاب کا اُن لوگونکو جنکو ہمنے برگزیدہ کیا اپنے بندوں سے سو بعض تو انمیں اپنی جان پر ظلم کرنیوالے ہیں اور بعض بیچ کی چال چلنے ہیں اور بعض نیکیوں میں بڑھے ہوئے ہیں اللہ کے حکم سے سو خیال کر کہ باوجود ظالم ہونیکے انکے لیے اصطفا کسطرح ثابت فرمایا اور ظلم کو اسکا سبب قرار نہیں دیا کہ انکو برگزیدگی سے یا وراثت کتاب سے نکالدی اور انکو ایمان سے پسند کیا اگرچہ گناہ سے ظالم ہوں پس پاک ہے وسیع رحمت والا بڑی منت والا اور جاننا چاہیئے کہ اسکے ملک میں ضرور ایسے بندے بھی ہونے چاہئیں جو مستحق علم اور مظہر رحمت و مغفرت و وقوع شفاعت ہوں اور اس حدیث کو سمجھ کہ فرمایا[۴] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضے میں میری جان ہی اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تمکو نابید کر کے دوسری قوم کو ظاہر کرتا جو گناہ کرتے پھر استغفار کرتے پھر اللہ انکو بخشتا اور فرمایا[۵] رسول اللہ

[۴] حدیث ۴ والذی نفسی بیدہ لو لم تذنبوا لذہب اللہ بکم وجاء اللہ بقوم تذنبون فیستغفرون اللہ فیغفر لہم ۱۲ تنویر

[۵] حدیث ۵ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی ۱۲ تنویر

صلے اللہ علیہ وسلم نے میری شفاعت اہل کبائر کے لیئے ہے میری امت میں سے **ف** ان حدیثوں میں
وسعت رحمت اور حکمت وقوع معاصی کا بیان کرنا مقصود ہی کوئی یہ نہ سمجھ جاوی کہ گناہ سے اللہ ورسول
خوش ہوتے ہیں حاشا وکلا**ت** اور ایک شخص شیخ ابو الحسنؒ کے پاس آکر کہنے لگا اے حضرت گذشتہ شب
ہمارے پڑوس میں ایسی ایسی بُری باتیں ہوئیں اور اس شخص سے آثار استبعاد کے ظاہر ہوے آپنے فرمایا ای
شخص شاید تو یوں چاہتا ہے کہ اللہ کے ملک میں اسکی معصیت نہو جو شخص یوں چاہتا ہی کہ معصیت
نہو وہ یوں چاہتا ہے کہ اسکی مغفرت ظاہر نہو اور حضرتؐ کی شفاعت نہو ختم ہوا کلام شیخ کا اور بہت سے
ایسے گنہگار ہیں کہ انکی کثرت گناہ اور لغزش موجب رحمت پروردگار ہوجاتی ہے پس تو اسپر رحم کر اور اُسکے
ایمان کی عزت سمجھ اگرچہ گناہ کرتا ہے **قسم دوم** ذخیرہ جمع کرنا مقتصدین یعنی بیچ کی چال چلنے والونکا ہی
اور وہ لوگ وہ ہیں کہ دولت بڑھانے اور شیخی بگھارنے اور بڑائی جتلانے کیلیئے ذخیرہ نہیں کیا بلکہ محتاجی
میں اپنے اضطراب کا حال معلوم کیا پس سمجھی کہ اگر ذخیرہ نہیں کرتے تو انکا ایمان ڈھل مل ہوتا ہی اور یقین
ڈگمگ ہوتا ہی پس اُنھوں نے اسلیئے ذخیرہ کر لیا کہ متوکلین کے حال کی انمیں ہمت نہیں اور جانتے ہیں کہ ہم
مقام یقین سے عاجز ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ مومن قوی اللہ کے نزدیک
مومن ضعیف سے اچھا ہی اور یوں سب ہی اچھے ہیں پس مومن قوی وہ ہی کہ اسکا نور یقین روشن ہوا پس
اُسنے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ میرا رزق ضرور میرے پاس پہونچا دیگا خواہ ذخیرہ کروں یا نکروں اور اگر میں ذخیرہ
نکرونگا تو اللہ میرے لیئے ذخیرہ کریگا اور ذخیرہ والے اپنے ذخیرونکے حوالے کیئے جاتے ہیں اور توکل والے
اللہ کے حوالے ہیں اور کسی شے پر حوالے نہیں کیئے گئے سو مومن قوی وہ شخص ہی جو اسباب کا سہارا نکرتا ہو خواہ
اسباب میں ہو یا نہو اور جو مومن ضعیف ہے وہ اگر اسباب میں داخل ہی تو انکا کچھ سہارا سمجھتا ہی اور اگر اسباب سے
خارج ہے تو انکی طرف نگراں ہے **قسم سوم** ذخیرہ رکھنے نرکھنے کے اعتبار سے وہ لوگ ہیں جو سابقین ہیں یعنی
مراتب میں بڑھے ہوئے وہ لوگ وہ ہیں کہ اللہ کیطرف بڑھگئے کیونکہ انکے دل اسکی ماسوا سے خالص ہوگئے پس اُنکو
موانع اللہ سے نہ روک سکے اور علائق اللہ سے غافل نکر سکے پس اللہ کیطرف دوڑ پڑے کیونکہ انکو کوئی
امر مانع نہ تھا اور لوگونکو اللہ تعالیٰ سے صرف غیر اللہ کے تعلق کی کشش نے روک رکھا ہی جب اُنکے قلوب
اللہ کیطرف جانا چاہتے ہیں وہ تعلق اُسی چیز کی طرف کھینچتا ہے جسکی طرف تعلق ہی پس وہ واپس لوٹ آتے
ہیں اور اسی چیز کیطرف متوجہ ہوجاتے ہیں سو درگاہ بے نیاز ایسے شخص کو نصیب نہیں ہوتی جسکی یہ حالت ہو

ف قسم دوم از ذخار
له حدیث ہے ابی
المومن القوی خیر عند اللہ من المومن الضعیف وفی کل خیر
ف قسم سوم از ذخار

بعض عارفین کا قول ہے کہ کیا تو یہ گمان کرتا ہی کہ تجکو پیچھے سے کوئی چیز کھینچ رہی ہو اور تو خدا کی درگاہ میں پہونچ جاوے اس مقام پر حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد سمجھو یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ہ یعنے نہ نفع دیگا مال اور اولاد اُس دن مگر جو لایا اللہ کے پاس قلب سلیم اور قلب سلیم وہ ہے جسکو سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے تعلق نہو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ یعنی تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمکو اول بار پیدا کیا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ خدا کے پاس آنا اور وہاں تک رسائی ہونا بدون اسکے ممکن نہیں کہ کل ماسواے جدا ہو جاوے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ہ یعنے کیا اللہ نے تجکو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس جب ہی ٹھکانا دیتا ہی جب ماسواسے یتیم ہوجاوے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُّحِبُّ الْوِتْرَ یعنے اللہ طاق ہے دوست رکھتا ہے طاق کو یعنی اُس قلب کو دوست رکھتا ہی جو مخلوقات کی آمیزش کے ساتھ جفت نہو لیس قلوب اللہ کے ہیں اور اللہ کیساتھ ہیں انھوں نے اللہ کو تصرف کرنے دیا لیس اُسنے انکو اُنکے نفوس کیطرف نہیں حوالے کیا اور انکو اُنکی تدبیر پر نہیں چھوڑا سو یہ لوگ دربار والے ہیں جنکے ساتھ احسان سے معاملہ کیا جاتا ہے مخلوقات انکو اللہ سے جدا نہیں کرتی اور حسن عارضی اُنکو اللہ سے غافل نہیں کرسکتا اور اس مضمون میں ہمارے اشعار ہیں ؎ کیا حقیقت ہی تری اے مستِ ناز ٭ ہو اگرچہ حسن میں تو بےنظیر ٭ لیک تجھ میں ایک ہے گنج نہان ٭ اُسنے مجکو کردیا اپنا اسیر بعضوں کا قول ہی کہ اگر مجکو غیر کیطرف نظر کرنیکا حکم ہو تو مجھسے نہو سکے کیونکہ غیر تو ہی نہیں جسکو دیکھ سکوں اور یہ اُن لوگوں کا حال ہی کہ حفاظت الٰہی جنکی ذمہ دار اور عنایت الٰہی انکی نگہبان ہی بھلا ان لوگوں سے کب ہوسکتا ہے کہ ذخیرہ رکھیں وہ تو حاضر باش درگاہ ہیں اور اگر ذخیرہ کرتے ہیں تو اسپر اعتماد نہیں رکھتے اور ان سے کیسے ہوسکتا ہے کہ کسی اور کا سہارا تکیں وہ تو اسکی احدیت کا مشاہدہ کررہے ہیں شیخ ابو الحسن رح شاذلی نے فرمایا ہے کہ ایکبار مجھپر شہود غالب ہوا میں نے دعا کی کہ اسکو مجھسے چھپا لیا جاوے حکم ہوا کہ جو جو دعائیں موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ اور محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہم وسلم نے مانگی ہیں اگر سب جمع کرکے بھی دعا کروگے تو قبول نہوگی مگر یہ دعا کرو کہ تمکو اسکے برداشت کی قوت ہوجاوے میں نے دعا کی اللہ نے مجکو قوت بخشی سو جس شخص کا یہ حال ہو وہ ذخیرہ رکھنے کا کیوں محتاج ہونے لگا یا اس سے کیسے ہوسکتا ہے کہ غیروں کا سہارا ڈھونڈھے اور ایماندار کو یہی بہت ہی کہ اپنے ایمان تو کل کا

ذخیرہ جمع کرے اور جنکو اللہ کیطرف سے سمجھ ہے وہ اسپر توکل کرتے ہیں پس اللہ انکے لیئے ذخیرہ کرتا ہی اور اُنھوں نے اسکا پاس کیا وہ انکا نگہبان ہوگیا اور وہ لوگ اللہ کے ہوگئے اور اسکے ساتھ ہوگئے پھر دیکھو اللہ کس طرح انکا مددگار بنگیا انکے مہمات میں کفایت فرمائی اور انکے غم کو اُنسے دور کیا وہ لوگ رزق کا اہتمام چھوڑکر اسکی احکام میں یہ یقین کرکے لگ گئے کہ اللہ تعالیٰ انکو خود اُنکے حوالے نکریگا اور اپنے فضل سے انکو محروم نرکھیگا سو یہ لوگ راحت میں داخل ہوگئے اور جنت تسلیم ولذت تفویض میں واصل ہوگئے پس اللہ تعالیٰ نے اُن کا مرتبہ بلند کیا اور انکے انوار کو کامل فرمایا اور وہ لوگ اس قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُنسے حساب بھی اُٹھا لیوے جیسا کہ ارشاد فرمایا[ف] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ستر ہزار آدمی میری اُمت میں سے بے حساب جنت میں داخل ہونگے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں آپنے فرمایا جو لوگ جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور بدشگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں اور ایسے شخص کا کیا حساب ہو جسکے پاس کچھ نہو اور ایسے شخص کے فعل سے کیا سوال ہو جو مشاہدہ کرتا ہو کہ میرا کچھ فعل ہی نہیں حساب تو مدعیوں سے ہوگا اور مناقشہ غافلوں سے ہوگا جو سمجھ رہے ہیں کہ ہم مالک ہیں یا اللہ کے آگے کچھ کرسکتے ہیں اور جس شخص نے اللہ پر وثوق و توکل کرکے ذخیرہ نہیں کیا اللہ تعالیٰ اسکا رزق خوشگوار بھیجتا ہی اور اسکے دل میں غنا پیدا کرتا ہی کوئی عارف مفلس ہوگیا اُسنے اپنی بیوی سے کہا کہ جو کچھ گھر میں ہی سب نکالکر خیرات کردے اُسنے ایسا ہی کیا مگر ایک چکی رہنے دی اور اپنے دلمیں سوچی کہ شاید اسکی ضرورت ہو اور پھر ایسی شی ملے فوراً کسی نے دروازہ کھٹکایا اور کہا کہ یہ گیہوں شیخ کیواسطے آئے ہیں تمام صحن گیہوں سے بھر گیا جب عارف واپس آئے اور دیکھا کہنے لگے کہ تونے سب چیزیں گھر میں سے نکالدی تھیں وہ بولی کہ ہاں عارف نے کہا ہرگز یہ بات نہیں بیوی نے کہا کہ ہاں ایک چکی رکھ لی تھی اس خیال سے کہ شاید اسکی ضرورت ہو اُنھوں نے فرمایا کہ اگر چکی بھی نکالدی تو آٹا آتا مگر تو نے چکی رہنے دی ایسی چیز آئی جس سے تو تھکے اگر یہ اہل یقین ذخیرہ کرتے ہیں تو اپنے لیئے نہیں بلکہ امانت کے طور پر رکھتے ہیں کیونکہ یہ لوگ تحویلدار امانت دار اور غلامان خاص ہیں اگر دنیا کو رکھتے ہیں تو حق سے رکھتے ہیں اگر دیتے ہیں حق سے دیتے ہیں اور جو حق سے دنیا رکھے وہ رہتے ہیں اُس سے کم نہیں جو حق سے خرچ کرے اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ لوگ اللہ کے آگے مالک ہیں بلکہ جو کچھ اُنکے پاس ہی اسکو اللہ کی امانت سمجھتے ہیں اور نیابۃً اسمیں تصرف کرتے ہیں یہ حکم سُن چکے ہیں وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ یعنی خرچ کرو اُس چیز سے جسمیں تمکو نائب بنایا پس اُنھوں نے یقین کرلیا کہ اللہ کی آگے

[ف] حدیث یہ ہے سبعون الفاً من امتی یدخلون الجنۃ بغیر حساب فقیل من ہم یا رسول اللہ قال ہم الذین لا یرقون ولا یسترقون ولا یتطیرون وعلی ربہم یتوکلون ۱۲ تنویر

اُنکی ملک نہیں بلکہ صرف ایک نسبت ہی جو تیری طرف اضافت کی گئی اور ایک ضیافت احسانی ہی جس سے تجھ پر منت رکھی تاکہ تیرا امتحان کرے حالانکہ وہ علیم خبیر ہے کہ تو کیا عقیدہ رکھتا ہی آیا اُسکے ظاہر پر رہ جاتا ہی یا اُسکے باطن کیطرف پہونچتا ہے اسیواسطے انبیا علیہم السلام پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی کیونکہ اللہ کے روبرو اُنکی کسی شے میں ملک نہیں ہوتی کہ اُسمیں زکوٰۃ واجب ہو نہ زکوٰۃ تو اس چیز کی واجب ہوتی ہی جو تیری ملک میں ہو وہ حضرات تو اپنے اموال کو اللہ کی امانت سمجھتے ہیں خرچ کے وقت خرچ کرتے ہیں اور بیموقع نہیں دیتے دوسری وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ اسواسطے ہی کہ دینے والے سے جو گناہ وغیرہ ہوگیا ہے اس سے پاکی و صفائی ہوجاوے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ تُزَكِّيهِمْ بِهَا یعنی انکے مالوں سے صدقہ لو کہ اُس سے اُنکو پاک و صاف کردو اور انبیا علیہم السلام آلودگی سے پاک ہیں بوجہ معصوم ہونے کی اور اسیواسطے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے نابالغوں پر زکوٰۃ واجب نہیں بتلائی کیونکہ آلودگی گناہ نہیں ہی گناہ تو بعد مکلف ہونیکے ہوتا ہی اور مکلف ہونا بعد بلوغ کے ہی اس مقام میں اس ارشاد نبوی کو سمجھو نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ یعنی ہم لوگ جو انبیا ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں بنتا جو ہم چھوڑ جاویں وہ صدقہ ہی جو بات ہمنے ذکر کی ہے وہ اس سے ظاہر ہوتی ہے اور جو ہمنے تقریر کی ہی وہ اس سے واضح ہوتی ہے اور اہل معرفت جو اسکی لحدیث کا مشاہدہ کر رہے ہیں جب انکا یہ حال ہی کہ اللہ کے سامنے اپنی ملک نہیں سمجھتے تو انبیا و مرسلین علیہم السلام کی نسبت کیا سمجھنا چاہیئے کہ اہل توحید و معرفت انھیں کے دریاؤں سے چلو لیتے ہیں اور انکے انوار سے مستفید ہوتے ہیں حکایت ہی کہ امام شافعی و امام احمد رحمۃ اللہ علیہما دونوں بیٹھے تھے یکایک شیبان راعی آپہونچے امام احمدؒ نے امام شافعیؒ سے کہا کہ انکی بڑی شہرت ہے کچھ اُنسے پوچھوں امام شافعیؒ نے فرمایا ایسا مت کرو امام احمدؒ نے کہا ضرور پوچھنا چاہیئے پھر اُنسے خطاب ہوکر کہا کہ ای شیبان تم ایسے شخص کے حق میں کیا حکم دیتے ہو جو چار رکعت میں چار سجدہ بھول گیا فرمانے لگے ای احمدؒ یہ دل اللہ تعالیٰ سے غافل ہی اُسکو سزا دینا چاہیئے تاکہ وہ دوبارہ ایسا نکرے پس امام احمدؒ بیہوش ہوکر گر پڑے جب ہوش آیا کہنے لگے کہ اُس شخص کے حق میں کیا حکم لگاتے ہو جسکے پاس چالیس بکریاں ہوں اُنکی زکوٰۃ کسقدر ہی فرمانے لگے کہ ہمارے مذہب پر یا تمھارے مذہب پر امام احمدؒ نے کہا کیا آپ دو مذہب ہیں فرمانے لگے ہاں دو مذہب ہیں سنو تمھارے مذہب پر تو چالیس بکریوں میں ایک بکری ہی اور ہمارے مذہب پر یہ ہے کہ غلام آقا کے ہوتے کسی شے کا مالک نہیں ہوتا اور حدیث میں وارد ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۵ پیر کرم نے فرمایا ہے کہ زکوٰۃ کی تین قسم ہیں عوام سے چہارم خواص سے خمس میں نصف

نے ایکسال کے گذار نیکے لائق ذخیرہ رکھا ہی سو یا تو وہی بات ہے جو ہمنے پہلے کہی ہے کہ انبیاء کا ذخیرہ رکھنا بطور امانت کے ہوتا ہی کہ وہ ایسا وقت تجویز کیا کرتے ہیں جسمیں خرچ کر دینا مناسب ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال کیواسطے ذخیرہ رکھا تھا یا یہ وجہ ہی کہ امت کیلئے ذخیرہ رکھنے کا جواز بیان فرماویں[لہ] کیونکہ جب ذخیرہ پر بھروسا ہو تو منافی توکل نہیں اور دلیل اسکی کہ مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان جواز امت کے لئے تھا یہ ہے کہ آپ کی غالب حالت یہی ہی کہ ذخیرہ نہیں رکھا تو صرف اسواسطے ذخیرہ رکھا تھا کہ امت پر وسعت اور رحمت اور ضعفای امت پر شفقت ہو کیونکہ اگر آپ ذخیرہ نفرماتے تو کسی مومن کو آپکے بعد ذخیرہ کرنا جائز نہوتا سو آپنے یہ اسلیئے کیا کہ اسکا حکم بیان فرماویں اور ارشاد فرمایا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں اسلیئے بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ قاعدہ مقرر کردں سو آپنے ظاہر فرمادیا کہ بھولنا میری شان اور صفت نہیں ہی صرف اسواسطے نسیان میں واقع ہوتے ہیں کہ امت کیلئے اسکا حکم اور جو اسکے متعلق ہو ظاہر فرماویں خوب سمجھ لو حدیث کو **فائدہ** یہ جو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طالب علم کے رزق کا کفیل اللہ تعالیٰ ہی سو جاننا چاہیئے کہ لفظ علم جہاں کہیں قرآن و حدیث میں آیا ہی اس سے مراد علم نافع ہے جسکے ساتھ خوف وخشیت مقرون ہو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا یعنے اللہ تعالےٰ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو عالم ہیں پس اللہ تعالیٰ نے بیان کردیا کہ علم کو خوف لازم ہے اور اس سے مفہوم ہوا کہ علما وہی ہیں جو ڈرتے ہیں اسیطرح یہ آیتیں قَالَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَ الرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا اور یہ حدیثیں اِنَّ الۡمَلٰٓئِکَۃَ لَتَضَعُ اَجۡنِحَتَہَا لِطَالِبِ الۡعِلۡمِ اَلۡعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الۡاَنۡبِیَآءِ اور اس مقام پر جو حدیث ہی طَالِبُ الۡعِلۡمِ تَکَفَّلَ اللّٰہُ بِرِزۡقِہٖ ان سب آیات و احادیث میں علم نافع مراد ہی کیونکہ اللہ و رسول کا کلام ہی اس سے برتر ہے کہ اور کسی معنی پر محمول کیا جاوے ہمنے اسکو اور کتاب میں بیان کیا ہے اور علم نافع وہ ہی جو طاعت آلہی پر معین ہو اور خشیت آلہی اور حفظ حدود کو تجھپر لازم کرے اور یہ علم معرفت ہی اور علم نافع علم ذات وصفات و علم احکام کو بھی شامل ہے جب اللہ کے لیئے سیکھے پس یہ جو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طالب علم کی روزی کا اللہ تعالیٰ کفیل ہے اسکا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ذمہ کیا ہی کہ اسکو رزق پہونچائیگا تو اسکو ایسی عزت اور سالم رکھیگا حجاب سے اور ہمنے یہ تاویل کیوں کی اور کفالت کو ایک خاص طرح کی کفالت کیوں کہا وجہ یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ تو سبھی کی روزی کا ذمہ دار ہی خواہ علم طلب کریں یا نہ کریں اس سے معلوم ہوا کہ یہ کفالت

[لہ] کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں ۱۲ ملفوظ شریف

حکمت اوقات نبی علیہ السلام

[لہ] حدیث یہ ہے انی لا انسی او انسی لاسن ۱۲ تنویر

کوئی ناص کفالت ہی جس طرح ہمنے ذکر کیا کیونکہ اسکو جداگانہ بیان کیا اور اسیوجہ سے شیخ ابو العباس رحمہ نے اپنی حزب میں جہاں بہت سی چیزوں کی دعا کی ہی کہ ہمکو فلاں فلاں چیز عطا فرماو ہاں آپ بھی کہا وَالرِّزْقَ الْهَنِيَّ الَّذِي لَا حِجَابَ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَلَا سُؤَالَ وَلَا حِسَابَ وَلَا عِقَابَ عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ عَلٰى بِسَاطِ عِلْمِ التَّوْحِيْدِ وَالشَّرْعِ سَالِمِيْنَ مِنَ الْهَوٰى وَالشَّهْوَةِ وَالطَّبْعِ یعنی ہمکو رزق خوشگوار عطا فرما جس سے دنیا میں حجاب نہو اور آخرت میں اُسپر سوال و حساب و عذاب نہو اس حال میں کہ ہم مقام حقیقت و شریعت پر قائم رہیں اور حرص و شہوت و تقاضائی طبع سے سالم رہیں سو اُنھوں نے اللہ سے رزق خوشگوار مانگا اور وہ رزق وہ ہی جسکی کفالت طالب العلم سلئی ہوئی ہی پھر اسکی تفسیر یوں کی کہ اس سے دنیا میں حجاب نہو اور آخرت میں حساب نہو کیونکہ جس سے دنیا میں حجاب ہو جاوے اس میں کچھ خوشگواری نہیں کیونکہ حجاب موجب دلشکنی ہے کہ حضوری سے محرومی ہی اور مواجہت سے دوری نہ کہ جیسا عوام سمجھتے ہیں کہ خوشگوار رزق وہ ہی جو بے محنت بے مشقت ملجاوے سو خوشگواری غافلین کے نزدیک باعتبار بدن کے ہی اور اہل فہم کے نزدیک باعتبار قلوب کے اور حجاب جو رزق سی ہو جاتا ہی اُسکی دو وجہ ہیں یا تو اسباب میں پڑکر اللہ سے غفلت ہو جاتی ہی یا اسکے برتنے میں یہ قصد نہیں ہوتا کہ طاعت خداوندی پر قوت حاصل کریں سو اول تو حصول میں حجاب ہے اور دوسرا استعمال میں اور یہ جو شیخ نے فرمایا کہ اسپر سوال وحساب و عذاب آخرت میں نہو سو سوال تو نعمتوں کے حقوق سے ہوتا ہی جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ یعنی پھر تم پوچھے جاؤگے اُس روز نعمت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بعض صحابہؓ نے کچھ کھانا نوش جان فرمایا پھر ارشاد ہوا واللہ تم آج کی نعمت سے سوال کیے جاؤگے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ سوال دو قسم ہی ایک سوال تشریف یعنی واسطے اظہار شرف کی اور دوسرا سوال تعنیف یعنی واسطے لعنت ملامت کرنیکے سو اہل طاعت و مستحقان عنایت سے تو سوال تشریف ہوگا اور اہل غفلت و اعراض سے سوال تعنیف۔ اور اسبات کو سمجھ اللہ تجھپر رحم کری کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اگرچہ صادقین کے اخبار اور پوشیدہ اسرار پر مطلع ہی مگر پھر بھی اُن سے سوال فرماویگا تاکہ انکا مرتبہ صدق اور لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جاوی اور انکی خوبیاں قیامت میں کھولدی جیسا آقا اپنے غلام سی پوچھے تو نے فلاں فلاں مقدمے میں کیا کیا اور خود واقف ہی کہ اسکو خوب عمدہ پختہ کیا ہی مگر منظور یہ ہے کہ حاضرین بھی جانلیں کہ غلام اُس مولیٰ کے حکم کو کیسے اہتمام سے بجالایا اور مولیٰ کو اسکے حال پر کیسی عنایت ہی اور یہ جو شیخ کا قول ہی

ف: تصحیح بعض عبارات از اصل حزب شیخ ابو العباس
در مطالب ضروری

کہ حساب نہو سو حساب نتیجہ سوال کا ہے جب سوال سے سالم رہینگے حساب سے بھی سالم رہینگے اور جب ان دونوں سے سالم رہے تو عقوبت سے سالم ہے سو اگرچہ یہ مضامین باہم لازم و ملزوم تھے مگر پھر بھی شیخ نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ رزق خوشگوار میں کتنی نعمتیں ہیں کہ اگر انمیں ایک بھی ہوتی تب بھی قابل طلب کرنیکے تھی اور یہ جو شیخ نے کہا کہ ہم توحید حقیقت پر قائم ہوں مطلب اسکا یہ ہے کہ تیری رزق دی ہوئی چیز میں تجکو مشاہدہ کروں اور تیری کھلائی ہوئی چیز میں تجکو دیکھوں اور کسی کا مجکو مشاہدہ ہو دوسرے کیطرف اسکو نسبت نکروں اور اہل اللہ کی یہی حالت ہے کہ اللہ ہی کے خوان پر کھاتے ہیں خواہ ظاہر میں انکو کوئی کھلاوے کیونکہ انکو یقین ہے کہ اللہ کے آگے کوئی مالک نہیں اس یقین کے باعث اُن کے قلوب سے مخلوقات کا مشاہدہ جاتا رہتا ہے پس غیر اللہ کے لئے اپنی محبت کو صرف نہیں کرتے اور کسی کیطرف اپنی مودت کو متوجہ نہیں کرتے کیونکہ دیکھ رہے ہیں کہ وہی انکو کھلاتا ہے اور اپنے فضل سے دیتا اور خاطر کرتا ہے شیخ ابو الحسن نے ایک روز فرمایا کہ ہمکو سوائے اللہ کے کسی سے محبت نہیں یعنی ہماری محبت مخلوق کیطرف متوجہ نہیں ہوتی ایک شخص بولا کہ حضرت آپ کے دادا نے اسکا انکار کیا ہے بدلیل اس حدیث کے جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا یعنی قلوب میں یہ بات پیدا کی گئی ہے کہ محسن سے محبت کریں فرمانے لگے بیشک مگر ہم لوگ تو وہ ہیں کہ خدا کے سوا کسی کو محسن نہیں سمجھتے اسی لئے ہماری قلوب میں اسکی محبت پیدا ہوئی اور جو شخص یہ سمجھے گا کہ اللہ ہی کھانے کو دیتا ہے سو جسقدر نعمتیں نئی نئی ملتی جاویں گی اُسیقدر اللہ کی محبت زائد اور روز بروز تازہ ہوتی جاویگی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی محبت کرو چونکہ تمکو اپنی نعمتیں کھلاتا ہے اور اسکا بیان پہلے گذر چکا اور جو شخص سمجھے گا کہ اللہ ہی کھانے کو دیتا ہے یہ مراقبہ اس کو مخلوق کے روبرو ذلیل ہونیسے اور غیر خدا کیطرف محبت کیساتھ قلب کے مائل ہونیسے محفوظ رکھیگا کیا تمنے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا قول نہیں سنا وَالَّذِیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ہ یعنی ایسا اللہ کہ وہی کھلاتا ہے مجکو اور پلاتا ہے مجکو سو انھوں نے اسی امر سے اللہ تعالی کے منفرد ہونیکی گواہی دی اور اُسکے واحد ہونیکا اقرار کیا اور یہ جو شیخ نے کہا کہ توحید کیساتھ شریعت پر بھی قائم رہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ جو شخص طلاق توحید میں چل نکلتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ملک اللہ ہی ہے اور کسی کی ملک ہی نہیں اور ظاہر شریعت کا پابند نہیں رہتا ایسا شخص اپنے کو دریائے زندقہ میں ڈال دیتا ہے اور اسکا حال سیر و بال ہو جاتا ہے بڑی بات تو یہ ہے کہ حقیقت کیساتھ مؤید ہو شریعت کا مقید ہو اور محقق

ایسا ہی ہوتا ہے نہ تو حقیقت کے ساتھ چھٹا چلا جاوے نہ صرف ظاہر نسبت شریعت کیساتھ ٹھہر جاوے اسکے درمیان میں رہے سو ظاہر نسبت جو ملک کی مخلوقات کیطرف ہی اُسپر ٹھہر جانا شرک ہی **ف** یعنی اصطلاح حقیقت میں **ت** اور حقیقت کے ساتھ چل نکلنا کہ شرع کی پابندی نرہے معطل ہوجانا ہے اور اہل ہدایت کا مقام دونوں کے درمیان ہی جیسا گوبر اور خون کے درمیان میں سے خالص دودہ نکلتا ہے کہ پینے والونکے گلے میں اوترا چلا جاتا ہے **فصل** اور جاننا چاہیے کہ مقدمہ رزق میں بہت سے امور وارد ہوتے ہیں اور بہت سے عوارض پیش آتے ہیں اور شیخ رحمہ اللہ نے اُنمیں سے بہت سے اس اپنے قول میں بیان کیے ہیں اَصْ ھٰذَا الرِّزْقَ وَاعْصِمْنِي مِنَ الْحِرْصِ وَالتَّعَبِ فِي طَلَبِهٖ وَمِنْ شُغْلِ الْقَلْبِ وَتَعَلُّقِ الْهَمِّ بِهٖ وَمِنَ الذُّلِّ لِلْخَلْقِ بِسَبَبِهٖ وَمِنَ التَّفَكُّرِ وَالتَّدْبِيْرِ فِيْ تَحْصِيْلِهٖ وَمِنَ الشُّحِّ وَالْبُخْلِ بَعْدَ حُصُوْلِهٖ یعنی یا اللہ مسخر کر دے میرے لیے قصہ اس رزق کا اور بچا مجکو حرص سے اور اسکی طلب میں مشقت سے اور اسکے ساتھ قلب کے مشغول ہونیسے اور اسکے ساتھ فکر کے متعلق ہوجانیسے اور اسکے سبب مخلوق کے روبرو ذلیل ہونے سے اور اسکی تحصیل میں فکر و تدبیر کرنیسے اور بعد حاصل ہونیکے حرص و بخل سے اور عوارض جو مقدمہ رزق میں پیش آتے ہیں کچھ منحصر نہیں کہ پورے بیان کیے جاویں سو ہم بھی صرف شیخ کے مضامین پر گفتگو شروع کرتے ہیں سو جاننا چاہیے کہ رزق کی نسبت بندے کی تین حالت ہیں ایک[1] تو ملنے سے پہلے یہ تو حالت سعی کی ہی دوسری[2] حالت اسکے بعد وہ حصول کی حالت ہی تیسری[3] حالت اسکے گذرنے کے بعد یعنی وہ رزق جب ختم ہوچکے سو جو حالت قبل حصول پیش آتی ہے وہ حرص ہے اور طلب میں مشقت اُٹھانا اور اسکے ساتھ قلب کا مشغول ہونا اور اسکی ساتھ فکر کا متعلق ہونا اور اسکے سبب مخلوق کے روبرو ذلت اُٹھانا اور اسکی تحصیل میں فکر و تدبیر کرنا سو حرص کی حقیقت تو یہ ہے کہ تحصیل رزق سے نفس کے ساتھ ایک رغبت قائم ہو اور اُسپر بالکل اوندھا ہو جاوے اسکا منشاء ہے وثوق نہونا اور یقین کا ضعیف ہونا اور ان دونوں کا منشاء ہی نور نہونا اور اسکا منشاء وجود حجاب ہے کیونکہ اگر قلب انوار مشاہدہ سے معمور ہوتا اور منت الٰہی اُسکو گھیرے ہوتی تو اُسپر واردات حرص نہ آتی اور اگر نور یقین قلب پر پھیلا ہوتا تو اُسکو قسمت سابقہ مکشوف ہوجاتی تو حرص ممکن نہ تھی کیونکہ یہ شخص یقین کر لیتا کہ اللہ کے پاس میری قسمت کا رزق ہی ضرور میرے پاس پہونچا دیگا اور تعب کرنا طلب رزق میں دو قسم ہے یا تو تعب جسمانی ہے یا تعب روحانی اگر تعب جسمانی ہو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگنا چاہیے

بیان عوارض درباب رزق

ف یہ اشارہ ہے مضمون آیت کی طرف من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین ۱۲ مترجم

کیونکہ جب طالب رزق پر تعب جسمانی غالب ہوتا ہے اسکو بجا آوری احکام سے باز رکھتا ہی اور راحت کیساتھ جو رزق ملتا ہی اسمیں فرصت طاعت اور بجا آوری خدمت سہل ہی اور اگر تعب روحانی ہے تو اُس سے اور بھی زیادہ پناہ مانگنا چاہیئے وجہ اسکی یہ ہے کہ تعب روحانی اسسے ہوتا ہی کہ طلب رزق میں کلفت اٹھاوے اسمیں فکر کرے اور اسکا بوجھ اسکو گرانبار کرے اور راحت بدون توکل میسر نہیں ہوتی کیونکہ جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے بوجھ اونار دیتا ہے اور اسکے عوض خود اٹھالیتا ہی جیسا فرمایا وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ پھر شیخ نے دعا میں کہا کہ قلب کے مشغول ہونے اور اسمیں فکر کے متعلق ہونیسے بچا سو قلب کا قصہ رزق کے ساتھ مشغول ہونا حجاب عظیم ہے یہانتک کہ شیخ ابوالحسن کا قول ہی کہ اکثر جنے مخلوق کو محجوب کر رکھا ہی وہ دو چیزیں ہیں فکر رزق اور خوف خلق اور دونوں میں فکر رزق بڑا حجاب ہے کیونکہ بہت سے لوگ خوف خلق سے فارغ ہیں مگر رزق سے بہت ہی کم خالی ہیں خصوصًا ایسی حالت میں کہ احتیاج تیرے وجود کے ساتھ قائم ہے اور تو ایسی چیز کا محتاج ہے کہ تیری ترکیب کو قائم رکھے اور تیری قوت کو مضبوط کرے اور یہ جو شیخ نے کہا کہ فکر متعلق ہونے سے بچا اس سے مراد یہ ہے کہ رزق کیساتھ ہمت اسقدر متوجہ ہو کہ اسمیں استغراق کی نوبت آجائے یہانتک کہ اور کسی شے کی گنجایش نرہے اور یہ وہ حالت ہی کہ دوری کی موجب ہے اور نور وصال کو تاریک کر دیتی ہے اور آواز بلند کہتی ہے کہ اس حالت والے کا قلب نور یقین سے اُجڑ گیا اور قوت و تمکین سے مفلس ہوگیا اور یہ جو کہا کہ رزق کی باعث مخلوق کے روبرو ذلیل ہونیسے بچا سو جاننا چاہیئے کہ جس شخص کا یقین ضعیف ہو اور دولت عقل سے کم نصیب ہو اسکے لیئے ذلت ضروری ہی کیونکہ اس کو مخلوق سے طمع ہوگی خالق پر وثوق نہوگا وجہ اسکی یہ ہے کہ اُسنے قسمت ازلی کو ندیکھا اور اُسکے صادق الوعدہ ہونیکا یقین اسکو نصیب نہیں ہوا اسلئے مخلوق کے آگے تملق کرکے ذلیل ہوا اور اُنکی لو لگا کر انکو لپٹا اور یہ سزا اسکی ہے کہ اللہ سے غافل ہوا اور آخرت میں جو سزا ہوگی وہ اور بھی سخت ہی اور اگر اس شخص کا ایمان اور توکل صحیح ہوتا تو یہ اس سے معزز ہوتا فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یعنے اللہ ہی کی ہے عزت اور رسول کی اور مومنین کی سو مومن اپنے رب سے عزت حاصل کرتا ہے اور کسی سے عزت نہیں لیتا کیونکہ یقین رکھتا ہے کہ عزت سب اللہ ہی کی ہے اور وہی عزت والا ہے اُسکے سامنے کوئی عزت والا نہیں اور وہی عزت دینے والا ہی کوئی دوسرا عزت دینے والا نہیں سو اس شخص کو اعتماد نے عزت دی اور توکل نے حمایت کی

پس اسکو خواری نہیں کیونکہ اسکو اپنے رب پر اپنی قسمت میں سچا بھروسا ہی اور اسکو غم نہیں کیونکہ اللہ کی منت پر اسکو پورا اعتماد ہی اور وہ اس ارشاد خداوندی کو سن رہا ہے وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ه یعنے نہ ذلیل ہو نہ مغموم ہو تم ہی اونچے رہوگے اگر ایماندار ہو سو مومن کی عزت اسمیں ہے کہ مخلوق سے طمع نکرے اور بادشاہ حقیقی پر وثوق کرے اُسکا ایمان نہیں مانتا کہ وہ اپنی حاجت غیر رب کی طرف لیجاوے یا اپنے قلب کو ماسوا کی طرف متوجہ کرے اسیواسطے بعضوں نے کہا ہی سہ

ہو جو مومن اُسکو ہے قطعًا حرام	رکھے اوروں سے جو امید عطا
ٹھہر جاے یار اور کر ذکر حق	ہو فنا اس میں اسی میں ہو بقا
ملک گیری بادشاہوں کو نصیب	یہ وہ شاہی ہے نہیں جسکو فنا

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے طمع کی غلامی سے آزاد کیا ہو اور تقوی کی عزت دی ہو اسپر بڑا احسان فرمایا اور اُسپر کامل انعام کیا اور یوں جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو متعدد خلعت عنایت کیے خلعت ایمان خلعت معرفت خلعت طاعت خلعت سنت مخلوق سے طمع کرے اور غیر سے انکا آسرا لگائے انکو میلا کر شیخ ابو الحسن فرماتے ہیں کہ مینے خواب میں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ارشاد فرمایا اے علی اپنے کپڑے میل کچیل سے صاف رکھ ہر دم تجکو اللہ کی مدد پہونچے گی مینے عرض کیا یا رسول اللہ میرے کپڑے کون سے ہیں فرمایا جان کہ اللہ تعالیٰ نے تجکو خلعت ایمان خلعت معرفت خلعت توحید خلعت محبت عنایت فرمایا ہی شیخ کہتے ہیں اسوقت میری سمجھ میں اس آیت کے معنے آئے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ پس جو شخص اللہ کو پہچانے گا اسکی نظر میں سب چیزیں چھوٹی معلوم ہونگی اور جو اللہ سے محبت رکھے گا اُسکے روبرو سب چیزیں بے قدر ہوجاوینگی اور جو اللہ کو واحد سمجھے گا وہ کسیکو اُسکے ساتھ شریک نکریگا اور جو اللہ پر ایمان لاویگا وہ ہر بلا سے مامون رہے گا اور جو اللہ کا مطیع ہوگا اسکی نافرمانی نکریگا اور اگر نافرمانی ہوگی تو عذر کریگا اور عذر کریگا تو مقبول ہوگا اور جان تو سمجھ اللہ تجھپر رحم کرے کہ سالک آخرت کو مخلوق سے اُمید اٹھانا اور اُنسے کچھ واسطہ نرکھنا ایسی زینت ہے کہ دلھن کے لئے زیور بھی نہیں اور ان لوگوں کو اس امر کی اس سے بھی زائد حاجت ہی جیسے جان کو پانی کی اور جس شخص کو شاہی خلعت پہنایا جاوے اور وہ اسکو محفوظ رکھے تو زیبا ہے کہ ہمیشہ اسکے پاس رہے اور اس سے نہ چھینا جاوے اور جو خلعت عنایت کو میلا کردے تو سزا ہے کہ اُسکے پاس نرہنے دیں سو اے بھائی اپنے ایمان کو طمع مخلوق سے میلامت کر اور سوائے رب العالمین کے کسی پر

اعتماد مت کر اگر تو اللہ سے عزت حاصل کریگا تو اسکے دوام سے تیری عزت بھی دائم رہے گی اور اگر غیر سے
عزت حاصل کی تو چونکہ اسے دوام نہیں عزت بھی دائم نہو دیگی ایک فاضل نے مجکو اپنا شعر سنایا ٥
مانگ عزت رب سے جسکو ہو قرار ۃ مردے کی عزت ہے سب ناپائدار ۃ اور کوئی شخص کسی عارف کے پاس
روتا ہوا آگیا اور انھوں نے وجہ پوچھی کہنے لگا میرا استاد مرگیا عارف نے فرمایا کہ تو نے ایسے کو کیوں استاد
بنایا جو مرگیا[عہ] اور تجھسے کہا جاتا ہی کہ جب تو غیر اللہ سے عزت ڈھونڈھے گا نہ پائیگا اور جب غیر کا سہارا
چاہیے گا نہ ملے گا جیسا موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو فرمایا تھا کہ اپنے معبود کو دیکھ جسپر تو لگا بیٹھا تھا ہم اسکو جلا دینگے
پھر اسکی راکھ دریا میں اڑا دینگے تمہارا معبود تو وہ ہی جسکے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں گھیر لیا اسنے ہر چیز کو علم
سے ای شخص ابراہیمی بن جا تیرے باپ ابرہیم علیہ السلام لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ہ فرماتے ہیں یعنی میں فانیوں سے
محبت نہیں کرتا اور اللہ کے سوا سب فانی ہیں یا بالفعل یا بالامکان اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہی کہ مِلَّتَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ
یعنی اپنے باپ ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو سو مومن پر واجب ہے کہ ملت ابراہیمی کا اتباع کری اور ملت ابراہیمی
میں سے یہ بھی ہی کہ اپنی امید خلقت سے اٹھائے کیونکہ وہ جس روز منجنیق میں بٹھلا کر دور سے آگ میں پھینکے گئے ہیں
جبرئیل علیہ السلام نے کچھ ذکر چھیڑا آپ نے یہی فرمایا کہ تمسے تو کچھ حاجت نہیں ہاں اللہ سی ہی انھوں نے کہا پھر
اللہ ہی سے دعا کیجیے آپ نے فرمایا اسکا علم میرے سوال سے کفایت کرتا ہی دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے
مخلوق سے اپنی ہمت کو کس طرح بلند رکھا اور اسکو بادشاہ حقیقی کیطرف متوجہ کیا نہ جبرئیل علیہ السلام سے مدد
چاہی نہ دعا پر حوالہ رکھا بلکہ حق تعالیٰ کو جبرئیل اور دعا دونوں سے قریب تر دیکھا اللہ تعالیٰ نے بھی انکو نمرود
اور اسکی عقوبت سے بچایا اور اپنے عطا و فضل سے ان پر انعام کیا اور توجہ کیساتھ انکو مخصوص فرمایا اور منجملہ ملت
ابراہیم علیہ السلام کے یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے غافل کری اس سے عداوت کرے اور ہمت کو اللہ کیطرف
متوجہ کردے جیسا کہ انکا قول اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ
یعنی سوا رب العالمین کے سب میری عداوت ہی اور غنا کی راہ اگر چاہتے ہو سو وہ تو اسمیں ہی کہ لوگوں سے
امید قطع کرے اور شیخ ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں خود اس سے مایوس ہو چکا ہوں کہ میرا نفس کو
نفع پہونچاؤں تو اس سے کیونکر مایوس ہونگا کہ اور کوئی مجکو نفع پہونچاوے اور اللہ سے اوروں کیلئے
امید رکھتا ہوں تو اس سے اپنے لئے کیسے امید رکھوں یہی بڑی کیمیا اور اکسیر ہی کہ جسکو ملگئی اسکو ایسی
تونگری حاصل ہوگئی جسمیں محتاجی ہی نہیں اور وہ عزت ملی جسمیں ذلت نہیں اور وہ خرچ ملا جسکا خاتمہ نہیں اور یہ

عہ یعنی آدمی کو کیوں استاد بنایا حی لایموت کو بنانا تھا ۱۲ الملفوظ شریف سلہ یہ مضمون ہی آیت کا وانظر الی الٰھک الذی ظلت علیہ عاکفا عرقنہ لنفسہ فی الیم نسفا ۱۲ مترجم علہ یہ مضمون ہے آیت کا ولا اسکا ابراہیم ۱۲ مترجم

قصہ شیخ ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ

ان لوگوں کی کیمیا ہے جنکو اللہ کیطرف کی سمجھ ہی شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے ساتھ ہوا اور مجھکو گران معلوم ہوتا تھا میں نے اسکو بے تکلف کیا وہ بے تکلف ہوگیا میں نے اُس سے پوچھا ای صاحبزادے تمکو کیا حاجت ہے اور تم میرے ساتھ کیوں ہوئے کہنے لگا حضرت میں نے سنا ہی کہ آپ کیمیا جانتے ہیں میں اسلیئے ساتھ ہوا ہوں کہ اسکو سیکھوں میں نے اس سے کہا تو سچا ہی اور جسنے تجھسے کہا وہ بھی سچا ہی مگر میں خیال کرتا ہوں کہ تو اسکو قبول نکریگا کہنے لگا کیوں نہیں ضرور قبول کرونگا میں نے کہا کہ میں نے جو مخلوق کو دیکھا تو دو قسم کے لوگ پائے ایک دشمن دوسرے دوست دشمنوں کو جو خیال کیا تو یقین کیا کہ بے حکم خداوندی کے ایک کانٹا بھی نہیں چبھا سکتے میں نے اپنی نظر ان سے ہٹا لی پھر دوستوں سے تعلق کیا تو انکو دیکھا کہ وہ بھی بے حکم خدا مجکو ذرہ برابر نفع نہیں پہونچا سکتے اُنسے بھی قطعی نا اُمیدی کرلی اور اللہ کے ساتھ تعلق کیا تو مجھسے کہا گیا کہ اس امر کی حقیقت تک رسائی نہیں ہوگی یہانتک کہ ہمارے معاملے میں بالکل شک نہ ہو اور غیر سے بالکل مایوس نہو جاوے کہ وہ قسمت کے علاوہ تجکو کچھ دے سکے اور ایکمرتبہ فرمایا اسوقت کسی نے کیمیا پوچھی تھی فرمایا اپنے قلب سے طمع کو نکالدے اور اس سے قطعًا نا امید ہو جا کہ قسمت سے زائد کچھ مل سکے اور یہ جاننا بندگی نہیں کہ عمل بہت سے ہوں وظائف پر دوام کرے اسکی نورانیت کی دلیل تو یہ ہو کہ اپنے رب کے ساتھ اور دوسروں سے غنی ہو اور اپنے قلب سے اسکا منفیہ ہو جاوے اور غلامی طمع سے بچے اور زینت تقوی سے آراستہ ہو اور اسی سے اعمال میں خوبی اور احوال میں صفائی آتی ہی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ یعنی ہمنے زمین پر کی چیزیں اُسکی سجاوٹ بنائیں تاکہ ہم جانچیں کہ انمیں کون اچھے عمل والا ہے پس اعمال کی خوبی اس سے ہی کہ اللہ کیطرف کی سمجھ ہو اور سمجھ وہی ہی کہ اللہ کیساتھ غنا حاصل ہو اسپر اکتفا کرے اُسپر بھروسا ہو اسی سے حاجت پیش کرے اسی کے روبرو ہمیشہ رہے یہ سب ثمرے ایسے ہیں کہ اللہ کیطرف کی سمجھ ہو اور ورع کو اپنی نفس میں اور اوصاف سے زیادہ ڈھونڈھا کرے اور مخلوق سے طمع رکھنے سی پاک رہے کیونکہ طامع مخلوق اگر سات دریاؤں سے پاک ہونا چاہے تو کوئی چیز اسکو پاک نہیں کرسکتی بجز اسکے کہ انسے مایوس ہو اور اُنسے اپنی ہمت بلند رکھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں تشریف لائے جامع مسجد میں آکر واعظوں کو دیکھا کہ وعظ کہہ رہے ہیں سبکو اُٹھا دیا یہانتک کہ حسن بصری کے پاس تشریف لائے اور فرمایا ای نوجوان میں تجھسے ایک بات پوچھتا ہوں اگر جواب دیدیا تو تجھے رہنے دونگا نہیں تو تجھے بھی اٹھا دونگا جیسا اوروں کو اٹھا دیا ہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُنپر کچھ آثار رشد دیکھے تھے حضرت حسنؓ نے عرض کیا پوچھیے جو آپکا جی چاہے حضرت علیؓ

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بتلاؤ دین کی جڑ کیا ہے کہا ورع فرمایا دین کی خرابی کیا چیز ہے کہا طمع فرمایا تو
بیٹھا رہ تجھ جیسا شخص لوگونکو وعظ کہہ سکتا ہے اور میں نے اپنے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے کہ فرماتے
تھے کہ میں اوائل زمانے میں حدود اسکندریہ میں تھا کسی شناسا کی پاس جا کر کوئی چیز آدھے درہم کو خریدی تھی
میں نے اپنے دلمیں کہا کہ شاید یہ شخص مجھسے دام نہ لے اُسیوقت ایک ہاتف نے آواز دی کہ دین کی سلامتی
اسیں ہے کہ مخلوق سے طمع نہ رکھی جاوے اور میں نے اُنسے سُنا ہے کہ طمع والا کبھی سیر نہیں ہوتا طمع کے حرفونکو دیکھو
سب خالی ہیں طا میم عین ف شیخ سعدیؒ کا قول مشہور ہے شعر طمع را سہ حرف ست وہر سہ تہی ÷ ازین نیست
مرطامعان را بہی ت سوائے مرید تجکو لازم ہے کہ مخلوق سے اپنی ہمت کو بلند رکھ اور مقدمہ رزق میں
اُنکے سامنے خوار مت بن کیونکہ وہ تیرے وجود سے پہلے قسمت میں لکھا گیا اور تیرے ظہور سے پہلے ثابت
ہو چکا اور ایک بزرگ کا مقولہ سُن کہ اے مرد آدمی جو چیز تیری ڈاڑھوں کے چبانے کے لیے مقدر ہو چکی ہے وہ
ڈاڑھیں ضرور اسکو چباوینگی سو کیجئے لے اسکو عزت سے کھا ذلت سے مت کھا جاننا چاہیے کہ جو اللہ کو پہچانیگا
اسکی ضمانت وکفالت پر وثوق رکھیگا اور جبتک کہ اللہ کے پاس کی چیز پر اس سے زیادہ بھروسا نہو جتنا اپنے
پاس کی چیز پر ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی ذمہ داری پر اس سے زیادہ وثوق نہو جتنا مخلوق کی ذمہ داری پر ہو
جاتا ہے اسوقت تک بندے کی سمجھ کامل نہیں ہوتی اور جاہل ہونے کے لیے یہی بہت ہے کہ یہ حالت نہو اور کسی شخص نے
ایک آدمی کو جو کہ عارف تھا دیکھا کہ ہر وقت جامع مسجد میں رہتا ہے باہر نہیں جاتا اس شخص نے اس قدر
اسکی پابندی سے تعجب کیا اور اپنے دلمیں سوچا کہ یہ کہانسے کھاتا ہے وہ عارف اس شخص کے خطرے پر مطلع
ہو کر ایک روز اُس سے پوچھنے لگا کہ تو کہانسے کھاتا ہے اس شخص نے کہا کہ میرا کوئی دوست یہودی ہے اس نے مجھسے
دو روٹی روزانہ کا وعدہ کیا ہے وہ دے جاتا ہے اس عارف نے کہا اے غریب تو نے اپنے لیے ایک یہودی کے
وعدے پر وثوق کیا اور میرے لیے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر وثوق نہیں کیا حالانکہ اسکا ایسا سچا وعدہ ہے
جو کبھی خلاف نہیں ہوتا اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ
مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا وہ شخص شرما کر چلا گیا کسی اور بزرگ کا قصہ ہے کہ چند روز کسی امام کے پیچھے نماز
پڑھتے رہے امام کو اُنکے ہر وقت مسجد میں بیٹھے رہنے اور اسباب کے چھوڑنے سے تعجب ہوا پوچھا تم کہانسے کھاتے
ہو اُنھوں نے کہا ذرا ٹھہر جاؤ میں پہلے اپنی نمازیں لوٹا لوں پھر بتلاؤنگا کیونکہ میں ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں
چاہتا جو اللہ میں شک کرتا ہو اور حکایتیں اس بارے میں بہت ہیں کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر

۵ اس سے تائید ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی نے حضرت امام بصری کو اپنا خلیفہ بنایا ۱۲ الملفوظ شریف

کہ اگر کسی شخص کو ایک کوٹھری میں بند کر کے اوپر سے گارالیس دیا جاوے تو اسکا رزق کہاں سے آویگا فرمایا
رزق وہاں سے آویگا جہاں سے موت آویگی۔ اس حجت کو دیکھ کیسی روشن ہے۔ اور یہ دلیل
کیسی واضح ہے اور یہ جو شیخ نے کہا کہ بچا ہم کو فکر و تدبیر کرنے سے اسکے حاصل کرنے میں
سو تفکر تو یہ ہے کہ اپنے دلمیں یہ مضمون حاضر کرے کہ کوئی غذا ضرور چاہیئے جس سے یہ جثہ قائم رہے اور تدبیر یہ ہے
کہ دلمیں کہے کہ فلاں فلاں طریقے سے رزق ملیگا۔ پھر کہے نہیں بلکہ فلاں فلاں اسباب سے میسر ہوگا اور
یہی ادھیڑبن یہانتک بڑھے کہ نماز میں خبر نہو کہ کتنی پڑھی اور تلاوت قرآن میں خبر نہو کہ کیا پڑھا پس وہ
طاعت جسمیں تو لگا تھا مکدر ہوجاوے اور اسکے انوار سے تو بے نصیب ہی اور اسکے اسرار سے تو محروم
رہے سو جب یہ خیال تجکو گھیرے تو کدال توکل سے اسکی بنا کو منہدم کر دے اور وجود یقین سے اسکو ریزہ
ریزہ کر دے اور جان تو تجھ اللہ کی مہر ہو کہ اللہ تعالیٰ تیری تدبیر کا انجام تیری ہونے سے پہلے کر چکا ہے
اور تو اگر اپنے نفس کی خیر خواہی چاہتا ہے تو اسکے لئے تدبیر مت کر کیونکہ اسکے لئے تیرا تدبیر کرنا ضرر ہے
کیونکہ اس تدبیر کے سبب سے تجکو تیرے ہی حوالے کر دیا جاویگا اور مدد لطف تجھ تک نہ پہونچیگی اور حق
تعالیٰ ایماندار کو تدبیر اور مقابلۂ تقدیر نہیں کرنے دیتا ہے اگر تجکو یہ پیش آوے یا اسکا خطرہ آوے تو اسپر
قائم مت رہ کیونکہ نور ایمان اسکو نہیں رہنے دیتا فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ
یعنی ہمارے ذمے ہے حمایت ایمان والوں کی اور فرمایا بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا
هُوَ زَاهِقٌ یعنی بلکہ ہم پھینک مارتے ہیں حق کو ناحق پر پس وہ اسکا بھیجا نکال دیتا ہے پھر وہ جاتا رہتا ہے اور
یہ جو شیخ نے کہا کہ بعد حصول کے حرص و بخل سے بچا سو یہ دونوں عوارض بعد حصول کے ہیں اور یہ دونوں
ضعف یقین اور بے اطمینانی سے پیدا ہوتے ہیں اسوقت حرص اور بخل واقع ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ نے
اپنے کلام پاک میں حرص و بخل دونوں کی مذمت فرمائی ہے فرمایا وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۝ یعنی جو شخص حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اس سے مفہوم ہوا کہ صاحب
شح کو فلاح نہیں یعنے اسکو نور نہیں اور فلاح نور کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے منافقین کے حال میں
فرمایا أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ یعنے وہ لوگ مال پر
حریص ہیں یہ لوگ ایمان نہیں لائے پس اکارت کر دیے اللہ نے انکے کام اور فرمایا وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللَّهَ
الی قوله مُعْرِضُونَ اور فرمایا وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ یعنی جو بخل کرتا ہے وہ حقیقت میں اپنے سے

ص
یہ آیت پوری
مع ترجمہ کے اوپر
گذر چکی ہے
۲۱ ستمبر

بخل کرتا ہے کیونکہ نفع انفاق کا اسی کو ملتا ہی اور لفظ حرص و بخل تین قسم پر اطلاق کیا جاتا ہی **اول قسم**
یہ ہے کہ اپنے مال کو واجبات میں خرچ کرنے سے بخل کرے **دوسری قسم** یہ ہے کہ مال میں ایسی جگہ
خرچ کرنے سے بخل کرے جہاں لوگو نیر خرچ کرنا واجب نہیں **تیسری قسم** یہ کہ اپنی جان کو اللہ کیواسطے
خرچ کرنے میں بخل کرے سو قسم اول بخل کی یہ ہے کہ بخل کرکے زکوٰۃ ندی حالانکہ اُسکا حکم ہے یا کوئی
ایسا حق جو تجھپر معین ہوگیا ادا نہ کرے مثلاً ماں باپ کو دینا جب وہ محتاج ہوں و راولاد کو دینا جب وہ محتاج
ہوں یا نابالغ ہوں اور بیوی کو دینا غرض جو حق تجھپر اللہ تعالی نے واجب کیا ہی اُس سے کوتاہی کرنا
زبان ملامت کو تجھپر کشادہ کریگا۔ اور تو مستحق عقوبت ہوگا اور اس باب میں آیت آئی ہے وَالَّذِیْنَ
یَکْنِزُوْنَ قولہ عَذَابٌ اَلِیْمٌ علمار نے فرمایا ہے کہ کنز اس مال کو کہتے ہیں جسکی زکوٰۃ نہ بجاوی جب زکوٰۃ
دیدی کنز نرہا مطلب یہ ہی کہ اس وعید میں داخل نہوگا اور اسپر ملامت کی زبان نہ کھولی جاوے گی
دوسری قسم بخل کرنا ایسی جگہ خرچ کرنے سے جسکے ساتھ وجوب متعلق نہیں جیسے ایک شخص نے مال کی زکوٰۃ
تو نکالی مگر اسکے بعد پھر کچھ خرچ نہیں کیا اور اس شخص نے اگرچہ حکم خداوندی کی تعمیل کی کہ جو واجب تھا
نکالکر دیدیا مگر صرف اسپر بس کرنا مناسب نہیں کیونکہ صرف واجبات پر کفایت کرنا اور نفل خیرات کو ترک کرنا
یہ کم ہمت لوگوں کا کام ہے سو جو شخص مومن ہو اپنا حال اللہ کے ساتھ درست کرنا چاہتا ہو اُسکو زیبا نہیں
کہ جو چیز اسپر اللہ نے واجب نہیں کی اسمیں اللہ کے ساتھ بالکل معاملہ نہ رکھے کیونکہ اگر ایسا ہوا تو اسکی حالت
اس شخص کی سی ہے کہ فرائض تو پڑھتا ہے مگر سنن نہیں بجالاتا اور اے شخص تجکو اللہ تعالی کا یہ ارشاد جو
حدیث قدسی میں وارد ہوا کافی ہے کہ قرب ڈھونڈھنے والوں کو میرے ساتھ کسی عمل سے ایسا قرب
نہیں حاصل ہوتا جیسا ادائے فرض سی ہوتا ہی اور ہمیشہ میرا بندہ نوافل سے میرا قرب ڈھونڈھتا رہتا ہی یہانتک
اسکو اپنا پیارا بنالیتا ہوں جب میں اسکو پیارا بنالیتا ہوں تو میں اسکا کان و آنکھ اور دل و زبان و عقل و ہاتھ
اور مددگار بن جاتا ہوں سو حق تعالی نے بیان فرمادیا کہ تکرار نوافل و اس کا اہتمام بندی کو اللہ کا محبوب
بنادیتا ہے اور نوافل وہ اعمال ہیں جنکو اللہ تعالے نے تجھسے بطور وجوب کے طلب نہیں کیا خواہ نماز ہو
یا صدقہ یا حج یا اور کچھ اور جو شخص صرف فرض نمازیں پڑھتا ہے اور دوسرا شخص فرض و نفل دونوں
بجالاتا ہے یا ایک شخص صرف زکوٰۃ دیتا ہے دوسرا شخص زکوٰۃ کے ساتھ کچھ بھی سخاوت کرتا ہے ان
دونوں آدمیوں کی ایسی مثال ہے جیسے کسی مالک کے دو غلام ہوں و راس مالک نے دونوں غلاموں پر

ف اقسام بخل ۱۷

حدیث یہ ہے ما تقرب الی المتقربون بمثل اداء ما افترضت علیہم ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت لہ سمعا و بصرا و لسانا و قلبا و عقلا و یدا و مؤیدا ۱۲ تنویر

دو دو درہم روزانہ خراج مقرر کر دیا سو ایک غلام تو اتنا ہی لاکر مالک کو دیتا ہے اور اس سے زیادہ نہیں لاتا نہ کچھ ہدیہ دیتا ہے نہ کچھ محبت کرتا ہے اور دوسرا غلام وہ مالک کے لیے وہ بھی لاتا ہے جو اسکا بار لاتا ہے اور علاوہ خراج معین کے ظروف و میوہ جات ہدیہ لاتا ہے پس یہ غلام بلاشک مالک کے نزدیک زیادہ بہرہ ور اور حصہ محبت کا زیادہ مستحق اور اس کی عنایت سے زیادہ نزدیک ہوگا کیونکہ جو غلام صرف اسیقدر لاتا ہے جتنا معین کر دیا اسکو مالک سے محبت نہیں صرف خوف سزا سے دیتا ہے اور جو غلام علاوہ خراج معین کے ہدیہ وغیرہ بھی لاتا ہے وہ مالک سے محبت کی راہ چلتا ہے اور اسکی محبت کو پیش نظر رکھتا ہے یہی غلام مالک کے قرب و محبت نصیب ہونیکا زیادہ مستحق ہے اور اللہ تعالی نے بندوں پر صرف اسیوجہ سے واجب کر دیا کہ انکا ضعف و کسل کہ جو انکی حالت و صفت ہے اسکو معلوم تھی سو جو کچھ واجب کیا اسلیئے واجب کیا کیونکہ انھیں چیزوں میں جو اب واجب کی ہیں اختیار دیدیتے تو اسکو ہرگز نہ بجا لاتے مگر قدرے قلیل اور یہ لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں اسلیئے اُسپر اپنی طاعت واجب کر دی اور حقیقت میں دخول جنت کو واجب کیا پس انکو وجوب کی زنجیروں میں باندھکر جنت کو روانہ کیا حدیث میں ہے کہ تیرا پروردگار ایسے لوگوں سے تعجب فرماتا ہے جو زنجیروں میں باندھکر جنت میں بھیجے جاتے ہیں **تنبیہ و اعلام** جان تو اللہ تعالی تجھپر رحم فرماوے کہ ہمنے واجبات کو غور کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالی نے جتنی عبادتیں واجب کی ہیں انھیں کی جنس سے کچھ نفل بھی مقرر کی ہے تاکہ اس نفل سے اُس خلل کا تدارک ہوجاوے جو ادائے واجب میں مکلف سے ہوجاتا ہے اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ اول بندی کی فرض نماز کو دیکھا جاویگا اگر اسمیں کچھ نقصان ہوا تو نوافل سے اسکی تکمیل کر دیجاویگی اسکو خوب سمجھ لے اللہ تجھپر رحم فرماوے اور صرف اسی عمل پر اکتفا مت کر جو اللہ نے تجھپر فرض کیا ہے بلکہ تجھ میں ایک مستعد کرنے والی محبت بھی ہونی چاہیئے جو اس امر پر تیرے متوجہ ہونیکا باعث ہو کہ اللہ نے جو چیز تجھپر واجب نہیں فرمائی اسمیں بھی اللہ سے معاملہ ہونا چاہیئے اور اگر بندے اپنی میزان عمل میں صرف واجبات کے کرنے اور حرام کے چھوڑنے کا ثواب دیکھیں تو انکو اسقدر خیر و منت فوت ہوجاویگی جسکو کوئی گننے والا گن نہیں سکتا اور اندازکرنیوالا اندازہ نہیں کرسکتا پس پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں کے لیئے دروازہ معاملہ کا کشادہ فرمایا اور اسباب وصال کو بیان کر دیا اور جاننا چاہیئے کہ حق تعالی کو معلوم ہے کہ میرے بندوں میں کم ہمت بھی ہیں اور ہمت والے بھی اسلیئے واجبات کو واجب کیا اور حرام کو بیان کیا جو کم ہمت تھے انھوں نے صرف ادائے واجبات

۵۷ حدیث یہ ہے عجب ربک من قوم یساقون الی الجنة بالسلاسل ۱۲ تنویر

فائدہ کثرت و محبت نوافل

اور ترک محرمات پربس کیا اوران کے دلومیں غلبۂ محبت اور شیفتگی نہیں ہے جوانکو باعث ہو کہ بدون واجب کیئے بھی معاملہ کریں سوان کی مثال اس غلام کی سی ہے جس کا حال مالک کو معلوم ہے کہ اگر اسپر خراج مقرر نکرونگا تو یہ کچھ نہ لائیگا اسیواسطے حق سبحانہ تعالےٰ نے اوراد کو موقت فرمایا اور اعمال عبودیت کو مقرر کیا اور طلوع وغروب اور زوال اور سایہ کے برابر ہوجانے سے نماز کے اوقات تبلائے اور نقدا ور تجارت اور مواشی میں جومال بڑھتا ہو اُسمیں سال گذرنے پر مقرر کیا اور کھیتی میں جب پیداوار ہو جیسا فرمایا وَاٰتُوا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ یعنے کھیتی کا حق کاٹنے کے دن دو اور حج کو عشرۂ ذی الحجہ میں مقرر کیا۔ اور روزے ماہ رمضان میں ٹھہرائے پس ان اعمال کو معین کیا انکا وقت مقرر کیا اور اُنسے جو وقت بچے اسمیں حظوظ البشریہ اور سعی اسباب کے لیئے فرصت دی اور جو اہل اللہ ہیں اور انکو اللہ کی طرف کی سمجھ ہے اُنھوں نے تمام اوقات کو ایک وقت کردیا۔ اور تمام عمر کو اللہ کی طرف قصد کرنیکا راستہ بنایا اور جان لیا کہ سارا وقت اسی کا ہے اسکا کچھ حصہ بھی غیر کے لیئے نہیں ٹھہرایا اسیواسطے شیخ ابوالحسنؒ نے فرمایا ہی کہ بس ایک وظیفہ اختیار کرلو اور وہ ترک کرنا ہی خواہش نفسانی کا اور محبت کرنا مالک سے پھر محبت اس محب کو بجز طاعت محبوب کے کوئی کام ہی نکرنے دیگی اور وہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے سانس میں حق تعالیٰ کی امانتیں اور ودیعتیں ہمارے پاس ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ انکے لحاظ رکھنے کا مطالبہ ہمسے کیا جاویگا پس اُنھوں نے اپنی ہمتیں اسطرف متوجہ کردیں اور جیسا اللہ کی ربوبیت دائم ہی اسی طرح تجھپر حقوق ربوبیت بھی دائم ہیں سواسکی ربوبیت جیسے کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں اسکے حقوق ربوبیت بھی ایسے ہی ہونے چاہئیں شیخ ابوالحسنؒ فرماتے ہیں کہ ہر وقت کے لیئے عبودیت کا ایک حصہ ہی جسکا تقاضا حق تعالیٰ تجھ سے بحکم ربوبیت فرماتا ہے اب ہمکو لازم ہے کہ کلام کی باگ روک لیں تاکہ مقصود کتاب سے علیحدہ نہو جاویں۔ تیسری قسم سخاوت کی وہ جان دینا ہے راہِ مولیٰ میں یہ سب اقسام میں افضل ہے اور دوسری قسمیں سخاوت کی اسی کے حاصل کرنے کے لیئے ہیں پس جو شخص اللہ کے ساتھ واجب میں دریغ نہیں کرتا کبھی غیر واجب خیرات میں دریغ کرتا ہے اور جو غیر واجب میں دریغ نہیں کرتا کبھی جان دینے میں دریغ کرتا ہے اور اس کے خرچ کرنے میں سخی نہیں بنتا کیونکہ جان کی سخاوت کرنا اور اسکو خرچ کرنا یہ اخلاق صدیقین اور حالات اہل یقین سے ہے جنکو اللہ کی معرفت ہوگئی اُنھوں نے اپنی جانیں دے ڈالیں کیونکہ اُنکو یقین ہے کہ غلام مالک کے آگے کسی شے کا مالک نہیں ہوتا۔ اور جب جان کی سخاوت

تقسیم عوارض

سب اقسام میں کامل تر ہی تو اسکا بخل بھی سب سے بدتر ہوگا اس بیان سے شیخ کے اس قول کے معنی واضح ہوگئے کہ ہمکو حرص و بخل سے بعد حصول رزق کے بچا اور یہ اشارۃً و اجمالاً بیان ہوا ہی نہ تفصیلاً کیونکہ کتاب اس مضمون کے لیئے نہیں بنائی گئی تیسری قسم اُن عوارض کی جو مقدمہ رزق میں پیش آتی ہیں کیونکہ ہمنے اوپر بیان کیا ہی کہ عوارض جو مقدمہ رزق میں پیش آتی ہیں وہ تین طرح کی ہیں ایک قبل الحصول دوسری وقت الحصول ان دونوں کا ذکر تو کلام شیخ میں ہوچکا اور ہمنے اسکو خوب بیان کر دیا ہے تیسری قسم وہ عوارض ہیں جو بعد حصول اور ختم ہوچکنے رزق کے پیش آتے ہیں یعنی افسوس ہونا پچھتانا ہمیشہ اُسکا نگران رہنا سو اس سے بھی پاک ہونا چاہیئے اور یہ ارشاد خداوندی سنو لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ یعنے تاکہ نہ مغموم ہو تم اس چیز پر جو تم سے جاتی رہے اور نہ اتراؤ اسپر جو تمکو دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی کا بچہ انتقال کر گیا آپنے فرمایا **ف** یعنی قاصد سے **ت** کہ انکو یہ بات تبلا دو کہ اللہ ہی کا تھا جو لے لیا اور اسی کا ہی جو دے رکھا ہے اور جو شخص بجز اللہ کے کسی چیز کے نہ ملنے پر افسوس کرے وہ باواز بلند اپنی جہالت اور خدا سے دوری کی خبر دے رہا ہے کیونکہ اگر اللہ کو پاتا تو ماسوا کو ڈھونڈھتا نہ پھرتا پس جو شخص اللہ کو پالیتا ہے پھر وہ کسی شے کو نہیں پاتا کہ اسکو تلاش کرے اور بندے کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جو چیز اسکے ہاتھ نہیں آتی وہ اسکا حصہ نہ تھا یا کوئی چیز اسکے پاس تھی اور گم ہوگئی وہ اسکا حق نہ تھا کیونکہ وہ اگر اُسکا رزق ہوتا تو دوسرے کے پاس جاتا بلکہ اسکے پاس عاریت تھی جسنے عاریت دی تھی اُسنے لے لی اور جسنے ایجاد کیا تھا اُسنے واپس کر لیا اور کسی شخص کی ایک چچازاد بہن تھی بچپن سے اسکے نامزد تھی جب یہ شخص بڑا ہوا ایسے مور پیش آئے کہ اس سے نکاح نہوا اس لڑکی کا اور کسی سے نکاح ہوگیا۔ ایک سمجھدار آدمی اسکے پاس آیا اور کہا کہ جس شخص نے تیری چچازاد بہن سے نکاح کیا تجکو مناسب ہے کہ اس سے جاکر معذرت کر کیونکہ تو اُس لڑکی کو لینا چاہتا تھا۔ اور وہ ازل میں اُسکی زوجہ تھی **ف** یعنی یہ معذرت کر کہ میں نے تمہارے حق لینے کا ارادہ کیا تھا نادانستگی میں مجھسے یہ خطا ہوئی اب تم معاف کر دو اور کدورت نہ رکھو **ت** اور ایماندار کو اس مضمون میں کہ فوت ہوئی چیز پر نادم نہ ہو یہ آیت بس ہی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ یعنے بعضا آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کی عبادت کنارے پر کرتا ہے اگر اسکو کوئی مال مل گیا۔ تو اسمیں مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر کوئی آزمایش لگی تو اُلٹے منہ لوٹ جاتا ہے ٹوٹے میں پڑا یہ

شخص دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی یہ کھلا ٹوٹا ہے سو حق تعالےٰ نے اُس شخص کی مذمت فرمائی ہی جو
چیزوں کے ملنے کے وقت اسکے ساتھ جی لگائے دیکھو کس طرح فرمایا۔ فَاِنْ اَصَابَہٗ خَیْرُنِ اطْمَاَنَّ بِہٖ
یعنے اس مال پر جی لگا بیٹھا اور اگر اسکو سمجھ ہوتی تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی چیز سے دل نہ لگاتا اور صرف
اللہ ہی کے ساتھ اسکا جی لگتا اسی طرح اس شخص کی بھی مذمت فرمائی جو ان چیزوں کے گم ہو جانے کے
وقت مغموم ہو کیونکہ فرمایا وَاِنْ اَصَابَتْہُ فِتْنَۃٌ اور فتنے کی تفسیر ہے اس مرغوب چیز کا گم ہو جانا جس سے
جی لگا تھا اِنْقَلَبَ عَلٰی وَجْھِہٖ یعنے اسکی عقل متحیر ہو جاتی ہے اور نفس بھول جاتا ہے اور قلب غافل
ہو جاتا ہے اور یہ صرف اسوجہ سے ہی کہ اللہ کی معرفت اسکو نصیب نہیں اور اگر اللہ کو پہچانتا تو اسکا
موجود ہونا تمامی موجودات سے بے پرواہ کر دیتا اور اسکے باعث ہر مفقود سے مستغنی ہو جاتا اور جسنے
اللہ کو نپایا اُسنے کچھ بھی نپایا اور جسنے اللہ کو پالیا اُسنے کسی چیز کو گم نہیں کیا اور جس شخص نے ایسی ذات
کو پالیا جسکے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اسکو کیونکر کہیں کہ اُسنے کسی چیز کو گم کیا ہی اور جسنے موجد اشیاء
کو پالیا اسکو کیسے کہیں کہ اُسنے کسی چیز کو گم کیا ہے اور جسنے ایسی ذات کو پالیا جو ہر چیز میں جلوہ گر ہی اسکو
کیسے کہیں کہ اسکی کوئی چیز گم ہو گئی پس ماسوی اللہ اہل معرفت کے نزدیک یافت و نایافت کے ساتھ موصوف
نہیں ہوتا وجہ یہ کہ اسکے آگے کوئی موجود ہی نہیں کیونکہ اسکی احدیت ثابت ہی سیطرح کوئی چیز مفقود بھی
نہیں کیونکہ مفقود وہ چیز ہوتی ہے جو پہلے موجود ہوئی ہو اور اگر حجاب وہم پھٹ جاوے تو معاینہ ہو جاوے
کہ اشیاء عالم موجود نہیں اور نور یقین چمک اُٹھے اور وجود کائنات کو ڈھانپ لیوے اور جب تو اسکو سمجھ چکا
تو تجھ کو لازم ہے کہ کسی چیز کے گم ہونے پر غم مت کر اور کسی شئے کے موجود ہونیکی طرف میل مت کر کیونکہ
جو شخص ایسا ہو کہ چیز پائے تو میلان کرے اور نپائے تو مغموم ہو اُسنے ثابت کر دیا کہ وہ اس چیز کا بندہ ہے
جسکے ہونے نے اسکو خوشنود اور گم ہونے نے غم آلود کیا ہے اور اس مقام میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنو برباد ہو جاوے بندہ دینار کا برباد ہو جائے بندہ درم کا برباد ہو جائے بندہ
کملی کا برباد ہو جائے اور سرنگون ہو جاوے اور اگر اسکے کانٹا لگے تو نکلنا نصیب نہو سو اپنے ولین بجز
اللہ کی محبت اور دوستی کے کسی چیز کو محکم مت کر کیونکہ تیرا رتبہ اس سے زیادہ ہی کہ تو غیر کا بندہ بنے
اللہ نے تجکو لائق غلام بنایا۔ تو نالائق غلام کیوں بنتا ہے اور جنکو اللہ کی طرف کی سمجھ ہی انکی فہم انکو
کسی شئے کے ہونے کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی اور نہ کسی شئے کے نہ ملنے سے نگران ہونے دیتی ہی

له حدیث یہ ہے تعس عبد الدینار تعس عبد الدرہم تعس عبد الخمیصۃ تعس وانتکس واذا شیک فلا انتقش ۱۲ تنویر

ت اُٹھ جاوے

تاکہ انکی عبودیت محفوظ رہے اور ماسوا سے آزادی درست رہے میں نے اپنے شیخ ابو العباس سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اہل حال دو قسم ہیں ایک تو وہ شخص جو حال میں حال کا ہو رہا ہے اور ایک وہ شخص جو حال میں حال پیدا کرنیوالے کا ہو رہا ہے سو جو شخص کہ حال میں اپنے حال کا ہو رہا ہی وہ بندۂ حال ہے اور اسکی یہ کیفیت ہی کہ اگر حال کو پاتا ہی تو خوش ہوتا ہی اور جب نہیں پاتا تو غمگین ہوتا ہی اور جو شخص کہ حال میں حال پیدا کرنیوالے کا ہو رہا ہے وہ بندۂ خدا ہے نہ کہ بندۂ حال ورا سکی یہ کیفیت[لہ] ہی کہ اگر حال کو نپائے تو غمگین نہیں ہوتا اور جو پائے تو خوش نہیں ہوتا پس ارشاد خداوندی ہی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ اسکی تفسیر یہ ہی کہ عبادت کرتا ہے اللہ کی ایک کنارے پر یعنی ایک جہت پر وہ جہت اگر زائل ہوگئی اسکی طاعت بھی زائل ہوگئی اور اسکی اطاعت منقطع ہوگئی اور اگر اسکو ہماری طرف کی سمجھ ہوتی تو ہر حالت اور ہر جہت میں ہماری عبادت کرتا۔ جیسا وہ تیرا ہر حال میں تیرا رب ہے اسیطرح تو ہر حال میں اسکا بندہ رہ فرمایا فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ﹰنِ اطْمَاَنَّ بِهٖ یعنی اسکو اگر کوئی خیر پہونچتی ہی جو اسکے نفس کے موافق ہو کہ اسکی نظر میں خیر ہے اور کبھی واقع میں شر ہوتی ہے وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ﹰنِ انْقَلَبَ یعنے اگر وہ خیر جاتی رہے جس سے مطمئن ہوا تھا اور اسکو فتنہ یعنی آزمایش فرمایا کیونکہ نعمت کے گم ہونے میں مومن کے ایمان کا امتحان ہوتا ہے اور نہ ہوت میں لوگوں کے حال معلوم ہوتے ہیں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ ہمارا غنا اللہ کیساتھ ہے حالانکہ انکا غنا اسباب سے اور طرق اکتساب سے ہی اور بہت سے لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہمکو اپنے رب سے اُنس ہے اور حالانکہ انکا انس اپنے حال سے ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حال جاتے رہنے سے اُنس بھی جاتا رہتا ہے پس اگر رب سے انس ہوتا تو وہ تو دائم و باقی ہے انس بھی دائم و باقی رہتا فرمایا اللہ تعالے نے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ دنیا کا تو یہ نقصان ہوا کہ مراد دنیوی حاصل نہوئی اور آخرت کا اسلیئے نقصان ہوا کہ اسکے لیئے عمل نہیں کیا سو جو کچھ اسکا مطلوب تھا جاتا رہا اور اُسنے ہمکو تو طلب کیا نہ تھا کہ ہم اسکے ہوجاتے خوب سمجھ لو **فصل** اس فصل میں مثالیں ذکر کرینگے اللہ کے آگے تدبیر چلانے کی اور تدبیر چلانیوالوں کی اور مثالیں رزق کی اور اللہ تعالی کے کفیل ہونے کی۔ کیونکہ مثال سے خوب حال کھلتا ہے **پہلی مثال** جو اللہ کے آگے تدبیر چلائے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کسی شخص نے سمندر کے کنارے پر مکان بنایا ہو وہ جسقدر عمارت میں کوشش کرتا ہے موجیں بڑھتی جاتی ہیں۔ اسکے سارے حیلے رخصت ہوجاتے ہیں یہی حال اُس شخص کا ہے

لہ کما قال العارف الرومی
روزہا گر رفت گو رو باک نیست
تو بمان اے آنکہ چون تو پاک نیست

ف ابتغاء تعمیر ۱۲

جو اللہ کے آگے تدبیر کرتا ہے کہ وہ تو تدبیر کی عمارتیں تیار کرتا ہے اور تقدیر آکر اسکو گرا دیتی ہے اسیواسطے کہا گیا ہے کہ مُدبّر تدبیر کرتا ہے اور تقدیر ہنستی ہے اور شاعر نے کہا ہے ؎ عمارت کب پوری ہو کہ تو اسکو بنانا ہو وے مگر ہو دوسرا اس جا کہ وہ اسکو گراتا ہو مثال ۲ مدبر کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص ریگ کے ڈھیر میں آکر اسپر مکان چنے آندھی جو آئی سب ریگ اُڑ گیا جو بنایا تھا وہ گر گیا جیسا کہا گیا ہے ؎ ٹک گئے گھر انکے ملکر ریگ میں کب ہے قائم جو ہو گھر ریگ میں مثال ۳ مدبر کی ایسی مثال ہے جیسے ایک لڑکا اپنے والد کیساتھ سفر کرے اور دونوں رات کو چلیں اور باپ چونکہ اپنے لڑکے پر غایت درجہ کا شفیق ہے وہ لڑکے کی بیخبری میں دیکھ بھال کر رہا ہے مگر لڑکا بوجہ حائل ہونے تاریکی کے باپ نہیں دیکھتا اسلیئے وہ لڑکا اپنی فکر میں مبتلا ہے کہ کس طرح کرے یکایک چاند نکل آیا اور باپ کو دیکھا کہ پاس ہی اسکا جی ٹھہر گیا۔ اور دلکو سکون ہوگیا چونکہ اپنے باپ کو پاس دیکھا اسوقت باپ کی تدبیر پر اپنی تدبیر سے مستغنی ہوگیا ایسا ہی جو شخص اپنے لیئے تدبیر کرتا ہے وہ اسلیئے تدبیر کر رہا ہے کہ شب دوری میں مبتلا ہے اسکو اللہ تعالیٰ کا قرب معلوم نہیں اگر ماہتاب توحید یا آفتاب معرفت طلوع کرے تو اللہ کا قرب مشاہدہ کرے پھر تدبیر کرتا ہوا شرمائے اور اللہ کی تدبیر پر اپنی تدبیر سے مستغنی ہو جاوے مثال ۴ تدبیر ایک درخت ہے پانی اسکا بدگمانی ہے پھل اسکا اللہ سے دوری ہے کیونکہ اگر بندے کو اپنے رب سے حسن ظن ہوتا تو درخت تدبیر بوجہ اسکی غذا موقوف ہو جانیکے اسکے قلب میں خشک ہو جاتا اور اسکا پھل اللہ سے دوری اسلیئے ہے کہ جو شخص اپنے لیئے تدبیر کرتا ہے وہ اپنی عقل پر اکتفا کرتا ہے اور اپنی تدبیر پر راضی ہوتا ہے اور اپنی ہستی پر حوالہ کرتا ہے اسکی سزا یہ ہے کہ اسی پر حوالہ کر دیا جاوے اور منت الٰہیہ کو اسکے پاس نہ جانے دیا جاوے مثال ۵ تدبیر کی ایسی مثال ہے جیسے کسی غلام کو اسکے مالک نے ایک شہر میں واسطے درستی کسی متاع کے بھیجا وہ غلام اُس شہر میں گیا اور کہنے لگا میں کہاں رہوں کس سے شادی کروں غرض وہ اسی میں لگا رہا اور اپنی ہمت کو اسی جگہ صرف کر دیا اور جو مالک نے حکم کیا تھا اسکو معطل چھوڑ دیا جب وہ مالک اسکو اپنے پاس بلاویگا تو اسکی سزا یہ ہے کہ اسکو دوری اور مہجوری کا مزہ چکھاوے کیونکہ وہ اپنے بکھیڑوں میں مالک کے حق سے غافل ہو گیا پس اے مومن ایسا ہی تیرا حال ہے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اس دنیا میں بھیجا اور اپنی خدمت کا حکم دیا اور تیرے لیئے تدبیر کا سر انجام کیا اگر تو اپنی تدبیر میں لگ کر اپنے مالک کے حق سے غافل ہو گیا تو طریق ہدایت سے تو نے روگردانی کی اور ہلاکی کی راہ چلا مثال ۶ مدبر اور

حیوٰۃ الکبریٰ
ے مسکن اس بحر فنا پر نہ بنائے ناشاد
صورت بلبلہ پانی میں ہی تعمیر عبث

ے قال العارف الرومی
خاک بر باد ست و بازی میکند
کج نمائی پردہ سازی میکند
ملفوظ شریف

لہ بنانے

غیر مدبر کی ایسی مثال ہے جیسے بادشاہ کے دو غلام ہوں ایک تو اپنے آقا کے احکام میں لگا ہے کھانے پہننے کی طرف التفات نہیں کرتا اس کو بڑی فکر آقا کی خدمت گذاری ہے اس امر نے اس غلام کو اس کے حظوظ و ضروریات کی فرصت سے غافل کر رکھا ہے اور ایک دوسرا غلام ہے جب اسکو آقا بلاتا ہے کبھی اپنے کپڑے دھو رہا ہے کبھی اپنے جانوروں کو مل دل رہا ہے کبھی اپنا بناؤ سنگار کر رہا ہے سو پہلا غلام عنایت آقا کا زیادہ مستحق ہے بہ نسبت دوسرے غلام کے جو کہ اپنے حظوظ و ضروریات میں لگ کر آقا کے حقوق سے غافل ہے اور غلام کو اسلیئے خرید اجاتا ہے کہ آقا کی خدمت کرے نہ کہ ہر وقت اپنے کام میں لگا رہے ایسا ہی حال ہے بندہ دانا کا اسکو ہمیشہ اسی حال میں دیکھوگے کہ اپنے نفس کے مرغوبات اور مہمات کو چھوڑ کر اللہ کے حقوق اور احکام کی نگہداشت میں لگا رہتا ہے جب اسکا یہ حال ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی اسکے سارے کام بنا دیگا اور اسکی طرف اپنی عطاے جزیل سے متوجہ ہوگا کیونکہ وہ توکل میں صادق ہے اور جو اللہ پر بھروسا کرتا ہے[لہ] اللہ اسکو بس کرتا ہے اور غافل کا یہ حال نہیں بلکہ اسکو جب دیکھوگے اپنے دنیا کے اسباب حاصل کر رہا ہے اپنی خواہش نفسانی کے ذریعے جمع کر رہا ہے اپنی نفس کی تدبیر کر رہا ہے اور اسی پر حوالہ کر دیا گیا ہے خوبی و ثوق و صدق توکل سے دور پڑا ہے **مثال ۷** مدبر کی ایسی مثال ہے جیسا پھیلا ہوا سایہ جبکہ آفتاب برابر نہیں ہوتا اور جب آفتاب ٹھیک سر پر آجاتا ہے تو وہ سایہ فنا ہو جاتا ہے یہانتک کہ یوں ہی سایہ ایک نشان رہ جاتا ہے کہ استوا کے وقت محو نہیں ہوتا یہی حال ہے آفتاب معرفت کا جب قلوب کے مقابل آتا ہے وجود تدبیر کو محو کر دیتا ہے البتہ کچھ تدبیر بندے کی اسلیئے رہ جاتی ہے کہ اسپر احکام شرعی جاری ہوسکیں **مثال ۸** مدبر کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص نے کوئی گھر یا کوئی غلام فروخت کیا پھر جب سودا پورا ہو چکا تو بائع مشتری کے پاس آیا اور کہا کہ یہیں کوئی مکان مت بنانا یا فلاں کوٹھری اسکی گرا دینا اسمیں فلاں بات کرنا یا خود بائع ان کاموں کو کرنے چلا پس اس سے کہا جاویگا کہ تو تو فروخت کر چکا ہے اب فروخت کرنے کے بعد مبیع میں تیرا تصرف نہیں رہا کیونکہ بیع کرنے کے بعد منازعت نامعقول ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے[لہ] کہ اسنے سب کی جانیں اور اموال بعوض جنت کے خرید ے ہیں سو مومن پر لازم ہے کہ اپنے اور اپنے نام لگی چیز کو اللہ کے سپرد کردے کیونکہ اسی نے پیدا کیا اور اسی نے خرید لیا اور سونپنے کو یہ بات لازم ہے کہ جو چیز سونپ دے اُس کی تدبیر ترک کر دے رہگیا رزق سو بندے کی رزق کی مثال دنیا میں ایسی ہے جیسے کوئی آقا اپنے غلام

لہ یہ مضمون بز آیت و من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ ۱۲ مترجم

لہ یہ مضمون آیت ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ ۱۲ مترجم

سے کہے اس گھر میں فلاں کام میں لگا رہ سو یہ نہیں ہو سکتا کہ کام کرنے کا تو حکم کر دے اور کھانے پینے پہننے
کی چیز نہ دے اور اسکی کفایت و رعایت کا سرانجام نکرے اسی طرح بندے کو اللہ تعالےٰ نے دنیا میں طاعت
و بجا آوری احکام کا حکم فرمایا ہے اور اسکی روزی کا کفیل ہو گیا سو بندے کو خدمت کرنا چاہیئے مالک اپنی
عنایت سے اسکا خبر گیران ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَأْمُرْ أَهْلَكَ الی قولہ لِلتَّقْوَىٰ اور اسکا بیان اوپر
گذر چکا **مثال ۹** بندے کی مثال دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہے جیسا بچہ اپنی ماں کے ساتھ
ماں کبھی بچے کو اپنی کفالت سے نہیں چھوڑتی اور رعایت سے نہیں نکالتی ایسے ہی اللہ تعالیٰ مومن
کی کفالت فرماتا ہے اور اسکو نعمتیں بھیجتا ہے اور محنتیں دفع کرتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
عورت کو دیکھا جسکے پاس بچہ تھا آپنے صحابہؓ سے فرمایا کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ یہ اپنے بچے کو آگ میں پھینکدے
لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ آپنے فرمایا کہ یہ ماں اپنے بچے پر جسقدر مہربان ہو اللہ تعالیٰ اپنے
بندے مومن پر اس سے زیادہ مہربان ہو **مثال ۱۰** بندے کی مثال دنیا میں ایسی ہے جیسا ایک غلام ہو اسکو
مالک نے حکم کیا کہ فلاں جگہ جا اور اپنا کام بجا لاوے کیونکہ یہانسے فلاں طرف کو تجھے سفر کرنا ہو اور اپنا سازو
سامان لے لے جب مالک نے اسکو یہ اجازت دیدی تو یقینی بات ہے کہ اسکے لئے مباح کر دیا کہ جس چیز سے
اپنی ترکیب جسمانی قائم رکھنے میں مدد ملے اسکو کھائے پیئے تاکہ سازو سامان کے طلب کرنے میں سعی و اہتمام
کر سکے اسیطرح حق تعالیٰ نے بندے کو اس دنیا میں پیدا کیا اور حکم فرمایا کہ یہاں سے سفر آخرت کے لیئے توشہ
لے لے چنانچہ ارشاد ہوا وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ یعنی توشہ لو پس سب سے اچھا توشہ تقویٰ
ہے پس معلوم ہو گیا کہ جب آخرت کے لئے توشہ لینے کا حکم فرمایا تو دنیا سے ایسی چیزوں کا لینا مباح کر دیا جنسے
توشہ کے جمع کرنے اور سفر کے لیئے آمادہ ہونے اور آخرت کے لئے سامان درست کرنے میں مدد پہونچے **مثال ۱۱**
بندے کی مثال اللہ تعالیٰ کیساتھ ایسی ہے جیسے کسی مالک نے کہ اسکے پاس ایک باغ ہو اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس
باغ میں درخت لگاوے زراعت کرے اور اسکی درستی کا اہتمام کرے سو اگر یہ غلام حکم پاتے ہی مالک کے حکم کو بجا لایا
اور کسی ساعت باغ سے نہیں نکلتا سو اگر یہ غلام اس باغ میں سے کچھ کھا پی لیوے تو مالک ملامت کریگا و
اس کھانے سے منع کریگا کیونکہ جب اس سے کھائیگا تو اس میں محنت بھی کریگا لیکن اس غلام کو یہ چاہیئے کہ
اُسیقدر کھاوے جس سے کاروبار میں سہارا لگے لذت اور خواہش کیواسطے نہ کھائے **مثال ۱۲** بندے کی
مثال اللہ تعالیٰ کیساتھ ایسی ہو جیسے کسی شخص نے بہت بڑا باغ لگایا اور بہت بڑا مکان بنایا کسی نے پوچھا

کہ کس کے لیئے یہ سامان کیا ہے اُس نے کہا اپنے لڑکے کے لیئے کیا ہے جسکے پیدا ہونے کی اُمید ہے سو اُسنے بوجہ محبت کے لڑکے کی ضرورت کی چیزیں اسکے پیدا ہونے کے پہلے مہیا کر دیں کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ جب اُسکے ہونے سے پہلے سب کچھ تیار کر رکھا ہے کیا اسکے ہونے کے بعد اسکو نہ دیگا اسیطرح بندے کی حالت اللہ تعالیٰ کیساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے پیدا ہونے سے پہلے دنیا میں نعمت مہیا کر رکھی ہے اگر فہم ہو تو نعمت تیرے ہونے سے پہلے ہو چکی ہے کیا تجکو معلوم نہیں کہ اسکی عطا تیرے جود سے پہلے اور اسکی نعمت تیرے ظہور سے پہلے ہو چکی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل میں عطا فرما چکا ہے قبل اسکے کہ بندہ موجود ہو اور اُسکا کچھ عمل وقوع میں آوے سو جو چیز اللہ نے ازل میں تیری قسمت میں لکھدی ہے اور تیرے لیئے جمع کر دی ہے اس سے تجکو محروم نکریگا کیا ہو سکتا ہے کہ ہونے سے پہلے مہیا کر دے اور ہونیکے بعد نہ دے

مثال ۱۳

بندے کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہی جیسا بادشاہ کسی نوکر کو اپنے گھر لایا اور حکم دیا کہ فلاں کام کر سو یہ نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ نوکر کو لائے اور اُس سے اس گھر میں کام لے اور بے کھلائے اسکو چھوڑ دے کیونکہ بادشاہ کی شان اس سے ارفع ہے ایسا ہی بندے کا حال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے سو دنیا تو اللہ کا گھر ہے اور تو نوکر ہے اور کام طاعت کرنا ہے اور اجرت جنت ہے سو ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ تجکو کام کرنے کو فرماوے پھر تیرے پاس وہ سامان نہ بھیجے جس سے تو مدد لے سکے

مثال ۱۴

بندے کی مثال اللہ کے ساتھ ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایک بادشاہ کریم کے گھر مہمان ہو سو اس مہمان کو سزاوار ہے کہ اپنے کھانے پینے کی فکر نکرے کیونکہ اگر ایسا کیا تو بادشاہ پر تہمت بدگمانی ہے اور یہ مضمون شیخ ابو مدینؒ کا مقولہ اوپر گذر چکا ہے اسی طرح دنیا اللہ کا گھر ہے اور اسمیں جو لوگ ہیں وہ اسکے مہمان ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی بندوں کو تو مہمان داری کا حکم فرماوے اور خود مہمان کی خبر نہ لے سو جو شخص دنیا میں اپنے کھانے پینے کی دُھن میں ہے وہ بادشاہ حقیقی کی نظر میں مبغوض ہے کیونکہ اگر اسکو اللہ میں شک نہوتا تو اپنے حال کی کیوں فکر کرتا

مثال ۱۵

بندے کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہی جیسے ایک غلام کو بادشاہ نے حکم دیا کہ فلاں جگہ جا کر رہے اور اس جگہ جو غنیم ہے اس سے لڑے اور اپنی ہمت اسکے مقابلہ میں صرف کرے اور اسکے مقابلے میں ہمیشہ لگا رہے سو یقینی بات ہے کہ جب بادشاہ نے اسکو یہ حکم دیا ہے تو اسکے لیئے یہ بھی مباح کر دیا ہے کہ اس شہر کے تحائف و خزائن سے امانت داری کے ساتھ کھایا کرے تاکہ جسکے مقابلہ کا حکم بادشاہ نے دیا ہے

اُسکے مقابلے میں قوت حاصل کرے اسی طرح بندوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ شیطان سے لڑیں چنانچہ فرمایا وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ یعنی اللہ کی راہ میں خوب مجاہدہ کرو جیسا مجاہدہ کا حق ہی اور فرمایا اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا یعنی بیشک شیطان تمہارا دشمن ہی تو اس کو دشمن ہی سمجھو پس جب بندونکو شیطان سے لڑنے کا حکم دیا تو اسکی بھی اجازت دی کہ اسکی نعمتوں سے اسقدر کھاویں جس سے محاربۂ شیطان میں قوت حاصل کریں کیونکہ اگر کھانا پینا چھوڑ دو تو طاعت کا بجا لانا اور خدمت میں آمادہ ہونا ممکن نہو سو بادشاہ کا مجاہدہ کے لیے حکم فرمانا اسکو بھی شامل ہی کہ جتنی چیزیں بادشاہ کی کھانی ہیں جنکو تیرے لیے تیار کر رکھا ہے اسکا برتنا مباح ہی لیکن بطریق امانت حفاظت حقوق کیے ہو **ف** یعنی کسی اور کا حق نہ کھالے **تت مثال ۱۶** بندے کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہے جیسا کسی شخص نے ایک درخت لگایا اس ارادے سے کہ یہ بڑھے اسکی پودھ پھیلے سو درخت کو اگر علم ہو تو وہ خود جان سکتا ہے ورنہ ہم اسکی نسبت یقیناً جانتے ہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اسکو لگائے اور پانی نہ دے یہ کیسے ہو سکتا ہے اسکو تو شوق ہے کہ اسکی پودھ بڑھے یہ بڑا ہو اسی طرح اے شخص تو درخت ہی اللہ تعالیٰ تیرا بونے والا اور ہر دم سینچنے والا ہے تیری غذا پہونچانیکا سامان کرنیوالا ہی تو اسپر یہ بدگمانی مت کر کہ تیری درخت وجود کو بوئے اور بونے کے بعد پانی ندے کیونکہ وہ غافل نہیں **مثال ۱۷** بندے کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہے جیسے ایک بادشاہ نے جسکے بہت سے غلام ہیں ایک گھر بہت عمدہ بنایا اور اُسکو خوب سجایا اور اسمیں باغ لگایا اور اسمیں جمیع مرغوبات پورے طور سے رکھے مگر ابھی یہ غلام دوسری جگہ ہیں اور بادشاہ کو منظور ہے کہ انکو اس گھر میں لاوے کیا گمان کر سکتے ہو کہ یہ بادشاہ جسکی نظر میں اس تمام ذخیرہ اور سامان کے علت غائی یہی غلام ہیں وہ ان لوگوں کو انکی معمولی جگہ میں اپنی نعمت اور فضلہ طعام سے منع کریگا اسی طرح بندونکی حالت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے انکو دُنیا میں پیدا کیا اور جنت کو مہیا کیا جیسا آخرت کو مہیا کیا اور اسکو منظور ہے کہ دُنیا میں سے وہ چیز برتو لئے جسے اس کا وجود قائم رہے اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ اور فرمایا كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ اور فرمایا يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اور فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ سو جبکہ تیرے لیے نعمت باقی کو ذخیرہ فرمایا اور تجھپر اس سے احسان کیا تو فانی سے تجکو کیوں محروم کریگا

اور اگر محروم کرے تو اُسی خبر سے محروم کریگا جو تیری قسمت میں نہیں وہ تیرا حق نہیں سُو ایسا نہ دینا یہ بھی عطا و شفقت ہی اسکو معلوم ہے کہ اسمیں تیری مصلحت اور تیرے کام کی درستی ہی جیسا درخت سے لگاتار پانی آنے کو روک دیتے ہیں تاکہ ہر وقت کا پانی اسکو تلف نکردے **مثال ۱۸** جو شخص دنیا کی فکر میں زاد آخرت سے غافل ہو جاوے اسکی ایسی مثال ہی جیسے ایک شخص ہو کہ درندہ اسپر چڑھا آتا ہے اور قریب ہے کہ اسکو پھاڑ ڈالے اور ایک مکھی بھی آکر بیٹھ گئی یہ شخص مکھی کے ہٹانے میں لگکر شیر سے کچھ بچاؤ نہیں کرتا سو ایسا شخص بڑا احمق ہے بالکل عقل کو کھو بیٹھا ہی اور اگر یہ عقل کیساتھ موصوف ہوتا تو اسکو شیر کا اور اسکے حملے کا اور اسکے چڑھے چلے آنیکا اسقدر دھندا ہوتا کہ مکھی کے قصے میں مشغول ہونیکی فکر بھی نکرسکتا یہی حال اس شخص کا ہے جو دنیا کی فکر میں آخرت کے توشے جمع کرنے سی غافل ہو جاوے یہ اسکی حماقت کی دلیل ہے کیونکہ اگر صاحب فہم و عقل ہوتا تو آخرت کیلئے سامان کرتا جسکی اس سے باز پُرس ہوگی وہاں ٹھہرایا جاویگا اور مقدمہ رزق کے اہتمام میں مشغول نہوتا کیونکہ اسکا اہتمام کرنا آخرت کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے شیر کے سامنے مکھی **مثال ۱۹** بندے کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہی جیسا باپ کے آگے بچہ کہ باپ کے ہوتے کچھ غم نہیں پاتا اور نہ افلاس سے ڈرتا ہی کیونکہ جانتا ہی کہ باپ میرا کفیل ہے اسکے اعتماد نے اسکی زندگی خوش کردی اور اسکا غم زائل کردیا اسی طرح مومن کا حال اللہ تعالے کے ساتھ ہے کہ وہ کچھ غم نہیں پاتا اور اسکے میدان قلب میں رزق کی بابت غموم نہیں آتے کیونکہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسکو بھی نہ چھوڑیگا اور اپنے فضل سے جدا نکریگا اور اپنے جود و احسان سے محروم نکریگا **مثال ۲۰** بندے کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہے جیسے ایک غلام ہے اُسکا مالک توانگر ہے ثروت اور غلاموں سے احسان کرنیکے ساتھ موصوف ہو انکار کرتا ہوا کبھی نہ دیکھا گیا ہو جود و عطا میں معروف ہو اور غلام کو اسکے فضل پر اعتماد ہے اسکے احسان پر نظر رکھتا ہی اپنے مالک کی توانگری معلوم ہے اسلئے تمام رنج و محن سے علیحدہ ہے اور یہی مضمون حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا باعث ہوا فرماتے ہیں کہ ایکبار قحط کے ایام میں کسی جگہ میرا گذر ہوا ایک غلام کو دیکھا کہ خوش و خرم ہی اس مصیبت کی خبر نہیں جسمیں لوگ گرفتار ہیں میں نے پوچھا اے جوان تجکو خبر نہیں لوگ کس بلا میں مبتلا ہیں کہنے لگا مجکو تو پروا بھی نہیں میرے مالک کے پاس ایک پورا گاؤں ہے ہر روز کے خرچ کے لائق ہمارے یہاں آجاتا ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اسکے مالک کے پاس ایک پورا گاؤں ہے

ے ان سے یہاں بہت سی تجارت ہوتی تھی سب ترک کردی ۱۲ ملفوظ شریف

تو میرے مالک کے پاس تو تمام آسمان و زمین کے خزانے ہیں مجکو اسکی نسبت اپنے مالک کے ساتھ وثوق کر ناز بادہ زیبا ہے یہی سبب میری آگاہی کا ہوا **مثال ۲۱** جو شخص سبب میں مشغول ہو اور اسباب سے روزی دیا جاتا ہے اسکی مثال تو اس غلام کی سی ہے کہ اس سے مالک نے کہا کہ کام کر اور اسمیں سے کھا اور جو شخص اسباب کا تارک ہو اسکی مثال اس غلام کی سی ہو جس سے مالک نے کہا تو میری خدمت میں رہا کر میں اپنی نعمت تجکو دیتا رہونگا **مثال ۲۲** جو شخص اسباب میں اللہ تک نظر پہونچاوے اسکی مثال ہو کہ جب آسمان سے بارش ہونے لگے تو کوئی آدمی پرنالے کے نیچے بیٹھ جاوے پس وہ صرف اللہ ہی کا شکر کرتا ہو اور پرنالے کے نیچے بیٹھ جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ شخص بارش کو اسکی طرف نسبت کرے بلکہ یقیناً جانتا ہو کہ اگر پرنالے میں پانی نہ آوے تو خاک بھی نہ ملے اسی طرح اسباب نعم آلہی کے پرنالے ہیں پس جو شخص اسباب میں داخل ہو مگر ہمت اللہ کیساتھ متعلق رہے نہ کہ اسباب کے ساتھ اسکو اسباب سے کچھ ضرر نہیں اور اُسپر اندیشہ دُوری درگاہ نہیں اور جو شخص اسباب پر ٹھہر جاوے اور مالک اسباب سے غافل ہو اسکی مثال چوپایہ کی سی ہو کہ جب مالک اسکے پاس ہو کر گذرتا ہو تو وہ اسکی طرف التفات بھی نہیں کرتا اور حالانکہ وہ مالک ہے اور سائیس کو اس جانور کا خرچ وہی دیدیتا ہو اور جب سائیس آتا ہو تو نظر خوشامد سے اسکو دیکھتا ہو اور شوق ظاہر کرتا ہو چونکہ اسکے ہاتھ سے کھانے کا خوگر ہو بندے کی بھی یہی حالت ہو کیونکہ جب خلقت کے ہاتھ سے احسان جاری ہو اور یہ اُن ہی کی طرف سے مشاہدہ کرے اور اُنسے گذر کر آگے اپنی نظر نہ ڈالے اسکی مثال چوپایہ کی سی ہو بلکہ چوپایہ کی حالت اس سے اچھی ہے جیسا فرمایا اللہ تعالیٰ نے اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ج اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ہ **مثال ۲۳** جو شخص اسباب پر ٹھہر جاوے اور جو شخص اللہ تعالیٰ تک نظر پہونچاوے اُنکی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے کہ حمام میں گئے ایک تو کامل العقل ہو دوسرے پر حماقت غالب ہے یکایک پانی بند ہو گیا جو عاقل ہے اسکو معلوم ہے کہ اس پانی کا کوئی پیچھے سے پھیرنیوالا ہو کہ پھیر رہا ہے اور کوئی چلانیوالا ہے کہ چلا رہا ہے وہ اسکے پاس آویگا تاکہ جسکو بند کر لیا ہے اسکو چھوڑ دے یا اور جو مرضی ہو وہ کرے اور دوسرا شخص جو ہے وہ نل کے پاس آ کر کہتا ہو اے نل ہمارے لئے پانی جاری کر دی تجکو کیا ہوا کہ اپنا پانی بند کر دیا اس سے یہ ہی کہا جاویگا کہ تو احمق ہو اور نل کچھ سُن سکتا ہو یا کچھ کر سکتا ہے وہ تو ایک محل اور پانی کا راستہ ہو جو اسمیں جاری کیا جاتا ہے وہ ظاہر ہوتا ہے **مثال ۲۴** ذخیرہ کرنیوالے کی ایسی مثال ہے جیسے کسی بادشاہ کا ایک غلام ہو اسکو باغ میں مقرر

ے اُنکے یہاں بہت بڑی تجارت ہوتی تھی سب ترک کر دی ۱۲ ملفوظ شریف

کر دیا تاکہ اسکو بناوے سنوارے سو غلام کو اس باغ کے پھل میں سے اسقدر کھانا جائز ہے کہ درخت لگانے کھیتی بونے میں مدد پہونچے اور جمع کر کے رکھنا جائز نہیں کیونکہ اس باغ کا پھل ہمیشہ رہتا ہے اور اس کا مالک غنی قدرت والا ہے پس اگر بدون اجازت مالک کے اپنے لیئے جمع کر کے رکھا اور مالک پر بدگمانی کی تو خائن ہوا اور جو شخص ذخیرہ نہیں رکھتا اُسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک غلام ہو مالک کے گھر یا باغ میں اور جانتا ہے کہ میرا مالک مجکو نہ بھولے گا اور نہ مہمل چھوڑیگا بلکہ میرے لیئے مال خرچ کریگا اور اپنا احسان مجکو پہونچا دیگا سو اپنے مالک کے باعث ذخیرہ رکھنے سے مستغنی ہوگا اور اسکی توانگری کے سبب محتاجی کی پروا نہ کریگا اور اسکے سوا کسی شے پر اعتماد نہ کریگا ایسا غلام لائق اسکے ہو کہ اسپر توجہ کیجاوے اور عطا سے اسکے کام پورے کیئے جاویں **مثال ۲۵** جو شخص امانت کے طور پر ذخیرہ کرے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کسی بادشاہ کا ایک غلام ہے کہ مالک کے آگے کوئی چیز اپنی نہیں سمجھتا اور جو کچھ اُسکے پاس ہو نہ اسکے ذخیرہ کرنے پر اعتماد کرتا ہے نہ خرچ کرنے پر بلکہ وہی بات اختیار کرتا ہے جو مالک اسکی لیئے پسند کرے سو جب یہ سمجھے کہ مالک کو اس چیز کا رکھنا مقصود ہے تو مالک کے لیئے رکھتا ہے نہ کہ اپنے لیئے یہانتک کہ موقع صرف کا منتظر رہتا ہے جب مالک کی مرضی خرچ کرنیکی سمجھتا ہے اسمیں صرف کر دیتا ہو سو اس شخص پر رکھنے میں کچھ ملامت نہیں کیونکہ اُسنے اپنے مالک کے لیئے رکھا ہے اپنے لیئے نہیں رکھا یہی حال ہو اہل معرفت کا اگر خرچ کرتے ہیں تو اللہ کے لئے اور اگر رکھتے ہیں تو اللہ کے لیئے اُسی کی رضامندی طلب کرتے ہیں انفاق و امساک سے وہی مقصود ہے پس یہ لوگ ایسی تحویلدار اور بڑے مرتبے کے غلام اور کریم آزاد ہیں حق تعالی نے انکو غلامی مخلوق سے آزاد فرمایا ہے پس اُنھوں نے مخلوق کیطرف محبت سے میلان نہیں کیا نہ مودت سے متوجہ ہوئے انکے دلونمیں جو اللہ کی محبت و مودت بس گئی اور انکے سینونمیں اسکی عظمت بھر گئی وہ اس سے مانع ہوئی اور جو اللہ کے لیئے رکھے وہ کسی طرح رتبے میں اُس شخص سے کم نہیں جو اللہ کے لیئے خرچ کرے انکے ہاتھ میں اشیاء کا وہی حال ہے جیسا انکے پاس پہونچنے سے پہلے خزائن الٰہی میں حال تھا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمارا اور ہماری ملک کا مالک ہے اور جو اللہ کے لیئے اچھی طرح رکھنا نہیں جانتا وہ اللہ کے لیئے اچھی طرح خرچ کرنا بھی نہیں جانتا خوب سمجھ لو **فصل** اسمیں ہم اس مضمون کا ذکر کرینگے جو اللہ تعالی اپنے بندے کو ہاتف ان حقائق کی زبانی مقدمۂ رزق و تدبیر میں خطاب فرماتا ہے **ف** یعنی حقائق زبان حال سے منجانب حق تعالی کے بندے سے کہہ رہے ہیں **ت خطاب اول** اے بندے اپنے

کان کو حضور دل سے میری جانب متوجہ کہ میری طرف سے تجکو زیادہ نعمت ملے گی اور اپنے گوش دل کو ادھر جھکا میں تجھسے دور نہیں ہوں **خطاب ۲** اے بندے میں تیری تدبیر میں اسوقت تھا کہ تو اپنا بھی نہ تھا سو اپنا اس طرح بن کہ اپنا نہ ہے اور میں نے تیری ظہور سے پہلے تیری رعایت کی اور اب بھی رعایت میں ہوں **خطاب ۳** اے بندے میں ایجاد و تصویر میں یکتا ہوں میں حکم و تدبیر میں یگانہ ہوں تو خلق و تصویر میں میرا شریک نہوا سو میرے حکم و تدبیر میں بھی شریک مت ہو میں ہی ملک کا مدبر ہوں اور میرا کوئی پشتیبان نہیں ہیں اپنے حکم میں اکیلا ہوں کسی وزیر کا محتاج نہیں **خطاب ۴** اے بندے جو شخص ایجاد سے پہلے تیری تدبیر میں ہو اس سے مراد میں نزاع مت کر اور جسنے خوبی و شفقت کا تجکو خوگر رکھا ہو اسکا مقابلہ عناد سے مت کر **خطاب ۵** اے بندے میں نے تجکو اپنی خوبی شفقت کا خوگر کیا ہے تو بھی میرے آگے تدبیر کو ترک کر دے **خطاب ۶** اے بندے کیا تجربے کے بعد شک ہے اور بیان کے بعد حیرت ہے اور ظہور ہدایت کے بعد گمراہی ہے کیا یہ اعتقاد بھی تجکو میرے حوالے نہیں کرتا کہ میرے سوا کوئی مدبر نہیں کیا میری خیر سابق بھی تجکو میرے ساتھ منازعت کرنے سے برکنار نہیں کرتی **خطاب ۷** اے بندے میری کائنات کیساتھ اپنی نسبت کرکے دیکھ معلوم ہوگا کہ تو مخلوق فانی کے روبرو بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور خالق جو فانی نہیں اسکے ساتھ کیا نسبت سمجھتا ہے اور تو میرے انتظام سلطنت کو تسلیم کر چکا ہے اور تو بھی میری سلطنت میں داخل ہے سو میری ربوبیت میں نزاع مت کر اور میرے آگے اپنی تدبیر چلا کر میری الوہیت سے مخالفت مت کر **خطاب ۸** کیا تجھ کو یہ بات کافی نہیں کہ میں تجکو کافی ہوں کیا تجکو مجھپر اس سے بھی اطمینان نہیں ہوتا کہ میرے سابق احسان تیرے ساتھ کتنے ہو چکے ہیں **خطاب ۹** میں نے تجکو تیرا محتاج کب بنایا ہے کہ اب تو اپنے حوالے کر دیا جاویگا اور میں نے اپنے ملک کی کوئی چیز کسی غیر کے کب سپرد کی ہے جسکو تیرے سپرد کر دونگا **خطاب ۱۰** اے بندے میں نے تجکو اپنے وجود کا مظہر بھی نہ بنایا تھا اسوقت اپنے کرم کو تیرے ساتھ مہیا کیا تھا اور میں ہر شے میں اپنی قدرت سے ظاہر ہوں تجکو میرا انکار کرنا کیسے ممکن ہے **خطاب ۱۱** اے بندے میں جسکا مدبر بنا اسکو کب ٹوٹا ہوا اور جسکا میں حامی ہوا وہ کیسے ستائی رہا **خطاب ۱۲** اے بندے تو قسمت کی جستجو چھوڑ کر میری خدمت میں لگا رہ اور ربوبیت پر بدگمانی سے باز آ کر میرے ساتھ نیک گمان رکھ **خطاب ۱۳** اے بندے یہ سزاوار نہیں کہ محسن پر بدگمانی کی جاوے یا قدرت والے سے

---

۵ گر چشم حقیقت بیں درکار ہے قال العارف الرومی رح

ہر چیز کہ بینی بود زیب دیگر
منظور خدا را بجمال دگر نظر
ملفوظ شریف

ن بے مددگار

منازعت کیجاوے یا غلبہ والے سے مخالفت کیجاوے یا حکمت والے کے حکم پر اعتراض کیا جاوے یا لطف کرنیوالے کے سامنے غم پالا جائے **خطاب ۱۴** اے بندے وہ شخص مراد کو پہونچا جو میرے سامنے اپنے ارادے سے علیحدہ ہوا اور آسانی کی راہ بتلا یا گیا جسنے مجھپر حوالہ کیا اور اسکو خزانہ غنا ملگیا جو سچے طور سے میریطرف حاجت لایا اور میری حمایت کا مستحق ہوگیا جسنے میرے ساتھ جنبش کی جب کبھی جنبش کی اور بڑی مضبوط رسی پکڑی جسنے میری رسی پکڑی ہے بذات خود قسم کھائی کہ اہل تدبیر کو یہ بلا دونگا کہ ہمیشہ مکدر رہیں اور جو بنائیں اسکو گرادوں جو باندھیں اسکو کھولدوں اور انکو ان ہی کے حوالہ و سپرد کردوں انکو راحتِ رضا اور نعمتِ تفویض نصیب نہو سو اگر انکو میری طرف کی سمجھ ہوتی تو میری تدبیر جو انکے لیئے ہے اسپر قناعت کرکے اپنے لیئے تدبیر نکرتے اور میں جو انکی نگہداشت کرتا ہوں اسکو کافی سمجھکر اپنے لیئے نگہداشت نکرتے اسوقت میں انکو رضا کی راہ چلاتا اور اہل ہدایت کا رستہ بتلاتا اور روشن طریق میں انکو دوڑاتا اور اپنی عنایت کو تمام خوف کی چیزوں سے انکے لیئے سپر و نگہبان بنا دیتا اور تمام امید کی چیزیں حاصل کردیتا اور یہ مجکو آسان ہے **خطاب ۱۵** اے بندے ہم تجھسے یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو چاہ اور ہمارے آگے اور کسی چیز کا ارادہ مت کر اور ہم تیرے لیئے یہ بات تجویز کرتے ہیں کہ ہمکو اختیار کر اور ہمارے آگے اور کسیکو اختیار مت کر اور ہم تیرے لیئے یہ بات پسند کرتے ہیں کہ ہمکو پسند کر اور ہم اسکو پسند نہیں کرتے کہ تو غیروں کو پسند کرے **خطاب ۱۶** اے بندے اگر میں تجکو جتادوں سو اسوجہ سے کہ اپنا فضل تجھپر ظاہر کرنا چاہتا ہوں اور اگر تجکو ہرادوں تو اسوجہ سے کہ اپنی قضا میں تیری پاس اپنے اسرار لطف بھیجنا چاہتا ہوں **خطاب ۱۷** اے بندے جو کچھ میں نے اپنی نعمت تیرے اندر ظاہر فرمائی اس کا یہ بدلہ ست کر کہ مجھسے منازعت کرنے لگے اور میں نے تجھپر عقل دیکر احسان کیا جس سے تجکو اوروں سے ممتاز کیا اسکا عوض یہ مت کر کہ مجھسے مخالفت کرے **خطاب ۱۸** اے بندے جیسا زمین و آسمان میں میری تدبیر کرنا اور حکم و قضا میں یکتا ہونا تو نے تسلیم کرلیا ہے اسیطرح اپنا میرے ملک میں ہونا بھی تسلیم کرلے کیونکہ تو میری ملک میں ہے اور میرے سامنے تدبیر مت کر کیونکہ تو میرے ساتھ معیت رکھتا ہی اور مجکو کارساز سمجھ اور میرے کفیل ہونے پر وثوق کر تجکو عطاے کثیر اور فخر کبیر دونگا **خطاب ۱۹** اے بندے میں ازل میں حکم کرچکا ہوں کہ میرے بندے کے دل میں نور تسلیم اور ظلمت منازعت جمع نہ ہونگے جب ایک ہوگا دوسرا نہوگا اب اپنے لیئے جو چاہے پسند کرلے کمبختی مارے ہمتے تو تیرا مرتبہ اس سے بڑا بنایا ہے کہ تو اپنے ذاتی کام میں لگے

سو اپنی قدر مت گھٹا اے وہ شخص جسکو ہمنے بلند قدر کیا اور میرے غیر پر حوالہ کرکے ذلیل مت ہو اے وہ شخص جسکو ہمنے معزز کیا کمبختی مارے تو ہمارے نزدیک اس سے بلند قدر ہے کہ غیروں کے ساتھ مشغول ہو میں نے تجکو اپنی ہی درگاہ کے لیئے پیدا کیا اور اسی کی طرف بلایا اور اپنے جذبات عنایت سے تجھکو کھینچا اگر اپنے نفس کے ساتھ مشغول ہوگا تجکو محجوب کردونگا اور اگر اسکی خواہش کا اتباع کیا تجکو نکالدونگا اور اگر نفس سے جدا ہوا تجکو مقرب بنالونگا اور اگر ماسوا سے اعراض کرکے مجھسے محبت کی تجکو قبول کرلونگا **خطاب ۲۰** اے بندے اگر تو کفایت اور ہدایت چاہے تو کیا یہ امر کافی دہادی نہیں ہے کہ میں وہ ہوں کہ میں نے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا اور صدقہ دیا پھر عطا دی میرے احکام میں منازعت کرنی اور میرے افعال میں معارضہ کرنے سے کیا یہ امر مانع نہیں ہوسکتا **خطاب ۲۱** مجھپر ایمان نہیں رکھتا جو مجھسے منازعت کرتا ہے مجکو واحد نہیں سمجھتا جو میرے آگے تدبیر کرتا ہے وہ مجھسے خوش نہیں جو میری نازل کی ہوئی بلا پر اوروں سے شکایت کرتا ہے اور اس شخص نے مجکو اختیار نہیں کیا جسنے میرے سامنے اختیار رکھا اور میرا حکم سچا نہیں لایا جس شخص نے میرے قہر کے آگے گردن نہ جھکائی اور مجکو نہیں پہچانا جسنے اپنا کام میرے سپرد نہیں کردیا اور مجھسے ناواقف رہا جسنے مجھپر توکل نہیں کیا **خطاب ۲۲** اے بندے تیری یہی جہالت بہت ہے کہ اپنے قبضے کی چیز پر تو دل کو قرار ہو اور میرے قبضے کی چیز پر قرار نہ ہو اور میں تو تیرے لیئے یہ بات پسند کروں کہ تو مجکو اختیار کرے اور تو میرے مقابلے میں اوروں کو اختیار کرتا پھرے کمبختی مارے عبودیت اور اختیار جمع نہیں ہوتے نہ تاریکی اور انوار نہ یہ بات کہ میری طرف بھی متوجہ ہو اور مخلوق کی طرف بھی سو یا تو میں تیرا رہونگا یا تو اپنا رہیگا سو خوب سوچ سمجھکر ایک بات اختیار کرے اور ہدایت کی عوض زیان مت لے **خطاب ۲۳**۔ اے بندے خود اگر مجھسے اپنے لیئے تدبیر کو طلب کرے تو تیرا جہل ہے اور تو اپنی تدبیر کرے اسکا تو کیا ذکر اور اگر میرے آگے کسی چیز کو اختیار کرے تو تیری بے انصافی ہے چہ جائے کہ مجکو چھوڑکر کسی کو اختیار کرے **خطاب ۲۴**۔ اے بندے اگر میں تدبیر کی اجازت بھی دیدیتا تب بھی تجکو لازم تھا کہ تدبیر کرتا ہوا شرماتا چہ جائے کہ تجکو یہ حکم کرچکا ہوں کہ تدبیر مت کر اے وہ شخص جو اپنے نفس کی فکر میں لگا ہے اگر تو اس کو ہمارے حوالے کردیتا تو آرام پاتا کمبختی کی مارے تدبیر کی بوجھ بجز ربوبیت کے کوئی برداشت نہیں کرسکتا بشریت کو اسکی قوت نہیں کمبختی مارے تجکو تو اور کوئی اٹھا رہا ہے تو کیوں بوجھ اٹھاتا ہے ہمکو تیری راحت منظور ہے

تو اپنی جان کو مشقت میں مت ڈال پیٹ کے اندھیرے میں تیری کتنے تدبیر کی تھی بعد موجود ہونے کے جو تو نے چاہا تجکو دیا تجکو زیبا نہیں کہ اب وہ جو چاہتا اُسمیں منازعت کرے **خطاب ۲۵** اے بندے تجکو میں نے اپنی خدمت کا حکم دیا اور اپنے رزق کا تیرے لیئے ذمہ وار ہوا تو نے میرا حکم مہمل چھوڑا اور جس چیز کی ذمہ داری کی تھی اُسمیں شک کیا اور میں نے صرف ذمہ داری پر اکتفا کیا نہیں کیا اسپر قسم بھی کھائی پھر قسم پر بھی اکتفا نہیں کیا اسکی مثال بھی بیان کی اور سمجھدار بندونکو خطاب کیا پس کہا میں نے وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ۝ **ف** اس آیت میں ذمہ داری اور قسم اور مثال جیسا اوپر گذر چکا **ت** اور عارفین نے میرے اوصاف پر اکتفا کیا اور اہل یقین نے میرے کرم پر حوالہ کیا سو اگر میرا وعدہ بھی نہوتا تب بھی وہ یقین کرتے کہ میں ان سے اپنی واردات عطا کو بند نکرونگا اور اگر میری ضمانت بھی نہوتی تو میری صفت احسان پر وہ لوگ وثوق کر لیتے اور میں ان لوگوں کو رزق دیتا ہوں جو غفلت و معصیت میں مبتلا ہیں تو انکو کیسے رزق ندونگا جو میری اطاعت اور رعایت کرتے ہیں آرے کمبختی مارے جو درخت کو بوتا ہے وہی سینچتا بھی ہے اور خلقت کا مدد کرنیوالا وہی ہے جس نے اُسکو پیدا کیا اور مخلوق کے لیئے یہی بات بہت ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو کافی ہے اور پاداش دینے والا ہی مجھسے ایجاد ہوا میرے ہی ذمے دوام امداد بھی ہے مجھسے تخلیق ہوئی میرے ہی ذمے ہمیشہ رزق دینا بھی ہے ارے کمبختی مارے تو اپنے گھر میں کسی کی بھی دعوت کرتا ہے سوائے اُسکے جسکو کھلانا منظور ہو اور کسی کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے سوائے اُسکے جسکی خاطر منظور ہو

خطاب ۲۶ اے بندے تو بجائے فکر رزق کے ہماری فکر رکھ کیونکہ جو چیز میں اپنے ذمے لے چکا ہوں تو اُسمیں کیوں تعب اٹھاتا ہے اور جس چیز کو تو اپنے ذمے لے چکا یعنی عبادت تو اُسکا ہو رہ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم تجکو اپنے گھر میں لاویں اور اپنے احسانوں سے محروم رکھیں تجکو وجود میں ظاہر کریں اور تیری مدد نکریں تجکو ہستی کی طرف لاویں اور اپنا کرم نکریں کیا اپنا حق تو تجھسے طلب کرونگا اور اپنا رزق تجکو ندونگا کیا تجھسے خدمت چاہونگا اور حصہ ندونگا ارے کمبختی مارے میرے پاس تیرے لیئے طرح طرح کی بخششیں ہیں اور تجکو اپنا مظہر رحمت بنایا اور میں نے تیرے لیے صرف دُنیا پر بس نہیں کیا یہاں تک کہ جنت کو ذخیرہ کرکے رکھا اور اسپر بھی بس نہیں

کیا بلکہ اپنے دیدار سے تحفہ دیا پس ہرگاہ میرے یہ افعال ہیں پھر میرے افعال میں کیسے شک
کرتا ہے **خطاب ۲۷** اے بندے میری نعمت کا کوئی لینے والا اور میرے فضل کا کوئی قابل
ضرور چاہیئے اور میں اس سے غنی ہوں کہ منافع سے نفع حاصل کروں اسپر دلیل قطعی قایم ہے
سو اگر تو مجھسے یہ بھی درخواست کرے کہ تجکو اپنا رزق ندوں تب بھی تیری بات نہ مانوں اگر تو مجھسے
یہ دعا کرے کہ تجکو اپنے فضل سے محروم کروں تب بھی محروم نکروں اور اسوقت تو کیونکر محروم
کردونگا کہ ہمیشہ تو مانگا کرتا ہے اور اکثر اوقات طلب کیا کرتا ہے سو مجھسے اب حیا کر اگر ابھی تک حیا
نکرتا تھا اور میری طرف کی بات سمجھ اسکو سب کچھ ملا جو میری طرف کی بات سمجھا **خطاب ۲۸**
اے بندے مجکو اختیار کر اور مجکو چھوڑ کر اور کسی کو مت اختیار کر اور اپنے دلکو صدق سے میری
طرف متوجہ کر۔ اگر تو ایسا کریگا تو تجکو عجائب لطف اور عجائب کرم دکھاؤنگا اور تیرے باطن کو
اپنے مشاہدہ سے متمتع کرونگا میں نے اہل تحقیق کے لیئے رستہ ظاہر کر دیا ہے اور صاحبان توفیق
کے لیئے نشان ہدایت کے واضح کر دیئے ہیں سو اہل یقین نے تحقیق کے ساتھ میری طرف
تسلیم کیا ہے اور اہل ایمان نے دلیل کے ساتھ مجھپر توکل کیا ہے اُنھوں نے یقین کر لیا ہے کہ
میں اُنکے لیئے اس سے بہتر ہوں کہ وہ اپنے لیئے ہوں اور میری تدبیر اُنکے لیئے زیادہ کارآمد ہوگی
بہ نسبت اسکے کہ وہ اپنے لیئے تدبیر کریں پس اُنھوں نے گردن جھکا کر میری ربوبیت کو مان لیا
اور اپنے کو میرے سامنے تفویض کر کے ڈال دیا میں نے اسکی عوض اُن کی جانوں میں راحت دی
اور عقلوں میں نور اور قلوب میں معرفت اور باطن میں یقین قرب یہ تو اس دنیا میں ہوا اور جب میرے
پاس آ دینگے اسوقت اُنکے منصب کو بڑا کرونگا انکا مرتبہ بلند کرونگا اور بزرگی کے جھنڈے اُنپر
کھولونگا اور جب انکو اپنے گھر میں داخل کرونگا تو انکے لیئے ایسی چیزیں ہیں جو نہ آنکھ نے دیکھی
نہ کان نے سُنی نہ کسی بشر کے قلب پر گذری **خطاب ۲۹** اے بندے جو وقت آگے آتا ہے
میں نے اُسمیں تجھسے خدمت طلب نہیں کی تو مجھسے اس وقت کی روزی کیسی مانگتا ہی جب میں تجکو
عبادت کی تکلیف دونگا تو رزق کا بوجھ خود اٹھاؤنگا اور جب تجھسے خدمت طلب کرونگا تو کھانا بھی
کھلاؤنگا اور یقین کر کہ میں تجکو نہ بھولونگا اگرچہ تو مجکو بُھلاوے اور میں تجکو یاد کرتا ہوں قبل اسکے
کہ تو مجکو یاد کرے اور میرا رزق تجھپر جاری رہے گا اگرچہ تو میری نافرمانی کرے میں حالت اعراض

یں جب تجھے ایسا ہوں سو اگر میری طرف تو متوجہ ہوا سو قت مجکو اپنے ساتھ کس طرح سمجھتا ہے تو نے میری قدر کما حقہ نہیں پہچانی اگر میرے قہر کے آگے گردن نہ جھکا دے اور میرے احسان کی تو نے رعایت نہیں کی اگر میرا حکم نہ بجا لایا سو مجھسے اعراض مت کر تجھے ایسا کوئی نہ ملیگا جو میرا بدل ہوسکے کسی سے ملکر مجھسے بے پروائی مت کر کوئی مجھسے تجکو بے نیاز نہیں کرسکتا میں اپنی قدرت سے تیرا پیدا کرنیوالا ہوں میں اپنی نعمت تجھپر فراخ کرنیوالا ہوں سو جیسا کوئی میرے سوا خالق نہیں ایسا ہی میرے سوا کوئی رازق نہیں کیا پیدا خود کردنگا اور غیر و نیز ٹال دونگا اور میں بڑے فضل والا ہوں اور بندوں کو غیروں سے روکتا ہوں سو اے بندے مجھپر وثوق کر میں رب العالمین ہوں اور میرے آگے اپنی مراد سے علیحدہ ہو جا میں تجکو عین مراد کو پہونچا دونگا اور میرے الطاف سالقہ یاد کر اور حقوق محبت مت بھلا **ف** اسکے بعد مصنف کہتے ہیں **ت** ہمکو منظور ہوا کہ اس کتاب کو ایسی دعا پر ختم کریں جو اس مضمون کے مناسب ہو جسکے لئے یہ کتاب بنائی گئی ہے اور وہ دعا یہ ہے یا الٰہی ہم تجھسے درخواست کرتے ہیں کہ محمدؐ اور آل محمد پر رحمت بھیج جیسا تو نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر اہل عالم میں رحمت بھیجی بیشک تو محمود ہے بزرگ ہے یا الٰہی ہمکو ان لوگوں سے کردے جو تیری اطاعت کرنیوالے ہیں تیری آگے خدمت میں کھڑے ہونے والے ہیں اور ہمکو اس سے علیحدہ کر کہ تیرے آگے یا تیرے مقابلے میں تدبیر کریں اور ہمکو اہل تفویض سے کردے یا الٰہی تو ہمارا اُسوقت تھا کہ ہم بھی اپنے نہ تھے پس ہمارے ہونیکے بعد بھی ہمارا اسی طرح بنا رہ جیسا ہمارے ہونے سے پہلے تھا اور ہمکو اپنے لطف کی خلعت پہنا اور اپنی عنایت و مہربانی سے ہمپر متوجہ ہو اور تدبیر کے اندھیرے ہمارے دلوں سے نکال اور ہمارے باطن میں نور تفویض کو روشن کر اور اپنا حسن اختیار ہمکو مشاہدہ کرا دے یہانتک کہ جس چیز کا تو ہمارے لئے حکم فرماوے اور پسند کرے وہ ہمکو اس سے زیادہ پیاری ہو جاوے جسکو ہم اپنے لئے پسند کریں یا الٰہی جس چیز کی تو نے ہمارے لئے ذمہ داری کی ہے اسمیں ہمکو مت لگا کہ تیرے حکم سے غافل ہو جاویں یا الٰہی تو نے ہمکو اپنی اطاعت اور دوام خدمت کیلئے بلایا اور ہمکو یہ طاقت نہیں مگر ہاں اگر تو قدرت دیدے اور ہماری یہ ہمت نہیں مگر ہاں اگر تو قوت دیدے اور جب تک کہ تو ہمکو کسی حالت میں نکردے ہم اس حالت میں کہاں ہوسکتے ہیں اور جبتک کہ تو نہ پہونچاوے ہم کسی مطلب کو کہاں پہونچسکتے ہیں اور جبتک کہ تو ہماری اعانت نکرے ہمکو کسی شے کی قدرت کہاں ہے سو ہمکو اپنے حکم بجا لانے کی توفیق دے اور منہیات سے بچنے پر مدد فرما یا الٰہی ہمکو روضۂ تفویض

اور جنت تسلیم میں داخل فرما اور ہمکو اس جنت میں چین سے رکھ اور ہمارے باطن اپنے ساتھ مشغول رکھ کہ اسکی نعمت ولذت کے ساتھ اور ہمکو اپنی لذت دے نہ اسکی زینت و رونق کی یا آلٰہی ہمپر اپنی فرمانبرداری ور توجہ کے ایسے انوار روشن فرما جس سے ہمارے باطن پر رونق اور ہمارے انوار کامل ہوجاویں یا آلٰہی تونے سب چیزونکی ہونیسے پہلے انکی تدبیر فرمائی اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہی ہوگا جو تو چاہے گا اور اس یقین سے ہمکو جب ہی فائدہ ہوگا کہ تو چاہے گا سو ہمکو اپنی خیر دیکر رخصت کر اور اپنے فضل سے ہماری شان بلند کر اور اپنی عنایت سے ہماری طرف قصد فرما اور اپنی رعایت سے ہمکو گھیرے اور اپنی اہل ولایت کے خلعت ہمکو پہنا اور اپنی حمایت میں ہمکو داخل فرما بیشک تجکو ہر شے پر قدرت ہے یا آلٰہی ہم جانتے ہیں کہ تیرے حکم کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اور تیری قضا کی کوئی مخالفت نہیں کرسکتا اور ہم تیری قضا کی ہٹا دینے سے اور تیرے حکم کی نالیندی سے عاجز ہیں سو ہم تجھسے درخواست کرتے ہیں کہ اپنی قضا میں لطف فرما اور حکم میں تائید فرما اور ہمکو ان بلاؤں میں ان لوگونمیں سے کردے جنکی تو رعایت فرماتا ہے اے رب العالمین یا آلٰہی تو ہمارا حصہ لگا چکا ہے جسکو ہمارے پاس پہونچا دیگا سو اسکو ہمارے پاس خوشگواری اور بے مشقتی کیساتھ پہونچا دیگا کہ حجاب سے محفوظ رہیں نور وصل ہمکو گھیرے ہوا اسکو تیری جانب سے دیکھیں تاکہ شکر کریں اور اسکو تیری طرف منسوب کریں اور عالم میں سے کسیکی طرف نسبت نکریں یا آلٰہی تمام رزق تیرے ہاتھ ہے دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی سو ہمکو دونوں میں سے اسقدر عنایت فرما جسمیں تو ہماری مصلحت و منفعت جانے یا آلٰہی ہمکو ان لوگونمیں سے کر جنہوں نے تجکو اختیار کرلیا ہے اور ان لوگونمیں سے مت کر جو تجکو چھوڑ کر اور کسی چیز کو اختیار کرتے ہیں اور ہمکو ان لوگوں میں سے کر جو تیری طرف تفویض کرنیوالے ہیں ان لوگونمیں سے مت کر جو تجھپر اعتراض کر رہے ہیں یا آلٰہی ہم تیرے محتاج ہیں تو ہمکو عطا فرما اور ہم طاعت سے عاجز ہیں ہم کو قدرت دے اور ہم کو اپنی طاعت کی ہمت دے اور اپنی نافرمانی سے عاجز کردے اور اپنی ربوبیت کے آگے گردن جھکانا نصیب کر اور اپنے احکام الوہیت پر پابندی عنایت فرما اور اپنی طرف نسبت کیئے جانے کی عزت بخش اور توکل کی راحت روزی کر اور ہم کو ان لوگوں میں سے کردے جو رضا کے میدان میں جاتے ہیں اور تسنیم تسلیم سے منھ لگا کر پیتے ہیں اور معارف کے پھل چنتے ہیں اور خلعت خصوصیت پہنائے گئے ہیں اور قرب کے تحفے اور دربار عشق کی عطیات دیے گئے ہیں جو ہمیشہ تیری خدمت میں رہتے ہیں تیری معرفت کا یقین رکھتے ہیں تیرے رسول کے متبع انکے وارث ہیں اُن سے فیض لیتے ہیں اُن ہی کے ہو رہے انکی نیابت کو بجالاتے ہیں اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرما یا رب العالمین۔ ختم ہوئی دعا۔ وصلے اللہ تعالےٰ علےٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیماً ۵ فقط

خاتمہ ترجمہ مع قطعتین تاریخ از مترجم

الحمد للہ کہ آج بتاریخ ۲۱۔محرم الحرام روز سہ شنبہ وقت ظہر ۱۳۱۲ہجریہ بمقام مکہ معظمہ میں رسالہ اکسیر ترجمۂ تنویر اتمام کو پہونچا دو قطعہ تاریخ ایک فارسی دوسرا اُردو نذر ناظرین بانکین ہے

بالفارسیۃ

چوں بامدادِ آنکہ فیض او
گفت دل چوں جستم از وی سال ختم

ختم شد این نسخہ بر طرز نکو
مبحث تقدیر ازلی خوش بگو

بالھندیۃ

جب بامدادِ فضل ربِ قدیر
سرِ بیدین اُڑا کے ہاتف نے

ہوا تیار نسخۂ اکسیر
لکھی تاریخ ترجمۂ تنویر ۱۳۱۲ھ

تمام شد

نظم مناجات خاتمۂ کتاب از مولانا سید حمزہ صاحب دہلوی حسب ارشاد حضرت قبلہ وکعبہ پیر ومرشد مولانا الحافظ الحاج الشیخ الشاہ محمد امداد اللہ صاحب ضوعفت برکاتہم برائے سہولت حفظ اہل ذوق وشوق کہ بوقتِ مناجات آنرا تکرار کنند وحفظ گیرند

اے خدائے قابل حمد وسپاس
تجھ سے اب یہ ہے ہماری التماس

بھیج تو رحمت شہ لولاک پر
بعد اُن کے اُن کی آل پاک پر

جس طرح بھیجی ہے ابراہیم پر
اور اُن کی آلِ باتکریم پر

شک نہیں اسمیں کہ تو محمود ہے
سب سے اعلے یعنی تو معبود ہے

یا الٰہی ہم کو اُن لوگوں میں کر
جو اطاعت سے تری ہیں بہرہ ور

تیری خدمت کے لیئے استادہ ہیں
تیری طاعت کے لیئے آمادہ ہیں

دے ہمیں تفویض کا اعلیٰ مقام
تاکہ ہم تدبیر سے رکھیں نہ کام

یا الٰہی جب کہ ہم معدوم تھے
تیرے افضال وکرم قیُّوم تھے

اب جو ہم موجود دُنیا میں ہوئے
اب بھی وہ ہی فضل کا سایہ رہے

اے خدا پہنا دے خلعت لطف کا
کر عنایت کی نظر ہمپر ذرا

ظلمتِ تدبیر قلبوں سے نکال
نُور بھر تفویض کا اے ذوالجلال

اے خدا اے حاکم حکمت شعار
ہمکو دکھلا اپنا حُسنِ اختیار

تاکہ ہو تیرے پسندیدہ سے کار
ہو پسند اپنی نظر میں اپنی خوار

تو نے ہے جس چیز کا ٹھیکہ لیا
اس میں یارب ہمکو ایسا مت لگا

جو ترے احکام میں غفلت کریں
تیرے ذمے کی نہ کچھ وقعت کریں

یا الٰہی حکم ہے تیرا ہمیں
دائما تیری اطاعت میں رہیں

لیک ہمکو اس قدر طاقت نہیں
بازوے ہمت میں کچھ ہمت نہیں

پر سہارا دے تری توفیق گر
قوت وہمت ہو میری بیشتر

جب تلک تو دے نہ ہمکو کوئی حال
ہمکو ہو اس حال کی کیسے مجال

تو نہ جب تک ہمکو پہونچادے بھلا
ہم درِ مقصود تک پہونچیں گے کیا

تو ہماری جب اعانت میں نہ ہو
کوئی بھی شے اپنی قدرت میں نہ ہو

بس الٰہی ہمکو یہ توفیق دے
ہو تعلق حکم کی تعمیل سے

اور منہیات سے یارب بچا
روضۂ فردوس کی سیریں دکھا

اور اس جنت میں رکھ راحت کے ساتھ
اور دل مشغول رکھ طاعت کیساتھ

نے تعلق ہمکو ہو لذت کے ساتھ
نے علاقہ کچھ رہے نعمت کے ساتھ

اپنی لذت ہمکو یارب تو چکھا
دے نہ اسکی زینت و رونق مزا

نور طاعت اور طاعت کا دکھا
اور دلونکو اس سے پُر رونق بنا

تاکہ ہو انوار کو اپنے کمال
یعنے حاصل ہو ہمیں قرب وصال

جب کہ تھی ہر چیز بے نام ونمود
نام کو بھی وہ نہ رکھتی تھی وجود

تونے کی تدبیر اُس کے واسطے ۔ فائدے اُن کے مہیا کر دیئے
ہے یقین ہمکو جو مرضی ہے تری ۔ پیش سبکو آنیوالا ہے وہی
اس یقین کا فائدہ بھی جب ملے ۔ جب نظر اسپر تری خواہش کرے
ہم کو اپنی خیر پر فائز بنا ۔ اور اپنے فضل سے رتبہ بڑھا
کر عنایت اپنی تو ہمپر بسیط ۔ کر رعایت اپنی تو ہمپر محیط
ہم کو پہنا خلعتِ اہلِ ولا ۔ اور دے اپنی حمایت میں بھی جا
تجکو ہے ہر شے پہ قدرت بیگمان ۔ تجکو ہے ہر شے پہ قوت بیگمان
ہو مقابل کون تیرے حکم کا ۔ بالیقیں ممکن نہیں ضدِ قضا
ہم سے ہو سکتی نہیں ردِ قضا ۔ ہم سے ٹل سکتا نہیں جو ہوچکا
التجا ہے اسلیئے اے ذوالمنن ۔ لُطف کر اپنی قضا میں بے محن
ق
حکم میں اپنی مدد کر کردگار ۔ اپنے اُن لوگوں میں کر پروردگار
جنکی کرنی ہے رعایت ہی تجھے ۔ یعنے کرنی ہے عنایت ہی تجھے
تونے قسمت میں لکھا ہی جو الٰہ ۔ وہ ہمیں پہونچائیگا بے اشتباہ
اسکو اچھی طرح پہونچا اے خدا ۔ ہو مشقت کا نہ ہم کو سامنا
تا حفاظت ہمکو دوری سے رہے ۔ روشنی نورِ حضوری سے رہے
اسکو تیری طرف سے جانیں مگر ۔ شاکرو نہیں تاکہ ہو اپنا مقر
اسکی نسبت تیری ہی جانب کریں ۔ دوسرے کو اُس سے نسبت ہی نہیں
یا الٰہی روزیِ دُنیا و دین ۔ ہے تمامی پاس تیرے بالیقیں
بس ہمیں تو اسقدر دے مائدہ ۔ جس قدر سمجھے ہمارا فائدہ
ہم کو اُن لوگوں میں کر اے کردگار ۔ کر لیا تجکو جنھوں نے اختیار
ہم کو اُن لوگوں میں مت کر اے خدا ۔ دوسرے کے ہو گئے جو بے وفا
اُن میں جو تفویض کے ہیں معترض ۔ کر نہ انمیں جو ہیں تجھ پر معترض
ہیں ترے محتاج دے حاجت ہمیں ۔ عاجز طاعت ہیں دے قدرت ہمیں

ہمتِ طاعت ہمیں دے اے کریم ۔۔۔ معصیت میں عاجزی دے مستدیم
وہ ہمیں توفیق دے بارِ خدا ۔۔۔ دین ربوبیت کے آگے سر جھکا
پھر الوہیت کے سب احکام پر ۔۔۔ استقامت سے رہیں بستہ کمر
ذات والا سے ہمیں دے انتساب ۔۔۔ تاکہ عزت سے نہیں ہم بہرہ یاب

ق

دے توکل سے ہمارے دلکو چین ۔۔۔ اور کر انہیں خدا سے مشرقین
جنکو تسلیم و رضا دونوں مقام ۔۔۔ ہو گئے حاصل علےٰ وجہ التمام
اور عرفان میں ترے کامل ہوئے ۔۔۔ خاص لوگوں میں ترے داخل ہوئے
قرب سے تیرے ہوئے جو بہرہ ور ۔۔۔ جنکہ چکھے جو عشق کا اپنے ثمر
جو ہمیشہ تیرے ہیں خدمت گذار ۔۔۔ ہیں یقینِ معرفت سے کامگار
جو کہ پیرو ہیں رسولؐ پاک کے ۔۔۔ اور وارث ہیں شہ لولاک کے
فیض سے انکے سدا ہیں بہرہ یاب ۔۔۔ صرف اُنسے رکھتے ہیں وہ انتساب
حق نیابت کا ادا کرتے ہیں وہ ۔۔۔ حق وراثت کا ادا کرتے ہیں وہ
کر میسّر ہم کو حسنِ خاتما ۔۔۔ ہے دعا کا بھی یہ حسنِ انتہا
بھیج آقا پہ ہمارے تو مدام ۔۔۔ کاملہ رحمت خدایا اور سلام
ہے محمدؐ جنکا نامِ مفتخر ۔۔۔ اور اُن کی آلؑ اور اصحابؓ پر

ناظم و قاری کے حق میں ای خدا
کیجیو مقبول یہ ساری دُعا

قطعہ تاریخ از مولنا حمزہ حفظہ اللہ من شر کل ہمزۃ لمزۃ متخلص بشیدا دہلوی سلمہ اللہ تعالےٰ

مخلوق ہے تدبیر کی ظلمت میں مقید ۔۔۔ تقدیر پہ ایمان اگر ہے تو بہ تقدیر
منظور ہوا اس لیے آقا کو ہمارے ۔۔۔ ویران جو دل ہیں اُنھیں اب کیجیے تعمیر
اس نورِ مجسم کو ہوا غیب سے روشن ۔۔۔ کیا خوب ہو اُردو میں جو ہو جائے یہ تنویر
یہ کام ملا مولوی صاحب کو ہمارے ۔۔۔ وہ مولوی صاحب کہ جو ہیں علم کی تفسیر

وہ حضرتِ اشرف کہ شرف جنسے بیان کو	تقریر کی آنکھوں میں وہ ہیں سُرمہ کی تحریر
پس حکم سے مرشد کے لکھا چند دنوں میں	اُس نسخۂ اکسیر نے یہ نسخۂ اکسیر
تدبیر نے ادبار جو دیکھا تو حسد سے	تقدیر سے بولی تری اللہ ری تقدیر
پھر فیض نے مرشد کے مرے ہاتھ سی شیدا	بے ساختہ بے فکر کیا سال یہ تسطیر
ظلمت سے نکلنے کی جو تدبیر ہے اس میں	تاریخ ہے اسواسطے تنویر کی تدبیر

تقریظ رسالۂ اکسیر ترجمۂ تنویر از افضل الادبا اکمل البلغا ذی الفضل الجلی[۱۲] ۱۳ھ والکمال البہی مولانا محمد ذوالفقار علی من رؤسا الدیوبند دامت برکاتہم

بندے نے تعمیل ایمائے جناب مولانا اشرف الفضلا المحققین امجد العلماء العاملین صاحب الشریعت والطریقت الحلاحل الالمعی المولوی اشرف علی بارک اللہ فی علمہ وفضلہ اکسیر ترجمۂ تنویر کو مقامات مختلفہ ومواضع متعددہ سے دیکھا۔ واقعی بہت عمدہ ترجمہ ہے گویا اصل کتاب اُردو ہی میں لکھی گئی ہے حق یہ ہے کہ اس خوبی سے انجام کام مولانا ہی کا حصہ ہے ورنہ اس وادی لق و دق کو طے کرنا ہر سالک سے نہیں ہوسکتا ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء علی اشاعۃ مخ علوم العلماء واذاعۃ سر الاولیاء قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم آمین بحق الامین صلعم **

الہادی

دینیات کا ماہواری رسالہ جس میں شریعت وطریقت کے متعلق جامع شریعت وطریقت واقفِ اسرار حقیقت حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے علوم عقلیہ ونقلیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہوتا ہی جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہے جمادی الاول ۱۳۴۰ھ سے جاری ہوا ہے جس کی سالانہ قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ ہی اور بصورت وی پی (۱۲/۶)

پورا پتہ محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

جدید علم کلام

یعنی

سائنس و اسلام

آجکل کا زمانہ بھی عجب زمانہ ہے کہنے کو تو کونسی شے ہے جسمیں موجودہ زمانہ میں ترقی نہیں ہوئی جو باتیں کبھی خواب و خیال میں بھی نہ گذری تھیں وہ آجکل آنکھوں سے نظر آتی ہیں، علم کائنات کی جو شائع کیجئے۔ اُس کی تحقیقات کا پایہ بہت ہی بلند نظر آئیگا۔ صنعت میں وہ ایجادیں ہوئیں کہ صناعان چین کی صناعیاں جو ضرب المثل تھیں گرد نظر آتی ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہر شے ترقی کا دم بھرتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جسقدر علوم و فنون کو ترقی ہوئی اسی قدر مذہبی پہلو انحطاط کی جانب گرتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اب یہ حالت ہوگئی کہ کوئی مذہب والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مذہب کا پایہ بلند ہے۔ جدید سائنس کی بدولت بہت کچھ دہریت کا حصہ خیالات میں شامل ہوگیا ہے، سائنس کے مقابلہ میں موجودہ مذاہب میں سے سوائے اسلام کے یا اس مذہب کے جسمیں اسلام کے قریب قریب تعلیم ہو اور کوئی مذہب ٹھہر نہیں سکتا یہی وجہ ہے کہ دہریت کا اثر دیگر مذاہب کے مقابلہ اسلام پر بہت کم ہوا اور جسقدر ہوا ہے اُس کی یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں جن حضرات نے فلسفہ جدیدہ کو حاصل کیا وہ اپنے مذہب سے یا بالکل واقف نہ تھے یا کافی واقفیت نہ رکھتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ جن کے قلب میں مذہب کی کچھ وقعت تھی اُنہوں نے تو کہدیا کہ اسلام کو سائنس سے کوئی علاقہ نہیں اور جن کو اصول سائنس کی زیادہ قدر ہوئی وہ اصول اسلام کا جو عقلاً و نقلاً مسلم الثبوت ہو چکے تھے انکار کر بیٹھے لہذا ضرورت ہوئی کہ کوئی جامع کتاب ایسی ہو جو اسلامی مسائل کو سائنٹفک لباس دکھا سکے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے مولانا حسین آفندی بحر طرابلسی کو کتاب حمیدیہ لکھنے کی توفیق دی جو فلسفہ جدیدہ کے موافق بالکل سائنٹفک کسوٹی پر تالیف کی گئی تھی مگر وہ کتاب عربی زبان میں تھی۔ الہذا حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی دام ظلہم کے ارشاد سے مولانا مولوی سید اسحٰق علی صاحب نے اُس کا سلیس ترجمہ سنہ ۱۳۱۵ ہجری میں کردیا جو چھپکر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگیا تھا۔ اور مشتاقوں کی آنکھیں اسکی زیارت کے لئے ترس رہی تھیں اب اسکو دوبارہ طبع کیا گیا ہے قیمت دو روپے (عہ) علاوہ محصول

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب۔ دریبہ کلاں دہلی

اخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

اشرف علی تھانوی

اکسیر فی اثبات التقدیر

[illegible]